علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

# حل شدہ (گیس پیپر) کورس کوڈ : 2951

## تعارف فقہ سطح : بی ایس علوم اسلامیہ

**سوال نمبر 1۔علم فقہ کا تفصیلی تعارف کرائیں نیز علم فقہ کی حیثیت اور جامعیت پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔**

**جواب:**

**فقہ کی لغوی تعریف:** فقہ کے لغوی معنی علم، فہم اور سمجھ کے ہیں۔قرآن مجید میں لفظ ''فقہ'' متعدد مقامات پر ان معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

**''وَاِن من شی الا یُسبح بحمیدہٖ وَلٰکِن لَّا تفقھون تسبیحھُم۔**

ترجمہ: اور تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہیں لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے، **فَمَا لِھٰؤُلَاءِ القَوم لا یکادون یفقھون حدیثاً** ترجمہ: اس قوم کو کیا ہو گیا کہ یہ بات سمجھنا نہیں چاہتی۔

**فقہ کا اصطلاحی مفہوم:** علمائے فقہ کی اصطلاح میں فقہ سے مراد ''فروعی احکام شرعیہ کا علم ہے جو تفصیلی دلائل سے حاصل ہو''۔

فقہ کی تعریف کو سمجھنے کے لیے ''احکام شرعیہ'' اور ''تفصیلی دلائل'' کے مفہوم کو سمجھنا ضروری ہے۔ایک عاقل و بالغ انسان جو بھی عمل کرتا ہے وہ شریعت کی نظر میں مندرجہ ذیل پانچ اقسام میں سے کسی ایک قسم میں لازماً داخل ہوگا۔

۱۔ فرض ۲۔ مندوب (یعنی مستحب) ۳۔ مباح ۴۔ مکروہ ۵۔ حرام

احکام شرعیہ سے مراد یہی پانچ اقسام ہیں۔تفصیلی دلائل سے مراد چار چیزیں ہیں۔

۱۔ کتاب اللہ ۲۔ سنت ۳۔ اجماع ۴۔ قیاس

اس وضاحت سے یہ معلوم ہوا کہ، فقہ وہ علم ہے جس کے ذریعے عاقل و بالغ انسانوں کے افعال کے بارے میں فرض، واجب، مستحب، مباح، مکروہ یا حرام ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کے احکام معلوم ہوں اور یہ احکام شرعیہ کتاب و سنت اور اجماع یا قیاس کے ذریعہ معلوم کیے گئے ہوں مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ کی فرضیت

**واقیموا الصلوۃ واتو الزکوٰۃ۔** (البقرہ۲)

ترجمہ: نماز قائم کرو اور دیتے رہو زکوۃ'' سے معلوم ہوئی۔

تجارت کا حلال یا مباح ہونا اور سود کا حرام ہونا: **وَاَحَلَّ اللّٰہُ البیع و حرَمَ الربوٰ۔**

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔سے معلوم ہوا ہے۔

احکام شریعت کی فضیلت اور علت و حرمت کا علم ''معلم فقہ'' کہلاتا ہے۔فقہائے کرام نے دلائل شرعیہ سے مسائل و احکام کا استنباط کرنے کے لیے کچھ قواعد و ضوابط مقرر کیے ہیں۔ان قواعد و ضوابط کو ''اصول فقہ'' کہتے ہیں۔علم فقہ جاننے والے شخص کو ''فقیہ'' کہا جاتا ہے۔اور اس کی جمع فقہا آتی ہے۔

**آئمہ اربعہ اور ان کے فقہی مذاہب:** فقہ سے تعلق رکھنے والے اہل سنت کے چار مسالک ایسے ہیں۔جنہیں امت میں عام مقبولیت نصیب ہوئی۔ان فقہی مذاہب کے نام ان کے ائمہ کی نسبت سے حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی رکھے گئے ہیں۔

**۱۔ فقہ حنفی:** فقہ حنفی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نعمان بن ثابت کی طرف منسوب ہے۔آپ فارسی الاصل تھے۔آپ کی ولادت 80ء کوفہ میں ہوئی۔اور وفات ۱۵۰ ہجری میں بغداد میں ہوئی۔امام ابوحنیفہ کے والد ثابتؒ بچپن میں اپنے والد کے ہمراہ حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔حضرت علیؓ نے ان کی اولاد کے حق میں برکت کی دعا کی۔امام ابوحنیفہؒ وہ واحد امام ہیں۔جن کا تعلق تابعین سے ہے۔آپ نے حضرت انس بن مالک اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کی کوفہ میں۔حضرت سہیل بن سعد ساعدیؓ کی مدینہ منورہ میں اور ابوالطفیل عامرؓ بن واثلہ کی مکہ مکرمہ میں زیارت کی۔امام ابوحنیفہ کو امت مسلمہ عملی و علمی میدان میں ان کی جلالت قدر کی وجہ سے امام اعظمؒ کے نام سے یاد کرتی ہے۔امام ابوحنیفہؒ نے اپنے آبائی شہر کوفہ میں ہی اکابر مفسرین، محدثین اور فقہا سے علم حاصل کیا۔علم فقہ کے طالب علم کے لیئے اس دور میں کوفہ کی علمی حیثیت کا پتہ چلانا ضروری ہے۔کوفہ ایک ایسا خالص اسلامی شہر تھا۔جو عہد فاروقی ۱۷ء میں حضرت عمرؓ کے حکم سے تعمیر کیا گیا تھا۔اس شہر میں دوسرے مسلمانوں کے علاوہ ۱۵۰۰ صرف صحابہ کرام رہائش پزیر تھے۔اور ان میں ۷۰ صحابہ بدری تھے۔حضرت عمرؓ نے اہل کوفہ کے تعلیمی نظم و نسق کے لیئے ایک عظیم المرتبت صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو بھیجا حضرت عبداللہ ابن مسعود کی علمی قدر و منزلت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے۔کہ حضرت عمرؓ نے اہل کوفہ کو یہ لکھا تھا کہ ''ابن مسعود کی یہاں مجھے خود بھی ضرورت تھی۔لیکن تمہاری ضرورت کو مقدم سمجھتے ہوئے۔اور تم کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہوئے، ایثار کر کے انہیں میں تمہاری تعلیم کے لیئے بھیج رہا ہوں یہ حضورؐ کے نہایت ہی محترم صحابی ہیں ان سے استفادہ کرنے میں غفلت نہ کرنا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حضرت عثمانؓ کے

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

0334-5504551 Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

آخری دور تک لوگوں کو قرآن پاک اور دین کے مسائل کی تعلیم دی۔ان کی تعلیمی جدو جہد کے نتیجے میں ۴۰۰۰ علماء محدثین کوفہ میں پیدا ہوئے۔
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی وفات کے بعد ان کے شاگرد علقمہ نخعیؒ ان کی مسند پر رونق افروز ہوئے۔حضرت علقمہ اگرچہ صحابی نہ تھے مگر علم میں اس قدر ممتاز تھے۔ کہ صحابہ کرام بھی ان سے مسائل پوچھا کرتے تھے۔علقمہ کے بعد ان کی مسند پر ان کے شاگرد ابراھیم نخعیؒ فائز ہوئے۔ وہ اپنے دور کے بلند پایہ محدث اور فقہ کے سب سے بڑھ عالم تھے۔ابراھیم نخعی کے بعد ان کے شاگرد حماد بن ابی سلیمان اس مسند پر بیٹھے۔امام ابوحنیفہؒ نے فقہ کی تعلیم حماد بن ابی سلیمانؒ سے حاصل کی۔گویا اس طرح حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا سارا علم ان کے شاگردوں اور پھر ان کے شاگردوں کے ذریعے امام ابوحنیفہؒ کو منتقل ہوا۔اس کے علاوہ آپ نے حرمین شریفین میں جا کر وہاں کے اکابرین محدثین سے حدیث کی سند لی چنانچہ مکہ مکرمہ میں حضرت عکرمہ اور مدینہ منورہ میں حضرت عمرؓ کے پوتے سالمؒ اور فقہائے سبعہ میں سے سلیمان بن لیارؒ سے حدیث سنی۔اسی بنا پر آپ نے ایک مرتبہ خلیفہ ابوجعفر کے استفسار پر فرمایا تھا کہ میں نے عمر بن خطاب، علی بن ابی طالب، عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس اور ان کے شاگردوں کا علم حاصل کیا ہے۔حماد کے بعد علماء کرام کے اصرار پر امام ابوحنیفہؒ اس مسند پر جلوہ افروز ہوئے۔آپ چونکہ ساری دنیا کے لیئے ایک زندہ جاوید فقہی ذخیرہ چھوڑنا چاہتے تھے۔اس لیے مسند افتاء وتعلیم سنبھالنے کے بعد چوٹی کے علماء کی ۴۰ رکنی مجلس مشاورت تشکیل دی۔جس میں علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ، علم کلام، علم لغت، علم قرآن وغیرہ تمام علوم کے ماہر علماء کو شامل کیا گیا۔اور اسے مدون کیا گیا۔فقہی مسائل کی تعوین کے لیئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ ایک فرضی سوال پیش کیا جاتا کہ اگر فلاں مسئلہ پیش آ جائے۔تو کیا کرنا چاہیے؟ اس مسئلے پر بحث ہوتی جو بسا اوقات کئی کئی دنوں تک جاری رہتی۔پھر جب سب لوگ ایک نتیجے پر پہنچ جاتے۔تو وہ مسئلہ لکھ لیا جاتا۔

**فقہ حنفی کی خصوصیات:**

۱۔ فقہ حنفی کسی ایک شخص کی شخصی رائے اور ذاتی اجتہاد کا نتیجہ نہیں بلکہ (۴۰) علماء وصلی کے مشورے اور اجتماعی رائے سے اس کے اصول وضوابط مقرر کیے گئے ہیں۔

۲۔ فقہ حنفی میں قیاس کا ایک ضمنی ماخذ استحسان ہے۔جس کا دوسرا نام قیاس خفی ہے۔استحسان عمومی مصلحت کو ملحوظ رکھ کر کوئی حکم لگانے کا نام ہے۔

۳۔ اس فقہ میں احکام ومسائل کے استنباط کیلیئے قرآن وسنت کے ظاہری الفاظ کی بجائے ان کی روح کو مدار بنایا گیا ہے۔اسی وجہ سے یہ فقہ فطرت انسانی سے زیادہ اہم آہنگی ومطابقت رکھتا ہے۔

۴۔ اس فقہ کو اپنی جامعیت اور ہمہ گیری کے سبب خلفائے عباسیہ، خلفائے عثمان، سلطان محمود غزنوی اور سلطان نورالدین زنگی جیسے حکمرانوں کی سرپرستی حاصل رہی ہے۔جس کی وجہ سے کافی مدت تک دنیا کے بہت سے علاقوں پر اس کی حکمرانی رہی۔جس کی وجہ سے کافی مدت تک دنیا کے بہت سے علاقوں پر اس کی حکمرانی رہی۔اس بناء پر اس میں دوسرے فقہی مسالک کی نسبت بہت زیادہ وسعت اور نکھار پایا جاتا ہے۔

۵۔ اس فقہ میں فقہی احکام ومسائل کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے جن میں ہر قسم کے حالات ومسائل کا حل موجود ہے۔

۶۔ دنیا کے قریباً دو تہائی مسلمان حنفی مسلک کے پیروکار ہیں۔

**۲۔ فقہ مالکی:** یہ فقہی مسلک امام مالک بن انسؒ کی طرف منسوب ہے۔آپ امام دارالہجرت کے لقب سے مشہور ہیں آپ کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ ۹۳ء میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔آپ تبع تابعین کے طبقے میں سے تھے آپ کی اساتذہ کی تعداد ۹۰۰ تھی۔جن میں سے ۳۰۰ تابعین اور ۶۰۰ تبع تابعین تھے۔عبداللہبن عمرؓ کے شاگرد نافع، امام زہری، امام جعفر صادقؒ جیسے اکابر سے آپ نے علم حاصل کیا۔مدینہ منورہ حضور اکرمؐ کا دارالہجرت، صحابہ کرام کا مسکن اور اسلام کا مرکز ہونے کی وجہ سے حدیث وفقہ کا بھی مرکز تھا۔امام مالکؒ کی فقہ کا مدار بھی اہل مدینہ کے علم وعمل پر ہے۔امام شافعیؒ اور امام محمد بن الحسنؒ آپ کے شاگرد ہیں۔تین عباسی خلفاء ہارون الرشید اور اس کے دونوں بیٹے امین اور مامون بحیثیت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے المئو طا پڑھی۔آپ نے حدیث کی مشہور کتاب الماطا تالیف فرمائی۔اور اسی کتاب کی لوگوں کو تعلیم بھی دیتے تھے۔موطا کو امام شافعیؒ نے کتاب اللہ کے بعد دنیا میں صحیح ترین کتاب قرار دیا ہے۔ اس کتاب میں احادیث نبویؐ کے علاوہ آثار صحابہ وتابعین وفقہا کے اقوال وفتاویٰ اور امام مالکؒ کے اپنے اجتہادات بھی موجود ہیں۔اس کتاب کی ترتیب، فقہی ابواب کے مطابق ہے۔

**مالکی فقہ کی خصوصیات:**

۱۔ اس فقہ کا زیادہ تر مدار کتاب وسنت اور آثار صحابہ وتابعین پر ہے۔اجتہاد وقیاس کا وجود کم ہے۔

۲۔ کتاب وسنت اور اجماع وقیاس کے علاوہ اس فقہ میں اہل مدینہ کے عمل کو بھی ایک اہم مقام حاصل ہے۔

۳۔ اصول فقہ میں مصالح مرسلہ کو بھی قیاس کے ذیل میں شامل کیا گیا ہے۔مصالح مرسلہ سے مراد مصلحت عامہ ہے۔جب کسی معاملہ میں شرعی نص نہ ملتی ہو تو امام مالک مصلحت عامہ کی بنیاد پر اجتہاد کرتے تھے۔

۴۔ اس فقہ میں فقہ حنفی وشافعیؒ کی نسبت بہت کم کتب تصنیف ہوئی ہیں۔

**۳۔ فقہ شافعی:** یہ فقہ امام محمد بن ادریس شافعیؒ کی طرف منسوب ہے۔آپ کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔آپ کی ولادت ۱۵۰ء میں ہوئی۔آپ محمد بن الحسن شیبانی اور

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com 0341-5504551

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

امام مالکؒ کے پیروتھے۔مگر بعد میں حنفی اور مالکی فقہ کے بین بین ایک الگ مسلک اختیار کیا۔حنفی فقہ کی دلیل استحسان اور مالکی فقہ کی دلیل مصالح مرسلہ کو آپ نے ترک کر دیا تھا۔اصول فقہ میں کتاب الام آپ کی مشہور تصنیف ہے۔آپ لغت فقہ اور حدیث کے امام تھے۔آپ نے حدیث میں مسند شافعی اور اختلاف الحدیث تالیف کی ہیں۔آپ کے شاگردوں میں امام احمد بن حنبل، امام داؤد ظاہری اور ابن جریر طبریؒ شامل ہیں۔آپ کی وفات ۲۰۴ء میں مصر میں ہوئی۔

**شافعیؒ فقہ کی خصوصیات:**

۱۔ یہ مسلک حنفی و مالکی مسلک کے بین بین ہے۔

۲۔ تقریباً ہر اختلافی مسلئے میں امام شافعیؒ کے دو قول ملتے ہیں۔ایک قول قدیم دوسرا جدید۔

۳۔ فقہ حنفی کی طرح فقہ شافعی میں تصانیف بہت ہیں۔

۴۔ اس فقہ میں استحسان اور مصالح مرسلہ کو بطور دلیل قبول نہیں کیا گیا۔

۵۔ علم اصول فقہ کی بنیاد اگرچہ امام ابوحنیفہ نے رکھی تھی۔مگر اس کو باقاعدہ ایک فن کی حیثیت دینے میں امام شافعیؒ کو اولیت حاصل ہے۔

۴۔ **مذہب حنبلی:** یہ فقہ امام احمد بن حنبل شیبانیؒ کی طرف منسوب ہے۔آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔آپ کی ولادت بغداد میں ۱۶۴ھ میں ہوئی۔آپ کے اساتذہ کی تعداد ایک سو تک ہے۔جن میں امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن شیبانی، امام شافعی اور امام زفر بن ہذیلؒ جیسے عظیم فقہا و محدثین شامل ہیں۔آپ کو محدثین میں کثیر الروایت، محدث ہونے کا درجہ حاصل ہے۔آپ کی جمع کردہ احادیث کا مشہور ترین مجموعہ مسند احمد بن حنبل ہے۔آپ کے شاگردوں میں امام بخاری، امام مسلم اور امام داؤدؒ جیسے عظیم محدثین شامل ہیں۔امام ابن تیمیہ اور ابن قیبہ جوزیہ رحمہما اللہ جیسے اکابر علماء آپ کی فقہ کے پیروکار رہیں۔آپ کی فقہ کا زیادہ تر مدار کتاب وسنت اور اقوال صحابہؓ پر ہے۔قیاس کی نوبت کم آتی ہے۔امام احمد بن حنبلؒ کی وفات ۲۴۱ھ بغداد میں ہوئی۔

**حنبلی فقہ کی خصوصیات:**

۱۔ اس فقہ کا زیادہ تر مواد روایات پر ہے۔اور اجتہاد و قیاس کی نوبت کم آتی ہے۔

۲۔ اس فقہ میں عام طور پر حدیث کے ظاہری الفاظ پر عمل کیا گیا ہے۔

۳۔ حنبلی مسلک کے پیروکاروں نے تقلید کے رد میں بہت کام کیا ہے۔

**سوال نمبر 2۔ فقہ اسلامی میں اجتہاد و تقلید پر جامع نوٹ لکھیں۔**

**جواب۔**

جائز اجتہاد لفظ "اجتہاد" پانچویں صدی ہجری تک اسی طرح مخصوص معنی میں، یعنی قیاس و اجتہاد بالرائے جو شیعہ نقطہ نظر سے ناجائز ہے، استعمال ہوتا تھا۔ شیعہ علماء • اس وقت تک اپنی کتابوں میں "باب الاجتہاد" اسے رد کرنے اور باطل و ناجائز قرار دینے کے لئے لکھتے تھے، جیسے شیخ طوسی کتاب "عدہ" میں لیکن آہستہ آہستہ یہ لفظ اپنے خصوصی معنی سے باہر آ گیا اور خود سنی علماء نے بھی، جیسے ابن حاجب "مختصر الاصول" میں جس کی شرح عضدی نے لکھی ہے اور مدتوں جامع؟ الازہر کے درسی نصاب میں شامل رہی ہے اور شاید آج بھی شامل ہو۔ان سے پہلے غزالی نے اپنی مشہور کتاب "المستصفی" میں، لفظ اجتہاد کو اجتہاد بالرائے کے اس مخصوص معنی میں استعمال نہیں کیا ہے جو کتاب وسنت کے مقابلے میں ہے، بلکہ انہوں نے شرعی حکم حاصل کرنے کے لئے سعی و کوشش کے اس عالم معنی میں استعمال کیا ہے جسے ان لفظوں میں بیان کیا جاتا ہے۔استفراغ الوسع فی طلب الحکم الشرعی اس تعریف کے مطابق اجتہاد کا مطلب، "معتبر شرعی دلیلوں کے ذریعے شرعی احکام کے استنباط کی انتہائی کوشش کرنا ہے۔" اب رہی یہ بات کہ معتبر شرعی دلیلیں کیا ہیں؟ آیا قیاس واستحسان وغیرہ بھی شرعی دلیلوں میں شامل ہیں یا نہیں یہ ایک علیحدہ موضوع ہے۔

**اجتہاد کی مثالیں**

• احادیث کی درجہ بندی (صحیح، حسن وغیرہ) بھی اجتہادی امر ہے۔اور اس درجہ بندی کے جو اصول ہیں وہ بھی قیاسی ہیں یعنی محدثین کے بنائے ہوئے ہیں جن پر قرآن وحدیث سے کوئی دلیل نہیں۔

• بخاری کو حدیث کی صحیح ترین کتاب ماننا ایک اجتہادی امر ہے جس پر علما کا اجماع ہے۔اس پر قرآن وحدیث سے کوئی دلیل نہیں ہے۔

**حدیث کی اصل غایت فہم ہے**

**حدیث 2**

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ؟ کو فرماتے سنا: "تروتازہ کرے اللہ اس بندے کو جو میری بات سنے اور اس کو اس طرح (آگے) پہنچائے جیسا کہ اس نے اس کو سنا کہ کئی بار جس تک بات پہنچائی جاتی ہے پہنچانے والے سے زیادہ اس کو سمجھتا ہے۔"

**فائدہ:**

• حدیث کی روایت کے دو مقصد ہوتے ہیں: الفاظ رسول اللہ ؟ کو روایت کرنا اور مراد رسول اللہ ؟ کو امت تک پہنچانا۔اس حدیث کے مطابق حدیث کا اصل

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹس کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

03455045551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ،ایف اے ،آئی کام ،بی اے ،بی کام ،بی ایڈ ،بی ایس ،ایم اے ،ایم ایڈ ،ایم ایس سی ،پی ایچ ڈی ،ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبرز پر رابطہ کریں

مقصد فقہ ہی ہے۔

**رسول اللہ ﷺ کے افعال کی درجہ بندی۔** اجتہاد کا ایک موقع آپ ﷺ کے افعال کی درجہ بندی ہے۔اس کی تفصیل یوں ہے کہ آپ ﷺ نے جو کام اپنی حیات پاک میں کیے،ان کا درجہ کبھی فرض ہوتا ہے کبھی واجب یا سنت مؤکدہ یا مستحب یا مخصوص اور بعض موقعوں پر وہ منسوخ بھی ہوتا ہے۔اسی طرح وہ کام جن سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ان میں یہ احتمال ہے کہ وہ حرام تھا یا مکروہ وغیرہ۔ چنانچہ مجتہد اپنی اجتہادی صلاحیت سے طے کرتا ہے کہ آپ ﷺ کا فعل مبارک ہمارے لیے کس درجے کا ہے۔اس اجتہاد کی ضرورت اس لیے پڑتی ہے کہ کسی حدیث سے ہمیں یہ ہدایت نہیں ملتی کہ رسول اللہ ﷺ کا فعل شرعا کس درجے کا تھا۔فقہا نے حدود شرعیہ (یعنی فرض، واجب سنت، مستحب وغیرہ) کا تعین کیا ہے جو ان کا بڑا کارنامہ ہے اور تمام امت اس میں ان کی پیروی کرتی ہے۔البتہ اس درجہ بندی میں مجتہدین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔اس طرح کا اختلاف خود صحابہ کرامؓ میں بھی پایا جاتا تھا۔

اس وقت (پانچویں صدی) سے شیعہ علماء نے بھی یہ لفظ اپنا لیا کیونکہ وہ اس قسم کے اجتہاد کے پہلے سے قائل تھے۔ یہ اجتہاد، جائز اجتہاد ہے، اگرچہ شروع میں یہ لفظ شیعوں کی نظر میں نفرت انگیز تھا لیکن جب اس کا معنی و مفہوم بدل گیا تو شیعہ علماء نے بھی تعصب سے کام نہیں لینا چاہا اور اس کے استعمال سے پرہیز نہیں کیا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ علماء بہت سے مقامات پر مسلمانوں کی جماعت سے اتحاد و یکجہتی اور اسلوب کی رعایت کا بڑا خیال رکھتے تھے، مثلاً اہل سنت، اجماع کو حجت مانتے تھے اور تقریباً قیاس کی طرح اجماع کے لئے بھی اصالت و موضوعیت کے قائل تھے، جبکہ شیعہ اسے نہیں مانتے وہ ایک دوسری چیز کے قائل ہیں، لیکن اسلوب اور وحدت کے تحفظ کی خاطر جس چیز کو خود مانتے تھے اس کا نام اجماع رکھ دیا۔ اہل سنت کہتے تھے شرعی دلیلیں چار ہیں، کتاب، سنت، اجماع، اجتہاد (قیاس)۔شیعہ علماء نے کہا، شرعی دلیلیں چار ہیں، کتاب، سنت، اجماع، عقل۔انہوں نے صرف قیاس کی جگہ عقل رکھ دی۔

**شرعی دلائل اور اجتہاد و تقلید۔**

بہرکیف اجتہاد رفتہ رفتہ صحیح و منطقی معنی میں استعمال ہونے لگا یعنی شرعی دلیلوں کو سمجھنے کے لئے غور و فکر اور عقل کا استعمال اور اس کے لئے کچھ ایسے علوم میں مہارت ضروری ہے جو صحیح و عالمانہ تدبر و تعقل کی استعداد و صلاحیت کا مقدمہ ہیں۔ علمائے اسلام کو تدریجی طور پر یہ احساس ہوا کہ شرعی دلیلوں کے مجموعہ سے احکام کے استخراج و استنباط کے لئے کچھ ابتدائی علوم سے واقفیت ضروری ہے، جیسے عربی ادب، منطق، تفسیر قرآن، حدیث، رجال حدیث، علم اصول حتیٰ دوسرے فرقوں کی فقہ کا علم۔اب مجتہد اس شخص کو کہتے ہیں جو ان تمام علوم میں مہارت رکھتا ہو۔

**جائز و ناجائز اتباع و تقلید**

اسلام میں کسی بھی امام نے شخصی تقلید کی شرعی حیثیت بیان نہیں کی اگر دیکھا جائے تو چاروں ائمہ کرام نے صرف قرآن وحدیث کی روشنی میں مسائل بیان کیے ہیں لیکن دین اسلام کے پیچیدہ مسائل میں اپنی "ذاتی رائے" بھی شامل کی ہے اسی بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے چاروں اماموں نے اپنی تقلید کرنے سے بھی منع فرمایا ہے چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "اگر میرا قول قرآن وحدیث کے مطابق نہ ہو تو اسے دیوار سے مار دو" اسی طرح باقی ائمہ کرام کا بھی یہ موقف ہے کہ پیروی صرف قرآن وصحیح احادیث کی جائز ہے کیونکہ ائمہ اربعہ سے اجتہادی غلطیوں کا خدشہ بہرحال موجود ہے اس لیے عمل اسی بات پر کیا جائے گا جس کا حکم ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو دیا ہے اور فرد واحد کی تقلید نہیں کی جائے گی۔ جس طرح لغت کے اعتبار سے کتیا کے دودھ کو بھی دودھ ہی کہا جاتا ہے اور بھینس کے دودھ کو بھی دودھ کہتے ہیں۔ مگر حکم میں حرام اور حلال کا فرق ہے اسی طرح تقلید کی بھی دو قسمیں ہیں۔اگر حق کی مخالفت کے لیے کسی کی تقلید کرے تو یہ مذموم ہے جیسا کہ کفار و مشرکین، خدا اور رسول ؟ کی مخالفت کے لیے اپنے گمراہ وڈیروں کی تقلید کرتے تھے۔اگر حق پر عمل کرنے کے لیے تقلید کرے کہ میں مسائل کا براہ راستی استنباط نہیں کرسکتا اور مجتہد کتاب وسنت کو ہم سے زیادہ سمجھتا ہے۔اس لیے اس سے خدا اور رسول ؟ کی بات سمجھ کر عمل کرے تو یہ تقلید جائز اور واجب ہے۔

**اجتہاد و مجتہد۔**

یقین سے تو نہیں کہہ سکتا لیکن گمان غالب یہی ہے کہ شیعوں میں اجتہاد و مجتہد کا لفظ اس معنی میں سب سے پہلے علامہ حلی نے استعمال کیا ہے۔علامہ حلی نے اپنی کتاب "تہذیب الاصول" میں "باب القیاس" کے بعد "باب الاجتہاد" تحریر فرمایا ہے، وہاں انہوں نے اجتہاد اس معنی میں استعمال کیا ہے جس معنی میں آج استعمال کیا جاتا ہے اور رائج ہے۔پس شیعی نقطہ نظر سے وہ اجتہاد ناجائز ہے جو قدیم زمانہ میں قیاس و رائے کے معنی میں استعمال ہوتا تھا۔اب چاہے اسے قانون سازی و تشریع کا ایک مستقل مصدر و سرچشمہ مانیں یا واقعی حکم کے استخراج و استنباط کا وسیلہ، لیکن جائز اجتہاد سے مراد فنی مہارت کی بنیاد پر سعی و کوشش ہے۔

پس یہ جو کہا جاتا ہے کہ اسلام میں اجتہاد کیا چیز ہے؟ اس کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اجتہاد جس معنی میں آج استعمال ہو رہا ہے، اس سے مراد صلاحیت اور فنی مہارت ہے۔ظاہر ہے کہ جو شخص قرآن وحدیث سے استفادہ کرنا چاہتا ہے اس کے لئے قرآن کی تفسیر، آیتوں کے معانی، ناسخ و منسوخ اور محکم و متشابہ سے واقفیت، نیز معتبر و غیر معتبر حدیثوں میں تمیز دینے کی صلاحیت ضروری ہے۔اس کے علاوہ صحیح عقلی اصولوں کی بنیاد پر حدیثوں کے آپسی ٹکراؤ کو ممکنہ حد تک حل کر سکتا ہو، مذہب کے اجمالی و متفق علیہ مسائل کو تشخیص دے سکتا ہو، خود قرآنی آیتوں اور حدیثوں میں کچھ کلی اصول و قواعد ذکر کرتے ہوئے ہیں، دنیا کے تمام علوم میں پائے جانے والے تمام اصولوں اور فارمولوں کی طرح ان شرعی اصول و قواعد کے استعمال کے لئے بھی مشق، تمرین، تجربہ اور ممارست ضروری ہے۔ایک

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

ماہر صنعت کار کی طرح اسے یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ مواد کے ڈھیر میں سے کون سا مواد انتخاب کرنا ہے، اس میں مہارت و استعداد ہونی چاہیئے۔ خاص طور سے حدیثوں میں بہت زیادہ الٹ پھیر اور جعل سازی ہوئی ہے، صحیح و غلط حدیثیں آپس میں خلط ملط ہیں، اس میں صحیح حدیث کو غلط حدیث سے تشخیص دینے کی صلاحیت ہونی چاہیئے۔ مختصر یہ کہ اس کے پاس اس قدر ابتدائی و مقدماتی معلومات فراہم ہونی چاہئیں کہ واقعاً اس میں اہلیت، قابلیت، صلاحیت اور فنی مہارت پیدا ہو جائے۔

**تقلید و تتبع کا تاثر۔**

شیخ طوسی نے اپنی کتاب "عدالاصول" میں بعض قدیم علمائکو "مقلدہ" کے نام سے یاد کیا ہے اور ان پر نکتہ چینی کی ہے، تاہم ان کا اپنا کوئی اسکول و دبستان نہیں تھا۔ شیخ طوسی نے انہیں مقلدہ اس لئے کہا ہے کہ وہ اصول دین میں بھی روایتوں سے استدلال کرتے تھے۔ بہرحال اخباریت کا اسکول، اجتہاد و تقلید کے دبستان کے خلاف ہے، جس صلاحیت، قابلیت اور فنی مہارت کے مجتہدین قائل ہیں اخباری اس کے منکر ہیں۔ وہ غیر معصوم کی تقلید حرام جانتے ہیں، اس اسکول کا حکم ہے کہ چونکہ صرف حدیث حجت و سند ہے اور اس میں بھی کسی کو اجتہاد و اظہار نظر کا حق نہیں ہے، لہٰذا عوام پر فرض ہے کہ وہ براہ راست حدیثیں پڑھیں اور ان ہی کے مطابق عمل کریں، بیچ میں کسی عالم کو مجتہد مرجع تقلید اور واسطہ کے عنوان سے تسلیم نہ کریں۔ ملا امین استر آبادی نے، جو اس دبستان کے بانی ہیں اور بذات خود ذہین، صاحِ مطالعہ اور جہان دیدہ تھے، انہوں نے، "الفوائد المدینۃ" نامی ایک کتاب تحریر فرمائی ہے، موصوف نے اس کتاب میں مجتہدوں سے بڑی سخت جنگ لڑی ہے، خاص طور سے عقل کی حجیت کے انکار کے لئے ایڑی چوڑی کا زور صرف فرمایا ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ عقل صرف محسوسات یا محسوسات سے قریب مسائل (جیسے ریاضیات) میں حجت ہے، اس کے سوا اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ بدقسمتی سے یہ فکر اس وقت سامنے آئی جب یورپ میں حسی فلسفہ نے جنم لیا تھا، وہ لوگ علوم (سائنس) میں عقل کی حجیت کے منکر ہوئے اور یہ حضرت دین میں انکار کر بیٹھے، اب یہ نہیں معلوم کہ موصوف نے یہ فکر کہاں سے حاصل کی، ان کی اپنی ایجاد ہے یا کسی سے سیکھا ہے؟

**سوال نمبر 3۔ نکاح میں ولایت کی اقسام اور احکام بیان کریں نیز نفقہ کے وجوب کے اسباب شرائط، احکام تفصیل سے لکھیں۔**

**جواب:**

**نکاح کی تعریف:** نکاح کے لغوی معنی ملانا اور حقیقی معنی جماع کے ہیں۔ نکاح کو قرآن پاک میں حصن یعنی قلعہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس سے مراد زمین کی عفت و عصمت کا تحفظ ہے۔ ''ہدایہ'' میں نکاح کی تعریف اس طرح کی گئی ہے۔ کہ نکاح ایک معاہدہ ہے جس کا مقصد جائز اولاد کا پیدا کرنا ہے۔ ''کنز الدقائق'' میں نکاح کو ایک ایسا معاہدہ کہا گیا ہے۔ جو عورت سے حصول تمتع کی خاطر مالک ہونے کے لیئے کیا جاتا ہے۔ یہی تعریف فتاویٰ عالمگیری میں بھی بیان کی گئی ہے۔ اس طرح ''شرح وقایہ'' میں بھی نکاح کو ایک ایسے معاہدے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس طرح ''شرح وقایہ'' میں بھی نکاح کو ایک ایسے معاہدے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جو اس تمتع کے حلال ہونے کے واسطے جو مرد کو عورت سے حاصل ہوتا ہے۔ وجود میں آتا ہے۔ کتب فقہ میں نکاح کی جو تعریفیں کی گئی ہیں ان سب کا مجموعی مفہوم یہی ہے کہ نکاح ایک ایسا عقد ہے جس سے زوجین کے مابین باہمی فطری تعلق حلال ہوتا ہے۔ نوع انسانی کی حفاظت و ترقی کا مقصد حاصل ہوتا ہے۔ اور ایک دوسرے کی قربت دونوں کے لیئے کشاکش حیات کی دشواریوں کو برداشت کرنے اور عملی زندگی کی زحمتوں کے بعد لطف و آسائش کے لمحات عطا کرنے کا باعث بنتا ہے۔ اس مفہوم کی وضاحت قرآن کریم میں ان الفاظ کے ساتھ کی گئی ہے۔

'' ومن التہ ان خلق لن الفسکم ازواجا لتسکتو ا الیھاو جعل بینکم مودۃ ورحمۃ ان فی ذالک لایت لقوم یتفکرون ''

''اور اسی کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیئے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں۔ تا کہ ان کی طرف مائل ہو کر آرام حاصل کرو اور تم میں محبت اور مہربانی پیدا کر دی''۔ قرآن کریم کی اس آیت اور فقہا کی آراء کی روشنی میں ہم نکاح کی یہ تعریف کر سکتے ہیں۔

''نکاح ایسا عقد ہے جس سے زوجین کے درمیان معاشرت و باہمی تعاون جائز ہو جاتا ہے۔ اور دونوں کو کچھ حقوق حاصل ہو جاتے ہیں۔ اور ان پر کچھ فرائض عائد ہو جاتے ہیں۔''

**نکاح کے ارکان:** نکاح کے دو رکن (اجزائے لازمی) ہیں جن کے بغیر نکاح کی تکمیل نہیں ہو سکتی ان میں سے ایک تو ایجاب ہے۔ یعنی وہ الفاظ جو ولی یا ولی کے قائم مقام کی طرف سے کہے جائیں۔ دوسرے قبول یعنی وہ الفاظ جو خاوند یا اس کے قائم مقام کی طرف سے کہے جائیں۔ عرض عقد نکاح سے مراد ایجاب و قبول اور ان دونوں کا باہم مربوط ہونا ہے۔

**شرائط نکاح:** فقہ حنفی کے مطابق نکاح کی بعض شرائط کا تعلق صیغہ (الفاظ نکاح سے ہے بعض کا عاقدین (فریقین عقد) سے ہے۔ اور بعض کا تعلق گواہی (شہادت) سے ہے۔

**الفاظ نکاح کی شرائط:**

**ا۔ صیغہ:** (الفاظ نکاح) ایجاب و قبول کو کہتے ہیں۔ اس کی چند شرطیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کے لیئے مخصوص الفاظ ادا کیے جائیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ وہ الفاظ جو عقد نکاح کے لیئے استعمال کیے جائیں۔ یا تو صریح ہوں گے یا کنایہ (یعنی غیر صریح)۔ صریح الفاظ'' تزوتج '' یا '' النکاح'' ہیں (یعنی زوجیت میں دینا یا

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

نکاح کرنا)
اس کا مطلب یہ ہے کہ نکاح میں جو الفاظ استعمال کئے جائیں ان میں نکاح یا زواج کے الفاظ ضرور آئیں۔ مثلاً کہا جائے۔ زوجت یا تزوجت یعنی میں نے زوجیت میں لیا مثلاً یوں کہنا زوجینی لفسك یعنی تم اپنے آپکو میری زوجیت میں دے دو۔ اس پر وہ کہے زوجت یا قبلت یعنی میں نے زوجیت میں دیا یا قبول کر لیا۔

**۲۔ ایک نشست میں ایجاب وقبول:** الفاظ نکاح کی دوسری شرط یہ ہے کہ ایجاب وقبول ایک ہی نشست میں (یا اسی جگہ) ہو اگر عورت کہے کہ میں نے اپنا نفس تمہاری زوجیت میں دے دیا یا کسی شخص نے کہا کہ میں اپنی بیٹی تمہارے نکاح میں دے دی اور مخاطب قبول کرنے سے پہلے وہاں سے جانے کا ارادہ کرنے لگا اور بعد میں کہا میں نے قبول کر لیا تو نکاح نہ ہوگا۔ اسی طرح اس صورت میں بھی جبکہ فریقین میں سے ایک شخص موجود نہ ہو اور عورت دو گواہوں کے سامنے کہے کہ میں نے اپنا عقد فلاں سے کیا۔ اور وہ شخص موجود نہیں ہے۔ لیکن جب اسے اس کا علم ہوا تو دو گواہوں کے سامنے اس نے کہا کہ میں نے قبول کیا۔ تو نکاح نہ ہوگا۔ دو گواہوں کے سامنے اس نے کہا کہ میں نے قبول کیا۔ تو نکاح نہ ہوگا۔ کیونکہ عقد نکاح کے لیئے شرط یہ ہے کہ ایجاب وقبول ایک ہی مجلس میں ہوں۔

**ولایتِ نکاح:** امام احمد اور امام شافعی رحمتہ اللہ کے نزدیک عورت اگرچہ بالغ ہو، اپنا نکاح خود منعقد نہیں کر سکتی، بلکہ اس کا قریب ترین رشتہ دار اس کی جانب سے اُس کا عقدِ نکاح کرے گا اور یہ قریب ترین رشتہ دار جو کہ عقدِ نکاح کے وقت موجود ہو وہ اس عورت کا ولی ہوگا۔

امام شافعی رحمتہ اللہ کی دلیل حضرت عائشہؓ سے مروی، رسول اللہ کی یہ حدیث ہے کہ آپؐ نے فرمایا:
"جو عورت بغیر ولی نکاح کرے اس کا نکاح باطل ہے، باطل ہے، باطل ہے۔"
اگر ایسے نکاح کے بعد شوہر قربت کر چکا ہو تو مہر دینا ہوگا جس عورت کا کوئی ولی نہ ہو حاکم وقت اس کا ولی ہوگا۔ امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ کے نزدیک عاقل، بالغ لڑکی اپنا نکاح خود کر سکتی ہے اگر اس عورت کا نکاح اس کا ولی کرا دے تو یہ مستحب ہوگا۔

**ولایت کی قسمیں:** ولایت کی دو قسمیں ہیں۔
ا۔ ولایت اختیار ۲۔ ولایت اجبار
ولایت اختیار عاقل، بالغ لڑکی پر ولی کا اختیار ہے جس کی امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک صورت یہ ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر عاقل بالغ لڑکی کا نکاح بھی درست نہیں ہے۔ بلکہ باطل ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ ولایت مستحب کے درجے میں ہے۔ ولایت اختیار یہ کا ہونا پسندیدہ ہے۔ لیکن اگر کوئی بالغ لڑکی از خود نکاح کرے تو درست ہے اور نکاح ہو جائے گا۔ خواہ وہ باکرہ (کنواری) ہو یا ثیبہ (جو کم از کم ایک دفعہ اپنے شوہر کے ساتھ ہم بستر ہو چکی ہو) اس راس کے اولیاء کو اس پر اعتراض کا حق نہیں ہوگا ہاں اگر بالغ لڑکی اپنا نکاح غیر کفؤ میں ولی کی رضا مندی کے بغیر کرے تو امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ سے یہ قول مروی ہے اور فتویٰ بھی اسی پر ہے کہ اس کا نکاح درست نہیں ہے ایک قول یہ ہے کہ ولی کو اعتراض کا حق حاصل ہوگا وہ عدالت سے نکاح کی تفریق کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ البتہ اگر اس شوہر سے بچہ ہو گیا ہو یا کہ اب بچے کے حقوق کا تحفظ مقدم ہو گیا ہو۔ اگر عورت نے نکاح کفو میں کیا ہو لیکن اُس کا مہر مثل سے کم ہو تو ولی "مہر مثل" کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ اگر شوہر قبول کرے تو درست ورنہ ولی کو عدالت میں مقدمہ دائر کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ اگر ولی موجود نہ ہو تو کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔ خواہ اس نے غیر کفؤ میں نکاح کیا ہو یا مہر مثل سے کم مہر پر نکاح کیا ہے اس لیے کہ اس صورت میں بالغ لڑکی کو اپنے نکاح کا مکمل اختیار حاصل ہے۔ اس مسئلے میں حنفی فقہاء کی دلیل قرآن کی یہ آیات ہیں۔

**فان طلقها فلا تعل له من بعد متى تنكع زوجا غيرهٔ فان طلقها فلا جناح عليهما ان يترا جعا ان ظنا ان يقيما حدود الله و تلك حدود الله يبينها لقوم يعلمون ۰** (البقرہ ۲:۲۳۰)

"پھر اگر شوہر (دو طلاقوں کے بعد تیسری) طلاق عورت کو دے دے تو اس کے بعد جب تک عورت کسی دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے۔ اس (پہلے شوہر) پر حلال نہ ہوگی۔ ہاں اگر دوسرا خاوند بھی طلاق دیدے اور عورت اور پہلا خاوند پھر ایک دوسرے کی طرف رجوع کر لیں تو ان پر کچھ گناہ نہیں۔ شرطیکہ دونوں یقین کر لیں کہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم رکھ سکیں گے اور اللہ کی حدیں ہیں۔ ان کو وہ ان لوگوں کے لیے بیان فرمایا ہے جو علم رکھتے ہیں۔"
ولایت اجبار کا مطلب یہ ہے کہ ولی اپنے زیر ولایت افراد کا نکاح اس کی اجازت اور مرضی کے بغیر کر دے چنانچہ ولی نابالغ لڑکے اور لڑکی اور مجنون وغیرہ کا نکاح بغیر ان کی رضا مندی کے کر سکتا ہے۔

**کفائتِ نکاح:** اسلام میں عزت وعظمت کا معیار نہ نسبت ہے، نہ دولت ہے نہ پیشہ ہے، نہ کوئی نسب اشرف ہے، نہ کوئی نسب ارذل ہے، نہ دولت مندی شرافت کی دلیل ہے اور نہ غریبی و مفلسی، رذالت کو متلزم ہے۔ کوئی پیشہ ذلیل نہیں ہے۔ ہر پیشہ لائق تحسین ہے عزت وشرف کا معیار آدمی کا حسن عمل اور خوبی وکردار ہے جسے اسلام نے تقویٰ سے تعبیر فرمایا ہے: **ان اکرم کم عند الله اتقا کم** (المحجرات ۴۹:۱۳)
"تم میں سب سے زیادہ معزز شخص وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والا ہو"
لیکن چونکہ نکاح ایک ایسا معاہدہ ہے جس سے ایک نئے خاندان کی تشکیل ہوتی ہے۔ مضبوط اور مستحکم خاندان مضبوط معاشرے کی تاسیس وتعمیر میں اہم کردار ادا کرتا

03345504551
Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے، ایم اے، ایم فل کی ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹس مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

ہے۔اس لیے اسلام نے تما ایسی تدابیر اختیار کی ہیں جن سے خاندان میں باہمی الفت ومحبت فروغ پائے اور میاں بیوی کا ازدواجی تعلق کسی ناخوش گوار بات کا ہدف نہ بنے اس مقصد کے لیے میاں بیوی کا سماجی طور پر ہم پلہ ہونا بھی موزوں سمجھا گیا ہے۔

**کفائت کے معنی:** کفائت کے لفظی معنی ہمسری و برابری" کے ہیں۔ بالعموم ان دو اشخاص کو ایک دوسرے کا کفو کہا جا تا ہے۔ جو مسلمان ہوں، ہم نسب ہوں، آزاد ہوں، نیز پیشہ، دیانت داری اور حال داری میں مساوی حیثیت کی یکسانیت کفائت کہلاتی ہے۔اس یکسانیت کا فائدہ یہ کہ ازدواجی زندگی کم سے کم مسائل سے دوچار ہوتی ہے۔ جب کہ اس یکسانیت کے نہ ہونے کی صورت میں بہت سے معاشی اور سماجی مسائل ایسے پیدا ہو سکتے ہیں جو میاں بیوی میں اختلاف پیدا کر دیں اور ان کی زدواجی زندگی کے لیے خطرہ بن جائیں۔ یہاں اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ کفائت اسے کہا جاتا ہے کہ مرد عورت کے ہمسر اور برابر ہو، یہ ضروری نہیں ہے۔کہ عورت مرد کے ہمسر اور برابر ہو۔ بالفاظ دیگر کفائت کے اصول میں عورت کے حقوق کا تحفظ مطلوب ہے۔ اس امر میں تمام ائمہ متفق ہیں کہ نکاح میں مردوں کا عورتوں کے لیے کفو ہونا معتبر ہے۔عورتوں کا مردوں کے لیے کفو ہونا ضروری نہیں کیوں کہ اگر عورت مرد کی کفو نہ بھی ہو تو زوجہ ہونے کے اسباب اپنے شوہر کی ہمسر سمجھی جائے گی۔

**امور کفائت:**

| | | |
|---|---|---|
| اسلام | نسب | آزادی |
| پیشہ | دیانت | مالداری |

مالکی مسلک کے فقہاء کے نزدیک صرف دو امور میں مرد کا عورت کے ہمسر ہونا کافی ہے۔ایک دین داری اور دوسرے عیوب سے پاک ہونا جن کے سبب عورت کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے۔مثلاً برص، جنون، جزام وغیرہ۔امام مالک کے نزدیک نسب آزادی، پیشہ، یا مال وغیرہ غیر اعتباری چیزیں ہیں۔شافعی رحمتہ اللہ مسلک کے فقہاء کے نزدیک کفائت حسب ذیل چار چیزیں قابلِ اعتبار ہیں۔

| | |
|---|---|
| نسب | دین |
| آزادی | پیشہ (صرفہ) |

امام شافعیؒ دیانت کو کوئی علیحدہ امر کفائت قرار نہیں دیتے۔اس طرح مال کو بھی کیوں کہ ہر لحظہ کم وبیش ہونے والی شے ہے لیکن احناف کے نزدیک امور کفائت اسلام، نسب، آزادی، پیشہ، دیانت داری اور مال ہیں۔

**کفائت کا اعتبار نکاح کے وقت ہے:** تمام ائمہ اس امر پر متفق ہیں کہ کفائت کا اعتبار نکاح کے وقت کیا جائے گا۔نکاح کے بعد اس کا ٹائم دینا معتبر نہیں۔ چنانچہ یہ سوال کہ شوہر عورت کے ہمعصر اور برابر ہے یا نہیں۔اس کا فیصلہ اس وقت کے حالات وشواہد سے کیا جائے گا۔ جب نکاح ہوا ہو۔ اگر بعد میں عدم کفائت کے اسباب پیدا ہوئے ہوں تو عدم کفائت کی بناء پر نکاح فسخ نہیں ہوگا۔مثال کے طور پر نکاح کے وقت مرد نیک اور پرہیز گار تھا لیکن بعد میں فاسق وفاجر ہو گیا تو عدم کفائت کی بنا پر نکاح فسخ نہیں کرایا جا سکے گا۔

**عدم کفائت پر اعتراض:** امام ابوحنیفہؒ نے ایسے نکاح کو درست قرار دیا ہے جو بالغہ عورت نے غیر کفو میں کرلیا ہو۔ بعد میں امام ابو یوسفؒ و امام محمد رحیم اللہؒ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا تھا۔البتہ اگر کسی لڑکی نے غیر کفو میں اپنی مرضی سے نکاح کر لیا ہے تو اس کے اولیاء کو اس پر اعتراض کرنے کا حق حاصل ہوگا۔اور وہ عدالت سے رجوع کر کے نکاح کو فسخ کرا سکتے ہیں لیکن اگر لڑکی اور لڑکی کے تمام اولیاء کی رضا مندی سے غیر کفو میں نکاح ہوا ہے تو امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام مالکؒ بالا تفاق ایسے نکاح کو درست تسلیم کرتے ہیں۔اس پر کسی کو اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے۔البتہ امام احمد بن جنبلؒ فرماتے ہیں کہ یہ نکاح باطل ہے۔ایسا نکاح درست نہیں ہو سکتا۔عدم کفائت کی بناء پر اگر عدالت نے زوجین میں تفریق کرا دی (اگر زوجین کم از کم ایک مرتبہ حق زوجیت ادا کر چکے یعنی ہم بستر ہو چکے ہوں) دخول نہ ہوا ہو تو نہ کوئی مہر واجب ہوگا اور نہ عدت۔لیکن اگر دخول ہو گیا تو زوجہ مہر کی مستحق ہوگی اور عدت لازم ہوگی۔ نیز دوران عدت مرد پر نفقہ بھی واجب ہوگا۔

## سوال نمبر4۔ محرمات نکاح پر فقہ اسلامی کی روشنی میں تفصیل سے بحث کیجیے

**جواب:**

**محرمات:** اسلامی شریعت میں جن عورتوں سے نکاح کو حرام قرار دیا گیا ہے انہیں محرمات کہا جاتا ہے۔محرمات کی دو قسمیں ہیں۔

ا۔ محرماتِ ابدیہ ۲۔ محرمات وقتیہ

**ا۔ محرماتِ ابدیہ:** یعنی وہ عورتیں جن سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہے۔

**۲۔ محرمات وقتیہ:** یعنی وہ عورتیں جو کسی خاص حالت کی بناء پر حرام ہیں اور اس حالت کے ختم ہو جانے کے بعد حلال ہو جاتی ہیں۔قرآن کریم میں محرمات کی تفصیل آئی ہے۔

’’اور نہ لاؤ جن عورتوں کو نکاح میں لائے تمہارا باپ مگر جو پہلے ہو چکا یہ بے حیائی ہے اور کام ہے غصب کا اور برا چلن ہے۔حرام ہوئی ہیں تم پر تمہاری مائیں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 0345-5504557

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک،ایف اے،آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے اسائنمنٹس گیس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے آئی ڈی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بیٹیاں بھائی کی اور بیٹیاں بہن کی اور جن ماؤں نے تم کو دودھ پلایا۔ جن سے تم نے صحبت کی اور تم نے ان سے صحبت نہیں کی تو تم پر کچھ گناہ نہیں اس نکاح میں اور عورتیں تمہارے بیٹوں کی جو تمہاری پشت ہیں۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے“

ا۔ والد کی منکوحہ سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے یعنی اگر کسی کے والد نے کسی ایسی عورت سے نکاح کیا ہو جو اس لڑکے کی ماں نہ ہو تو اس سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ والد کے علاوہ دادا، نانا، پردادا، اور پرنانا نے جس عورت سے نکاح کیا ہو اس سے بھی نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

۲۔ نیز اپنی ماؤں سے ۳۔ اپنی بیٹیوں، پوتیوں، نواسیوں، پڑپوتیوں اور پڑنواسیوں وغیرہ سے نکاح جائز نہیں ہے۔

۴۔ اپنی بہنوں سے ۵۔ اپنی پھوپھیوں سے ۶۔ اپنی خالاؤں سے ۷۔ اپنی بھانجیوں سے

۸۔ اپنی بھتیجیوں سے ۹۔ نیز اپنی رضاعی ماؤں سے ۱۰۔ اپنی رضاعی بہنوں سے

۱۱۔ اپنی خوش دامنوں سے (ساس)

**حقوقِ زوجین:** صحیح عقدِ نکاح ہو جانے کے بعد اس کے اثرات ونتائج مرتب ہو جاتے ہیں اور حقوق زوجیت ثابت ہو جاتے ہیں ان حقوق کی تین قسمیں ہیں:

ا۔ بیوی کے حقوق جو شوہر پر عائد ہوتے ہیں۔

۲۔ شوہر کے حقوق جو بیوی پر عائد ہوتے ہیں۔

۳۔ دونوں کے درمیان مشترکہ حقوق۔

بیوی کے جو حقوق شوہر پر عائد ہوتے ہیں ان میں سے بعض مالی حقوق ہیں مثلاً مہر اور نان ونفقہ اور کچھ حقوق غیر مالی ہیں۔ شوہر پر لازم ہے کہ وہ بیوی کے ساتھ حق و انصاف سے پیش آئے اور کسی طرح کی کوئی ایسی بات نہ کرے جو ناانصافی کے زمرے میں آتی ہو اور اگر ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان کے درمیان عدل وانصاف کرے۔ شوہر پر بیوی کا سب سے پہلے حق عائد ہوتا ہے اور جواز دواجی زندگی کی بقا کے لیے ناگزیر ہے وہ یہ کہ شوہر بیوی کے ساتھ حسن سلوک کرے اور اس سے اچھا معاملہ کرے اس کی عزت واحترام کرے اور بیوی کی دلداری اور تالیف کے لیے اسے ہدیہ اور تحفہ دے۔ غرض حسن معاشرت کے تمام جائز اور ممکن طریقے اختیار کرے بیوی کے ساتھ حسن معاشرت اختیار کرنے کے بارے میں قرآن کریم کا حکم بالکل واضح ہے:

”ان کے ساتھ اچھی معاشرت اختیار کرو۔“

اخلاق کی بلندی اور کردار کی عظمت کا حقیقی اظہار عائلی زندگی ہی میں ہوتا ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ نے تو حسن سلوک کو کمال ایمان کی علامت بتایا ہے آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

”کمال ایمان والا وہ شخص ہے جس کا اخلاق اچھا، اور تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔“

شوہر کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ بیوی کی عزت وناموس کی حفاظت کرے اور اس کی عزت پر کسی طرح کا حرف نہ آنے دے لیکن بیوی کے معاملے میں شوہر کی غیرت دائرہ اعتدال میں رہنی چاہیے یہ نہ ہو کہ خود بیوی پر عدم اعتماد کا اظہار کرنے لگے اور بدگمانی کا شکار ہو جائے اور اس کے عیوب پر نظر رکھے بلکہ شوہر کا فرض ہے کہ بیوی پر اعتماد کرے اور اس کی خوبیوں پر نظر رکھے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

کوئی مومن شخص کسی مومن عورت سے نفرت نہ کرے کیوں کہ اگر اس کی ایک بات ناپسندیدہ ہوگی تو یقیناً دوسری بات پسندیدہ ہوگی۔

**سوال نمبر 5: ولایت نکاح اور کفائت پر مفصّل نوٹ تحریر کیجیے۔** (20)

**جواب: ولایتِ نکاح:** امام احمد اور امام شافعی رحمۃ اللہ کے نزدیک عورت اگرچہ بالغ ہو، اپنا نکاح خود منعقد نہیں کر سکتی، بلکہ اس کا قریب ترین رشتہ دار اس کی جانب سے اُس کا عقدِ نکاح کرے گا اور یہ قریب ترین رشتہ دار جو کہ عقد نکاح کے وقت موجود ہو وہ اس عورت کا ولی ہوگا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ کی دلیل حضرت عائشہؓ سے مروی، رسول اللہ کی یہ حدیث ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

"جو عورت بغیر ولی نکاح کرے اس کا نکاح باطل ہے، باطل ہے، باطل ہے۔"

اگر ایسے نکاح کے بعد شوہر قربت کر چکا ہو تو مہر دینا ہوگا جس عورت کا کوئی ولی نہ ہو حاکم وقت اس کا ولی ہوگا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک عاقل، بالغ لڑکی اپنا نکاح خود کر سکتی ہے اگر اس عورت کا نکاح اس کا ولی کرا دے تو یہ مستحب ہوگا۔

**ولایت کی قسمیں:** ولایت کی دو قسمیں ہیں۔

ا۔ ولایت اختیار ۲۔ ولایت اجبار

ولایت اختیار عاقل، بالغ لڑکی پر ولی کا اختیار ہے جس کی امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک صورت یہ ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر عاقل بالغ لڑکی کا نکاح بھی

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ۔گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

درست نہیں ہے۔ بلکہ باطل ہے۔امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ ولایت مستحب کے درجے میں ہے۔ولایت اختیار یہ کا ہونا پسندیدہ ہے۔لیکن اگر کوئی بالغ لڑکی از خود نکاح کرے تو درست ہے اور نکاح ہو جائے گا۔خواہ وہ باکرہ ( کنواری ) ہو یا ثیبہ ( جو کم از کم ایک دفعہ اپنے شوہر کے ساتھ ہم بستر ہو چکی ہو ) اس اس کے اولیاء کو اس پر اعتراض کا حق نہیں ہو گا ہاں اگر بالغ لڑکی اپنا نکاح غیر کفؤ میں ولی کی رضامندی کے بغیر کرے تو امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ سے یہ قول مروی ہے اور فتویٰ بھی اسی پر ہے کہ اس کا نکاح درست نہیں ہے ایک قول یہ ہے کہ ولی کو اعتراض کا حق حاصل ہو گا وہ عدالت سے نکاح کی تفریق کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ البتہ اگر اس شوہر سے بچہ ہو گیا ہو یا کہ اب بچے کے حقوق کا تحفظ مقدم ہو گیا ہو۔اگر عورت نے نکاح کفو میں کیا ہو لیکن اُس کا مہر مثل سے کم ہو تو ولی "مہر مثل" کا مطالبہ کر سکتا ہے۔اگر شوہر قبول کرے تو درست ورنہ ولی کو عدالت میں مقدمہ دائر کرنے کا حق حاصل ہو گا۔اگر ولی موجود نہ ہو تو کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔خواہ اس نے غیر کفؤ میں نکاح کیا ہو یا مہر مثل سے کم مہر پر نکاح کیا ہے اس لیے کہ اس صورت میں بالغ لڑکی کو اپنے نکاح کا مکمل اختیار حاصل ہے۔اس مسئلے میں حنفی فقہاء کی دلیل قرآن کی یہ آیات ہیں۔

**فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيرهٗ فان طلقها فلا جنا ح عليهما ان يترا جعا ان ظنا ان يقيما حدود الله و تلك حدود الله يبينها لقوم يعلمون** ہ(البقرہ۲:۲۳۰)

"پھر اگر شوہر ( دو طلاقوں کے بعد تیسری ) طلاق عورت کو دے دے تو اس کے بعد جب تک عورت کسی دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے۔اس ( پہلے شوہر ) پر حلال نہ ہو گی۔ہاں اگر دوسرا خاوند بھی طلاق دیدے اور عورت اور پہلا خاوند پھر ایک دوسرے کی طرف رجوع کر لیں تو ان پر کچھ گناہ نہیں۔شرطیکہ دونوں یقین کر لیں کہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم رکھ سکیں گے اور اللہ کی حدیں ہیں۔ان کو وہ ان لوگوں کے لیے بیان فرمایا ہے جو علم رکھتے ہیں۔"

ولایت اجبار کا مطلب یہ ہے کہ ولی اپنے زیر ولایت افراد کا نکاح اس کی اجازت اور مرضی کے بغیر کر دے چنانچہ ولی نابالغ لڑکے اور لڑکی اور مجنون وغیرہ کا نکاح بغیر ان کی رضامندی کے کر سکتا ہے۔

**کفائتِ نکاح:** اسلام میں عزت وعظمت کا معیار نہ نسبت ہے، نہ دولت ہے نہ پیشہ ہے، نہ کوئی نسب اشرف ہے، نہ کوئی نسب ارذل ہے، نہ دولت مندی شرافت کی دلیل ہے اور نہ غریبی ومفلسی، رذالت کو علامت ہے۔کوئی پیشہ ذلیل نہیں ہے۔ہر پیشہ لائق تحسین ہے عزت وشرف کا معیار آدمی کا حسن عمل اور خوبی و کردار ہے جسے اسلام نے تقویٰ سے تعبیر فرمایا ہے: **ان اکرم کم عند الله اتقا کم** ( الحجرات۴۹:۱۳)

"تم میں سب سے زیادہ معزز شخص وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والا ہو"

لیکن چونکہ نکاح ایک ایسا معاہدہ ہے جس سے ایک نئے خاندان کی تشکیل ہوتی ہے۔مضبوط اور مستحکم خاندان مضبوط معاشرے کی تاسیس وتعمیر میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔اس لیے اسلام نے تمام ایسی تدابیر اختیار کی ہیں جن سے خاندان میں باہمی الفت ومحبت فروغ پائے اور میاں بیوی کا ازدواجی تعلق کسی ناخوشگوار بات کا ہدف نہ بنے اس مقصد کے لیے میاں بیوی کا سماجی طور پر ہم پلہ ہونا بھی موزوں سمجھا گیا ہے۔

**کفائت کے معنی:** کفائت کے لفظی معنی ہمسری وبرابری" کے ہیں۔بالعموم ان دو اشخاص کو ایک دوسرے کا کفو کہا جاتا ہے۔جو مسلمان ہوں، ہم نسب ہوں، آزاد ہوں، نیز پیشہ، دیانت داری اور حال داری میں مساوی حیثیت کی یکسانیت کفائت کہلاتی ہے۔اس یکسانیت کا فائدہ یہ کہ ازدواجی زندگی کم سے کم مسائل سے دوچار ہوتی ہے۔جب کہ اس یکسانیت کے نہ ہونے کی صورت میں بہت سے معاشی اور سماجی مسائل ایسے پیدا ہو سکتے ہیں جو میاں بیوی میں اختلاف پیدا کر دیں اور ان کی ازدواجی زندگی کے لیے خطرہ بن جائیں۔یہاں اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ کفائت اسے کہا جاتا ہے کہ مرد عورت کے ہمسر اور برابر ہو، یہ ضروری نہیں ہے۔کہ عورت مرد کے ہمسر اور برابر ہو۔بالفاظ دیگر کفائت کے اصول میں عورت کے حقوق کا تحفظ مطلوب ہے۔اس امر میں تمام ائمہ متفق ہیں کہ نکاح میں مردوں کا عورتوں کے لیے کفو ہونا معتبر ہے۔عورتوں کا مردوں کے لیے کفو ہونا ضروری نہیں کیوں کہ اگر عورت مرد کی کفو نہ بھی ہو تو زوجہ ہونے کے اسباب اپنے شوہر کی ہمسر سمجھی جائے گی۔

**امور کفائت:**

اسلام نسب آزادی

پیشہ دیانت مالداری

مالکی مسلک کے فقہاء کے نزدیک صرف دو امور میں مرد کا عورت کے ہمسر ہونا کافی ہے۔ایک دین داری اور دوسرے عیوب سے پاک ہونا جن کے سبب عورت کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے۔مثلاً برص، جنون، جزام وغیرہ۔امام مالک کے نزدیک نسب آزادی، پیشہ، یا مال وغیرہ غیر اعتباری چیزیں ہیں۔شافعی رحمتہ اللہ مسلک کے فقہاء کے نزدیک کفائت حسب ذیل چار چیزیں قابلِ اعتبار ہیں۔

نسب دین

آزادی پیشہ (صرفہ)

امام شافعیؒ دیانت کو کوئی علیحدہ امر کفائت قرار نہیں دیتے۔اس طرح مال کو بھی کیوں کہ ہر لحظہ کم وبیش ہونے والی شے ہے لیکن اصناف کے نزدیک امور کفائت

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اختیاری مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک ایف اے آئی کام ،بی اے بی کام ،بی ایڈ، بی ایس ،ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

اسلام، نسب، آزادی، پیشہ، دیانت داری اور مال ہیں۔

**کفائت کا اعتبار نکاح کے وقت ہے:** تمام ائمہ اس امر پر متفق ہیں کہ کفائت کا اعتبار نکاح کے وقت کیا جائے گا۔ نکاح کے بعد اس کا ٹائم دینا معتبر نہیں۔ چنانچہ یہ سوال کہ شوہر عورت کے ہمعصر اور برابر ہے یا نہیں۔ اس کا فیصلہ اس وقت کے حالات و شواہد سے کیا جائے گا۔ جب نکاح ہوا ہو۔ اگر بعد میں عدم کفائت کے اسباب پیدا ہوئے ہوں تو عدم کفائت کی بناء پر نکاح فسخ نہیں ہوگا۔ مثال کے طور پر نکاح کے وقت مرد نیک اور پرہیز گار تھا لیکن بعد میں فاسق و فاجر ہو گیا تو عدم کفائت کی بنا پر نکاح فسخ نہیں کرایا جا سکے گا۔

**عدم کفائت پر اعتراض:** امام ابو حنیفہؒ نے ایسے نکاح کو درست قرار دیا ہے جو بالغہ عورت نے غیر کفو میں کر لیا ہو۔ بعد میں امام ابو یوسفؒ و امام محمد رحیم اللہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا تھا۔ البتہ اگر کسی لڑکی نے غیر کفو میں اپنی مرضی سے نکاح کر لیا ہے تو اس کے اولیاء کو اس پر اعتراض کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ اور وہ عدالت سے رجوع کر کے نکاح کو فسخ کرا سکتے ہیں لیکن اگر لڑکی اور لڑکی کے تمام اولیاء کی رضا مندی سے غیر کفو میں نکاح ہوا ہے تو امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام مالکؒ بالاتفاق ایسے نکاح کو درست تسلیم کرتے ہیں۔ اس پر کسی کو اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے۔ البتہ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ یہ نکاح باطل ہے۔ ایسا نکاح درست نہیں ہوسکتا۔ عدم کفائت کی بناء پر اگر عدالت نے زوجین میں تفریق کرا دی (اگر زوجین کم از کم ایک مرتبہ حقِ زوجیت ادا کر چکے یعنی ہم بستر ہو چکے ہوں) دخول نہ ہوا ہو تو نہ کوئی مہر واجب ہوگا اور نہ عدت۔ لیکن اگر دخول ہو گیا تو زوجہ مہر کی مستحق ہوگی اور عدت لازم ہوگی۔ نیز دوران عدت مرد پر نفقہ بھی واجب ہوگا۔

**سوال نمبر 6:** حقوق زوجین پر فقہ اسلامی کی روشنی میں تفصیلی بحث کیجیے۔ (20)

**جواب:** اللہ سبحانہ نے انسان پر بڑا فضل و کرم فرمایا کہ مرد کو چار تک نکاح کرنے کی اجازت دی ہے۔ بشرطیکہ مرد ایک سے زائد بیویوں کے درمیان عدل کر سکے۔ اور نفقہ اور رہائش میں منصفانہ طرز عمل اختیار کر سکے۔

قرآن میں تعدد ازواج کی اجازت: قرآن کریم میں ارشاد ہے:

**وان خفتم الا تقسطوفی الیتٰمی فانکحوماطاب لکم من النساء مثنیٰ وثلٰث وربٰع(ط)فان خفتم الا تعدلوفواحدۃ او ماملکت ایمٰنکم ذالك ادنیٰ الا تعولو** (النساء،۴:۳)

اور اگر تم کو اس بات کا خوف ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو پھر جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کر لو، دو دو، تین تین، چار چار اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک عورت سے ہی شادی کرو۔ النساء، ۴:۳

قرآن کریم نے اس آیت میں ایک سے زائد شادیوں کی اجازت عدل کی شرط کے ساتھ دی ہے اور اس امر کی بھی وضاحت کر دی ہے کہ اگر آدمی عدل کرنے سے قاصر ہو تو اسے ایک بیوی پر اکتفا کرنا چاہیئے۔ تعدد ازواج نہ واجب ہے اور نہ مستحب، بلکہ صرف جائز ہے اور اس کی متعدد حکمتیں اور معاشرتی تقاضے ہیں۔ جن سے اس مسئلہ میں صرف نظر نہیں کرنا چاہیے۔

اسلام تمام انسانیت کے لیے ایک جامع ہدایت اور مکمل ضابطہ حیات ہے۔ یہ پیغام تمام انسانیت کیلئے ہے اور مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس پیغام ہدایت کو دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچائیں۔ اس اہم فریضے کی انجام دہی اسی وقت ممکن ہو سکتی ہے جب مسلمانوں کو ایسی مضبوط حکومت حاصل ہو جو علم، فوجی تجارت، تجارت، زراعت اور صنعت و حرفت کی تمام صلاحیتوں سے بہرہ ور ہو۔ اس کا اقتدار مضبوط و مستحکم ہو اور اس کو برقرار رکھنے کی قدرت رکھتی ہو۔

نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق اسلام غلبہ اور اظہار کے لیے آیا ہے۔ اسلام کا مزاج ہی رفعت و ترفع اور غلبہ اور ہمہ گیری ہے۔ ''اسلام سربلند ہے اس پر غالب آنے والی کوئی شے نہیں''۔

حقوق زوجین: صحیح عقد نکاح ہو جانے کے بعد اس کے اثرات و نتائج مرتب ہو جاتے ہیں اور حقوق زوجین ثابت ہو جاتے ہیں ان حقوق کی تین قسمیں ہیں:

- بیوی کے حقوق جو شوہر پر عائد ہوتے ہیں۔
- شوہر کے حقوق جو بیوی پر عائد ہوتے ہیں۔
- دونوں کے درمیان مشترکہ حقوق۔

**بیوی کے حقوق:** بیوی کے جو حقوق شوہر پر عائد ہوتے ہیں ان میں سے بعض مالی حقوق ہیں۔ مثلاً مہر اور نان و نفقہ اور کچھ حقوق غیر مالی ہیں اور وہ یہ ہیں:

**1۔ عدل:** شوہر پر لازم ہے کہ وہ بیوی کے ساتھ حق و انصاف سے پیش آئے اور کسی طرح کوئی ایسی بات نہ کرے، جو ناانصافی کے زمرے میں آتی ہو، اور اگر ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان کے درمیان عدل و انصاف کرے۔

**2۔ حسن معاشرت:** شوہر پر بیوی کا سب سے پہلے جو حق عائد ہوتا ہے اور جو ازدواجی زندگی کی بقاء کے لیے ناگزیر ہے وہ یہ ہے کہ شوہر بیوی کے ساتھ حسن سلوک کرے اور اس سے اچھا معاملہ کرے، اس کی عزت و احترام کرے اور بیوی کی دلداری اور تالیف کے لیے اسے ہدیہ اور تحفہ دے۔ غرض حسن معاشرت

Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com
0334 5504551

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹس کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

کے تمام جائز اور ممکن طریقے اختیار کرے۔ بیوی کے ساتھ حسن معاشرت اختیار کرنے کے بارے میں قرآن کریم کا حکم بالکل واضح ہے:

**وعاشروھن بالمعروف** (النساء ۱۹:٤) ان کے ساتھ اچھی معاشرت اختیار کرو۔

اخلاق کی بلندی اور کردار کی عظمت کا حقیقی اظہار عائلی زندگی ہی میں ہوتا ہے، بلکہ رسول اللہ ﷺ نے تو حسن سلوک کو کمال ایمان کی علامت بتایا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

**اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا وخیارکم لنساء کم۔**

کمال ایمان والا وہ شخص ہے جس کا اخلاق اچھا، اور تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

عورت کی تکریم انسانی عظمت، شخصی بلندی اور سماجی رفعت کی دلیل ہے، اس لیے رسول اللہ نے فرمایا: ایک کریم النفس انسان ہی عورت کا احترام کرتا ہے۔

**3۔حفاظت:** شوہر کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ بیوی کی عزت و ناموس کی حفاظت کرے اور اس کی عزت پر کسی طرح کا حرف نہ آنے دے۔ لیکن بیوی کے معاملے میں شوہر کی غیرت دائرہ اعتدال میں رہنی چاہیئے۔ یہ نہ ہو کہ خود بیوی پر اعتماد کا اظہار کرنے لگے اور بدگمانی کا شکار ہو جائے اور اس کے عیوب پر نظر رکھے۔ بلکہ شوہر کا فرض ہے کہ بیوی پر اعتماد کرے اور اس کی خوبیوں پر نظر رکھے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: کوئی مومن شخص کسی مومن عورت سے نفرت نہ کرے کیو ں کہ اگر اس کی ایک بات ناپسندیدہ ہوگی تو یقیناً دوسری باپسندیدہ ہوگی۔

**4۔بیوی سے ہم بستری:** علامہ ابن حزم فرماتے ہیں کہ شوہر پر طہر میں ایک مرتبہ بیوی سے قربت فرض ہے کیوں کہ فرمان الٰہی ہے:

**فاذا تطھرن فاتوھن من حیث امرکم اللہ** (البقرہ،۲:۲۲۲)

پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر طہر میں ہم بستری واجب نہیں ہے جب کہ امام احمد رحمہ اللہ نے یہ تصریح کی ہے کہ ہم بستری کی زیادہ سے زیادہ حد چار ماہ ہے کیونکہ ایلاء کی بھی یہی مدت ہے۔ اگر شوہر سفر میں ہے اور واپسی میں کوئی مانع نہ ہو تو چھ ماہ کی مدت میں واپس آجائے۔ حضرت عمرؓ ایک رات گشت پر نکلے تو ایک خاتون اپنے شوہر کی یاد میں درد محبت بھرے اشعار پڑھ رہی تھی اور ان کے شوہر جہاد میں گئے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے واپس تشریف لا کر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ عورت اپنے شوہر کا کس قدر انتظار کر سکتی ہے، انہوں نے بتایا کہ چھ ماہ اس پر حضرت عمرؓ نے جہاد پر جانے والے افراد کے لیے چھ ماہ مقرر کر دیئے۔

**شوہر کے حقوق:** شوہر کے حقوق جو بیوی پر عائد ہوتے ہیں، یہ ہیں: اطاعت، شوہر کا سب سے پہلا حق ہے جو اسلام نے بیوی پر عائد کیا ہے۔ شوہر کی اطاعت اور جائز کاموں میں اس کی تابعداری کرے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو عورت اپنے شوہر کی تابع دار اور مطیع ہو اس کے لیے پرندے ہوا میں، مچھلیاں دریا میں، فرشتے آسمانوں میں اور جانور جنگلوں میں استغفار کرتے ہیں۔

تادیب کا حق: اگر بیوی شوہر کی نافرمانی کرے تو شوہر کو اسے تادیب کا حق حاصل ہے تادیب کی تین صورتیں ہیں:

ا۔سمجھانا ۲۔بستر سے علیحدگی ۳۔ہلکی مار

**ا۔سمجھانا:** قرآن کریم میں ارشاد ہے: **الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علیٰ بعض وبما انفقو من اموالھم فالصٰلحٰت قٰنتٰت حفظٰت للغیب بما حفظ اللہ (ج) والتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن (ط) فان اطعنکم فلا تبغو علیھن سبیلا ان اللہ کان علیا کبیرا(۳٤)**

"مرد عورتوں پر حاکم ہیں، اس لیے کہ اللہ نے بعض کو بعض سے افضل بنایا ہے اور اس لیے بھی کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں تو جو نیک بیویاں ہیں وہ مردوں کے حکم پر چلتی ہیں اور ان کے پیٹھ پیچھے اللہ کی حفاظت میں (مال و آبرو) خبرداری کرتی ہیں اور جن عورتوں کی نسبت تمہیں معلوم ہو کہ سرکشی اور بدخوئی کرنے لگی ہیں تو (پہلے) ان کو زبانی سمجھاؤ (اگر نہ سمجھیں) تو پھر ان کے ساتھ سونا ترک کرو۔ اگر اس پر بھی باز نہ آئیں تو زدوکوب کرو اور اگر فرماں بردار ہو جائیں تو پھر ان کو ایذا دینے کا بہانہ مت ڈھونڈو، بے شک اللہ سب سے اعلیٰ اور جلیل القدر ہے"۔ النساء،٤:۳٤

سورہ النساء کے شروع سے یہاں تک بیشتر احکام اور ہدایات عورتوں کے حقوق کے متعلق آئی ہیں۔ جن میں ان مظالم کو مٹایا گیا ہے جو اسلام سے پہلے اس دنیا میں اس صنف نازک پر توڑے جاتے تھے۔ اسلام نے عورتوں کو وہ تمام حقوق دیے ہیں جو مردوں کو حاصل ہیں اگر عورتوں کے ذمے مردوں کی کچھ خدمات عائد کیں تو مردوں پر بھی عورتوں کے حقوق فرض کیے۔

**مشترکہ حقوق:**

- دونوں کے درمیان باہمی ازدواجی تعلق اور لطف اندوزی۔
- حرمت مصاہرت یعنی شوہر کے باپ دادا اور بیٹا اور پوتے کی بیوی کا نکاح حرام اور بیوی کی ماں، نانی اور بیٹی و نواسی سے شوہر کا نکاح حرام ہے۔
- شوہر کا بیوی کا وارث ہونا اور بیوی کا شوہر کا وارث ہونا۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

شوہر سے اولاد کا نسب ثابت ہونا۔

**سوال نمبر 7۔ طلاق کی فقہی اور معاشرتی حیثیت پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔ نیز فقہ اسلامی میں خلع کے مختلف احکام بیان کریں۔**

**جواب:**

**طلاق:** احکام شریعہ اور آنحضرت ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے سے رشتہ ازدواج کو ختم کرنے کا نام طلاق ہے۔

**طلاق کی قسمیں:** طلاق کی تقسیم دو طرح ہوتی ہے۔

ا۔ بلحاظ کیفیت ۲۔ بلحاظ تاثیر

**ا۔طلاق بلحاظ کیفیت:** بلحاظ کیفیت طلاق کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔

ا۔ طلاق سنت یا مسنون طلاق ب۔ طلاق بدعت یا مسنون طلاق

**۲۔طلاق بلحاظ تاثیر:** بلحاظ تاثیر کی دو قسمیں ہیں۔

ا۔ طلاق رجعی ب۔ طلاق بائن

اس کے بعد بائن طلاق کی بھی دو قسمیں ہیں۔

ا۔ طلاق بائن صغریٰ ب۔ طلاق بائن کبریٰ یا مغلظہ

طلاق کی تمام اقسام کی وضاحت درج ذیل ہے۔

**ا۔طلاق سنت یا مسنون طلاق:** طلاق سنت اس طلاق کو کہتے ہیں جو اس وقت اور اسی طرح دی جائے۔ جس طرح نبی علیہ ﷺ نے اس کی تعلیم دی ہے۔ جب میاں بیوی کی زندگی میں ایسا مرحلہ آ جائے کہ ان کی باہم معاشرت ممکن نہ رہے۔ تو طلاق کا یہی طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔ حنفی فقہاء کے نزدیک طلاق سنت کے بھی دو طریقے ہیں۔ اور ان کے اعتبار سے طلاق سنت کی دو اقسام ہیں۔

ا۔ طلاق احسن ب۔ طلاق حسن

**ا۔طلاق احسن:** طلاق کی اس قسم کا تعلق اس کے وقت سے ہے۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ شوہر اپنی ایسی بیوی کو جس سے وہ ہم بستری کر چکا ہو۔ ایسے طہر پا کی کے زمانے میں جس میں شوہر نے نہ اپنی بیوی سے ہم بستری کی ہو اور نہ کوئی طلاق دی ہو، ایک رجعی طلاق دے پھر اس کو چھوڑ دے۔ یہاں تک کہ اس کی عدت گزر جائے یا اگر حاملہ ہو تو وضع حمل ہو جائے۔ طلاق احسن کی بنیاد ابراہیم نخعیؒ کی اس روایت پر ہے جس میں انہوں نے بیان کیا کہ صحابہ کرامؓ طلاق کے اس طریقے کو پسند فرماتے تھے۔ کہ بیوی کو ایک طلاق دے دی جائے اور اس کے بعد تین حیض گزر جائیں۔ امام احمدؒ نے الموطا میں لکھا ہے کہ طلاق سنت یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو جب حیض سے پاک ہو جائے۔ اور اس دوران شوہر نے ہم بستری بھی نہ کی ہو طلاق دے دے۔

**ب۔طلاق حسن:** حسن طلاق تعداد کے لحاظ سے سنت طلاق کی دوسری قسم ہے۔ حسن طلاق وہ طلاق کہلاتی ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو جس سے اس نے صحبت کی ہو، ایک رجعی طلاق دے دے۔ اس حساب سے تین طہر میں تین طلاقیں ہو جائیں۔

**۲۔طلاق بدعت:** طلاق بدعت یہ ہے کہ یکبارگی دو یا تین طلاقیں دے مثلاً یہ کہے کہ تجھے دو یا تین طلاقیں ہیں۔ یا دو بار اس طرح کہے کہ تجھے طلاق ہے، طلاق ہے۔ یا تین بار کہے کہ تجھے طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی۔ یا حیض کی حالت میں طلاق دی۔ یا اس پا کی کے زمانے میں طلاق دی، جس میں اس سے مباشرت کر چکا ہو۔ تو ان سب صورتوں میں طلاق تو پڑ جائے گی لیکن چونکہ اس نے طلاق دینے کا طریقہ غلط اختیار کیا اس لئے اس کو گناہ ہوگا۔ اور یہ طلاق غلط طریقے سے دینے کے باوجود پڑ جائے گی۔ اس لئے کہ ہر مرد کو تین طلاقیں دینے کا اختیار ہے۔ اب وہ اپنے اختیار کو صحیح طریقے پر استعمال کرے یا غلط طریقے پر اس کے عمل کا اثر تو بہر حال پڑنا ہی چاہیئے۔ یہی جمہور امت اور ائمہ اربعہ کی رائے ہے۔ خود حضور علیہ ﷺ نے ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق دو تین قرار دیا۔ (دار قطنی) اس کو حضرت عمرؓ نے قانونی حیثیت دے دی۔ اور کسی صحابی نے اس کی مخالفت نہیں کی۔ گویا اس پر اجماع ہو گیا۔

**طلاق کی اقسام بلحاظ کیفیت بلحاظ تاثیر**

**ا۔طلاق رجعی:** شوہر کو پوری ازدواجی زندگی میں صرف تین طلاقوں کا اختیار حاصل ہے۔ تین رجعی طلاقوں سے کم میں اس دوران عدت بلا تجدید نکاح بیوی سے رجوع کا حق حاصل ہوتا ہے۔ یعنی اگر شوہر اپنی اس بیوی کو جس سے اس نے ہم بستری کی ہو، ایک یا دو رجعی طلاق دے دے تو اسے عدت کے دوران رجوع کا حق حاصل ہوگا۔ اور اس طلاق کو رجع طلاق کہا جائے گا۔ خواہ رجوع میں بیوی راضی ہو یا نہ ہو البتہ عدت گزرنے کے بعد اگر یہ میاں بیوی راضی ہوں تو از سر نو نکاح کر سکتے ہیں۔ ایک طلاق رجعی دینے سے ایک طلاق کا حق ساقط ہو جاتا ہے۔ اور دو طلاقوں کا حق باقی رہ جاتا ہے۔ یعنی رجعی طلاق سے ملکیت اور حلت زائل نہیں ہوتے۔ بلکہ طلاقوں کی تعداد میں کمی آ جاتی ہے۔

اگر رجعی طلاق کے بعد میاں بیوی میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو دوران عدت دونوں ایک دوسرے کے وارث ہونگے۔ اسی طرح رجعی طلاق میں جب تک عدت نہ گزر جائے تو وہ مہر مئوجل ادا کرنا لازم نہیں آئے گا۔ عدت گزرتے ہی مہر مئوجل لازم ہو جائے گا۔ کیونکہ یس کی اجل (وقت) طلاق متصور ہوگی۔ اس کی

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں
میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام، بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی پی ایچ ڈی ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں
03345504551 Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ۔گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

وجہ یہ ہے کہ طلاق رجعی میں نکاح محض طلاق سے ختم نہیں ہوتا بلکہ اگر رجوع نہ کیا جائے اور عدت ختم ہو جائے تب نکاح ختم ہو جاتا ہے۔اور عدت ختم ہونے سے پہلے زوجیت کا تعلق برقرار رہتا ہے۔طلاق رجوعی کی صورت میں عدت ختم ہو جانے کے بعد یہ طلاق بھی بائن کی طرح ہو جاتی ہے۔

**۲۔طلاق بائن:** طلاق بائن کی دو صورتیں ہیں۔

ا۔ طلاق بائن صغریٰ ب۔ طلاق بائن کبریٰ

**ا۔طلاق بائن صغریٰ:** شوہر بیوی کو نکاح کے بعد بغیر ہمبستری کے طلاق دے دے۔اس صورت میں چونکہ عدت نہیں ہوتی۔اس لئے شوہر کے رجوع کا امکان نہیں۔قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

اے ایمان والو، جب تم مومن عورتوں سے نکاح کر کے ان کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو۔تو تم کو کچھ اختیار نہیں کہ ان سے عدت پوری کراؤ۔لہٰذا انہیں کچھ مال دے دو اور بھلے طریقے سے رخصت کرو۔ **(الاحزاب ٤٩)**

اگر بیوی نے خلع لے لیا تو اس صورت میں بھی شوہر کو رجوع کا حق نہیں ہوتا۔اور شوہر کو رجوع کا حق اس لئے دینا درست نہیں ہے کہ پھر بیوی کو فدیہ دے کر رہائی حاصل کر لینے کے کوئی معنی نہیں رہتے۔

قران کریم میں ارشاد ہے:اگر تمھیں اندیشہ ہو کہ زوجین اللہ کی حدوں کو قائم نہیں رکھ سکیں گی تو اگر بیوی کچھ بولہ دے دے تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے۔(البقرہ۲۲۹)

**ب۔طلاق بائن کبریٰ یا مغلظہ:** طلاق بائن کبریٰ یا مغلظہ سے مراد ایسی طلاق ہے جس کے نتیجے میں مرد اس عورت سے دوبارہ نکاح نہیں کر سکتا۔تاوقتیکہ اس کی مطلقہ بیوی کسی دوسرے شخص سے نکاح کر کے اس سے مجامعت کے بعد طلاق حاصل نہ کر لے۔یا وہ مر د فوت نہ ہو جائے۔جمہور فقہا کے نزدیک طلاق بائن کبریٰ یا مغلظہ اس وقت واقع ہوتی ہے جبکہ مرد اپنی بیوی کو ایک وقت یا متفرق اوقات میں بلفظ واحد یا متفرق کلمات سے تین طلاقیں دے دے۔

**طلاق کے احکام:** طلاق دینے والا شخص خود شوہر بھی ہو سکتا ہے۔یہ بھی درست ہے کہ شوہر کسی کو اپنا وکیل مقرر کر کے اسے طلاق کا اختیار تفویض کر دے۔ کم عمر بچے کے والد یا ولی کی طرف سے اسے طلاق دینے کا اختیار نہیں ہے۔حضرت ابن عباسؓ سے طلاق کی اہلیت کے بارے میں ایک یہ اصول مروی ہے کہ:

**انما الطلاق لمن اخذ بالساق** ۔"طلاق وہی دے سکتا ہے جو بیوی پر شرعی حق رکھتا ہو"۔

یعنی شوہر خود ہی طلاق دے سکتا ہے۔اور اگر خود طلاق دینے کا اہل نہ ہو جیسے بچہ تو کوئی دوسرا اس کی طرف سے طلاق نہیں دے سکتا۔

طلاق دینے والے شخص کی کچھ اور شرائط ہیں۔مثلاً یہ کہ شوہر صاحب عقل ہو، مجنوں یا پاگل نہ ہو، چنانچہ دیوانے ، مجنوں، پاگل اور مدہوش شخص کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔جس عورت کو طلاق دی گئی ہو اس کی شرط یہ ہے کہ وہ طلاق دینے والے کی بیوی ہو۔البتہ بیوی کا عاقل و بالغ ہونا شرط نہیں۔

**خلع:** خلع کے معنی اتارنے یا نکالنے کے ہیں۔قرآن کریم میں زوجین کو ایک دوسرے کا لباس کہا گیا ہے اس لحاظ سے خلع کا مفہوم یہ ہوا کہ اس لباس الفت و مودوت کو اتار دینا جو نکاح کی بناء پر دونوں نے پہنا تھا۔فقہی اعتبار سے بیوی کی طرف سے شوہر کو مالی معاوضہ دے کر خلع کے الفاظ کے ساتھ اس سے رہائی حاصل کر لینا اور اس کے نکاح سے نکل جانے کا نام خلع ہے۔واضح رہے کہ بعض لوگوں نے خلع کی تعریف اس طرح کی ہے کہ خلع مالی معاوضہ کا ایک معاملہ ہے جس سے عورت اپنے نفس کی مالک ہو جاتی ہے اور خاوند معاوضہ کا حق دار ہوتا ہے جو بیوی کی طرف سے ادا کیا جائے۔خلع کے جواز کی یہ دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے:

"اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ زوجین اللہ تعالیٰ کی حدوں کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو اگر بیوی کچھ بدلہ دے دے تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے۔"

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر شوہر اور بیوی میں ایسی بیزاری پیدا ہو جائے کہ باہمی الفت اور موافقت کے ساتھ ان کے لیے زندگی گزارنا مشکل ہو جائے تو عورت مرد کو معاوضہ دے کر خلع حاصل کر سکتی ہے مگر مرد کے لیے معاوضہ صرف اسی صورت میں لینا جائز ہو گا جب دونوں میں موافقت کی صورت ممکن نہ ہو اور اس بات کا اندیشہ ہو کہ زوجین باہمی معاشرت میں شدید مخالفت کے سبب احکام خداوندی کی پابندی نہ کر سکیں گے لیکن اگر مرد کی طرف سے زوجہ کے حقوق کی ادائیگی میں قصور پایا جائے تو مرد کے لیے معاوضہ لینا جائز نہیں ہوگا۔

**فسخ نکاح کے احکام و مسائل:** فسخ نکاح ایسی صورت میں ہوتا ہے جب نکاح کے بعد ایسی کوئی بات وجود میں آ گئی ہو جو نکاح کی بقا سے مانع ہو۔مثلاً میاں بیوی میں سے کسی کا مرتد ہو جانا یا کوئی ایسا امر پیش آ جانا جن سے حرمت مقاربت لازم آ جائے یا فسخ نکاح کسی ایسے امر کے تدارک کے لیے ہوتا ہے جو عقد نکاح ہی کے وقت موجود ہو اور جسے عقد غیر لازم ہو گیا ہو مثلاً خیار بلوغ کے استعمال کے موقع پر فسخ نکاح۔

☆ **فسخ نکاح کی قسمیں:** فسخ نکاح کی دو قسمیں ہیں:

☆ وہ فسخ جس کے ذریعے نکاح اصلاً ختم ہو جاتا اور ٹوٹ جاتا ہے۔ ☆ وہ فسخ جس میں نکاح اصلاً فسخ نہیں ہوتا۔

پہلی قسم میں خیار بلوغ کی بنا پر فسخ اور کفو کے مطابق نکاح ہونے کی بنا پر فسخ اور مہر مثل سے کم ہونے پر فسخ داخل ہیں وہ فسخ جس میں اصل عقد ختم ہو جائے اس کا فیصلہ قاضی کی جانب سے ہونا چاہیئے کیونکہ کفو کا ہونا اور مہر مثل کا ہونا ایسے امور ہیں جن میں قاضی کے فیصلے اور اس کے اندازے کی ضرورت ہے۔اگر زوجین میں نکاح

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے، ایم فل ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام ، بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی پی ایچ ڈی ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

کے بعد حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے تو ان میں علیحدگی کیلئے عدالتی فیصلے کی ضرورت نہیں ہے۔اگر شوہر بیوی کا نان ونفقہ برداشت نہ کرے یا مفقود الخبر ہو جائے یا اس میں ایسا عیب ہو یا مرض پیدا ہو جائے جو فطری تعلق میں رکاوٹ بنے تو بیوی عدالت سے نکاح فسخ کرا کے تفریق حاصل کر سکتی ہے۔

**سوال نمبر 8۔ طلاق سے رجوع اور تملیک طلاق پر جامع نوٹ تحریر کیجیے۔**

**جواب:**

طلاق کی تقسیم دو طرح ہوتی ہے۔

1۔ بلحاظ کیفیت　　　2۔ بلحاظ تاثیر

1) **طلاق بلحاظ کیفیت:** بلحاظ کیفیت طلاق کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔

ا۔ طلاق سنت یا مسنون طلاق　　　۲۔ طلاق بدعت یا مسنون طلاق

2) **طلاق بلحاظ تاثیر:** بلحاظ تاثیر کی دو قسمیں ہیں۔

ا۔ طلاق رجعی　　　۲۔ طلاق بائن

اس کے بعد بائن طلاق کی بھی دو قسمیں ہیں۔

ا۔ طلاق بائن صغریٰ　　　۲۔ طلاق بائن کبریٰ یا مغلظہ

طلاق کی تمام اقسام کی وضاحت درج ذیل ہے۔

**طلاق کی اقسام بلحاظ کیفیت:**

ا) **طلاق سنت یا مسنون طلاق:** طلاق سنت اس طلاق کو کہتے ہیں جو اس وقت اور اسی طرح دی جائے۔جس طرح نبی ﷺ نے اس کی تعلیم دی ہے۔جب میاں بیوی کی زندگی میں ایسا مرحلہ آجائے کہ ان کی باہم معاشرت ممکن نہ رہے۔تو طلاق کا یہی طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔حنفی فقہاء کے نزدیک طلاق سنت کے بھی دو طریقے ہیں۔اور ان کے اعتبار سے طلاق سنت کی دو اقسام ہیں

الف) طلاق احسن　　　ب) طلاق حسن

الف) **طلاق احسن:** طلاق کی اس قسم کا تعلق اس کے وقت سے ہے۔اور اس کی صورت یہ ہے کہ شوہر اپنی ایسی بیوی کو جس سے وہ ہم بستری کر چکا ہو۔ایسے طہر پاکی کے زمانے میں جس میں شوہر نے نہ اپنی بیوی سے ہم بستری کی ہو اور نہ کوئی طلاق دی ہو،ایک رجعی طلاق دے پھر اس کو چھوڑ دے۔یہاں تک کہ اس کی عدت گزر جائے یا اگر حاملہ ہو تو وضع حمل ہو جائے۔ طلاق احسن کی بنیاد ابراہیم نخعیؒ کی اس روایت پر ہے جس میں انہوں نے بیان کیا کہ صحابہ کرامؓ طلاق کے اس طریقے کو پسند فرماتے تھے۔کہ بیوی کو ایک طلاق دے دی جائے اور اس کے بعد تین حیض گزر جائیں۔امام احمدؒ نے المؤطا میں لکھا ہے کے طلاق سنت یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو جب حیض سے پاک ہو جائے۔اور اس دوران شوہر نے ہم بستری بھی نہ کی ہو طلاق دے دے۔

ب) **طلاق حسن:** حسن طلاق تعداد کے لحاظ سے سنت طلاق کی دوسری قسم ہے۔حسن طلاق وہ طلاق کہلاتی ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو جس سے اس نے صحبت کی ہو،ایک رجعی طلاق دے دے۔اس حساب سے تین طہر میں تین طلاقیں ہو جائیں۔

۲) **طلاق بدعت:** طلاق بدعت یہ ہے کہ یکبار کی دو یا تین طلاقیں دے۔مثلاً یہ کہے کہ تجھے دو یا تین طلاقیں ہیں۔یا دو بار اس طرح کہے کہ تجھے طلاق ہے،طلاق ہے۔یا تین بار کہے کہ تجھے طلاق دی،طلاق دی،طلاق دی۔یا حیض کی حالت میں طلاق دی۔یا اس پاکی کے زمانے میں طلاق دی،جس میں اس سے مباشرت کر چکا ہو۔تو ان سب صورتوں میں طلاق تو پڑ جائے گی لیکن چونکہ اس نے طلاق دینے کا طریقہ غلط اختیار کیا اس لئے اس کو گناہ ہوگا۔اور یہ طلاق غلط طریقے سے دینے کیا وجود پڑ جائے گی۔اس لئے کہ ہر مرد کو تین طلاقیں دینے کا اختیار ہے۔اب وہ اپنے اختیار کو صحیح طریقے پر استعمال کرے یا غلط طریقے پر اس کے عمل کا اثر تو بہر حال پڑنا ہی چاہئے۔یہی جمہور امت اور ائمہ اربعہ کی رائے ہے۔خود حضور ﷺ نے ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق دو تین قرار دیا۔(دار قطنی) اس کو حضرت عمرؓ نے قانونی حیثیت دے دی۔اور کسی صحابی نے اس کی مخالفت نہین کی۔گویا اس پر اجماع ہو گیا۔

2) **طلاق کی اقسام بلحاظ کیفیت بلحاظ تاثیر:**

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

ا) **طلاق رجعی:** شوہر کو پوری ازدواجی زندگی میں صرف تین طلاقوں کا اختیار حاصل ہے۔تین رجعی طلاقوں سے کم میں اس دوران عدت بلاتجدید نکاح بیوی سے رجوع کا حق حاصل ہوتا ہے۔یعنی اگر شوہر اپنی اس بیوی کو جس سے اس نے ہم بستری کی ہو،ایک یا دو رجعی طلاق دے دے تو اسے عدت کے دوران رجوع کا حق حاصل ہوگا۔اور اس طلاق کو رجع طلاق کہا جائے گا۔خواہ رجوع میں بیوی راضی ہو یا نہ ہو البتہ عدت گزرنے کے بعد اگر یہ میاں بیوی راضی ہوں تو ازسر نو نکاح کر سکتے ہیں۔ایک طلاق رجعی دینے سے ایک طلاق کا حق ساقط ہو جاتا ہے۔اور دو طلاقوں کا حق باقی رہ جاتا ہے۔یعنی رجعی طلاق سے ملکیت اور حلت زائل نہیں ہوتے۔بلکہ طلاقوں کی تعداد میں کمی آجاتی ہے۔

اگر رجعی طلاق کے بعد میاں بیوی میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو دوران عدت دونوں ایک دوسرے کے وارث ہونگے۔اسی طرح رجعی طلاق میں جب تک عدت نہ گزر جائے تو وہ مہر معجّل ادا کرنا لازم نہیں آئے گا۔عدت گزرتے ہی مہر مئوجل لازم ہو جائے گا۔کیونکہ اس کی اجل (وقت) طلاق متصور ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ طلاق رجعی رجعی میں نکاح محض طلاق سے ختم نہیں ہوتا بلکہ اگر رجوع نہ کیا جائے اور عدت ختم ہو جائے تب نکاح ختم ہو جاتا ہے۔اور عدت ختم ہونے سا پہلے زوجیت کا تعلق برقرار رہتا ہے۔طلاق رجوعی کی صورت میں عدت ختم ہو جانے کے بعد یہ طلاق بھی بائن کی طرح ہو جاتی ہے۔

**۲۔طلاق بائن:** طلاق بائن کی دو صورتیں ہیں۔

الف۔ طلاق بائن صغریٰ ب۔ طلاق بائن کبریٰ

**ا۔طلاق بائن صغریٰ:** شوہر بیوی کو نکاح کے بعد بغیر ہمبستری کے طلاق دے دے۔اس صورت میں چونکہ عدت نہیں ہوتی۔اس لئے شوہر کے رجوع کا امکان نہیں۔قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

یآ ایھاالـذین امنواذانکحتم المومنت ثم طلاقتمو ھن من قبل ان تمسو ھن فمالکم علیھن من عدۃ تعتدونھا.فمتعوھن وسر حوھن سراحاً جمیلاہ۔ (الاحزاب ۴۹)

’’اے ایمان والو، جب تم مومن عورتوں سے نکاح کر کے ان کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو، تو تم کو کچھ اختیار نہیں کہ ان سے عدت پوری کراؤ۔لہٰذا انہیں کچھ مال دے دو اور بھلے طریقے سے رخصت کرو۔‘‘

اگر بیوی نے خلع لے لیا تو اس صورت میں بھی شوہر کو رجوع کا حق نہیں ہوتا۔اور شوہر کو رجوع کا حق اس لئے دینا درست نہیں ہے کہ پھر بیوی کو فدیہ دے کر رہائی حاصل کر لینے کے کوئی معنی نہیں رہتے۔قران کریم میں ارشاد ہے۔

فان خفتم الا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ۔ (البقرہ ۲۲۹)

اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ زوجین اللہ کی حدوں کو قائم نہیں رکھ سکیں گی تو اگر بیوی کچھ بدلہ دے دے تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

**ب۔ طلاق بائن کبریٰ یا مغلظہ:** طلاق بائن کبریٰ یا مغلظہ سے مراد ایسی طلاق ہے جس کے نتیجے میں مرد اس عورت سے دوبارہ نکاح نہیں کر سکتا۔تاوقتیکہ اس کی مطلقہ بیوی کسی دوسرے شخص سے نکاح کر کے اس سے مجامعت کے بعد طلاق حاصل نہ کر لے۔یا وہ مرد فوت نہ ہو جائے۔جمہور فقہا کے نزدیک طلاق بائن کبریٰ یا مغلظہ اس وقت واقع ہوتی ہے جبکہ مرد اپنی بیوی کو بیک وقت یا متفرق اوقات میں بلفظ واحد یا متفرق کلمات سے تین طلاقیں دے دے۔

**طلاق مکرہ:** اگر کسی شخص پر اس کی بیوی کو طلاق دینے کے لئے جبر کیا جائے اور وہ اس جبر وا کراہ کے تحت بحالت مجبوری اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو اس طلاق کو ’’طلاق مکرہ‘‘ کہا جاتا ہے۔اکراہ کے معنی ’’جبر کرنے‘‘ اور ’’کسی شخص کو کسی کام پر مجبور کر دینے کے ہیں‘‘۔حنفی فقہاء نے اکراہ کی یہ تعریف کی ہے:

کسی شخص کا زبانی یا عملی طور پر کسی کو اس کی مرضی کے خلاف کسی ایسے کام پر مجبور کر دینا جو جبر کرنے والا اس سے کرانا چاہتا ہو۔

**اکراہ کی قسمیں:** اکراہ کی دو قسمیں ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

الف۔ اکراہ تام ب۔ اکراہ ناقص

.اکراہ تام ایسے جبر کو کہتے ہیں جس کے تحت انسان مضطر اور مجبور ہو جاتا ہے اور نتیجے کے طور پر اس کی رضا معدوم اور اختیار سلب ہو جاتا ہے مثلاً قتل یا جسم کے کسی حصے کو کاٹ دینے کی دھمکی یا ایسی دھمکی جس سے جان جانے کا خطرہ ہو۔ اکراہ ناقص، ایسا جبر ہے جس میں انسان کی رضا مندی تو باقی نہیں رہتی اور اختیار اگرچہ بالکل ختم نہیں ہوتا البتہ کمزور اور بے اثر ہو جاتا ہے مثلاً قید وغیرہ کی دھمکی۔

**اکراہ کی شرائط:** اکراہ کی دو شرائط ہیں:

Download Free Assignments from
solvedassignmentsaiou.com
03455504551

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

الف۔ پہلی شرط کا تعلق مجبور کرنے والے شخص سے ہے۔ ب۔ دوسری شرط کا تعلق اس شخص سے ہے جس کو مجبور کیا گیا ہو۔

مجبور کرنے والا شخص جو دھمکی دے رہا ہے اس کو پورا کرنے پر قادر ہو اور جس شخص کو مجبور کیا جا رہا ہے وہ بھی اس امر کا یقین رکھتا ہو کہ دھمکی دینے والا وہ فعل جس کی دھمکی دی گئی ہے کر گزرے گا۔ البتہ فعل کی نوعیت ایسی ہو کہ جس میں یقین سے یہ نہ کہا جا سکے کہ دھمکی دینے والا شخص وہ فعل کر گزرے گا تو ایسے ظن غالب کا اعتبار کیا جائے گا، جو یقین کے درجے کا حامل ہو۔ طلاق کا تعلق ایسے تصرفات سے ہے جن کے لئے رضامندی ضروری نہیں ہے۔ جب کہ اکراہ کی صورت میں یہی لازم آتا ہے کہ مکرہ (مجبور شخص) کی رضامندی ختم ہو جاتی ہے حالانکہ رضامندی کے مفقود ہونے سے طلاق کے واقع پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اسی لئے حنفی فقہاء کے نزدیک طلاق مکرہ واقع ہو جاتی ہے، کیوں کہ ان کے نزدیک طلاق کے واقع ہونے کے لئے اختیار کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ یہ مسلک امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک طلاق مکرہ واقع نہیں ہوتی۔ امام مالکؒ اور امام بن حنبلؒ کے نزدیک اکراہ ناحق میں مکرہ شخص کی طلاق واقع نہیں ہوتی اگر طلاق سے کوئی شرعی حق متعلق تھا اور اس وجہ سے اس پر جبر کیا گیا تو ایسی صورت میں طلاق مکرہ واقع ہو جائے گی۔ مثلاً ایک شخص نے اپنی بیوی سے ایلاء کیا اور انتظار کی مدت گزر گئی ہو تو از روئے شریعت شوہر کو طلاق دے دینی چاہیئے۔ اگر وہ طلاق نہیں دیتا اور حاکم اس پر جبر کر کے اس سے طلاق دلوائے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ امام مالکؒ کے بارے میں یہ بھی منقول ہے کہ ان کی رائے یہ ہے کہ طلاق مکرہ اس وقت واقع ہو گی جب کہ شوہر نے طلاق دینے کی نیت کی ہو کیوں کہ طلاق دینے کی نیت اس جبر سے جدا اور علیحدہ ہے جس کے تحت طلاق کے الفاظ ادا کیے گئے ہیں۔ اسی طرح امام شافعیؒ کے مسلک کے فقہاء نے کہا اگر محض مجبوری کی طلاق دینے کی نیت ہو گی تو طلاق ہو گی، ورنہ نہیں۔

**حنفی مسلک کے دلائل:** حنفی فقہاء نے اپنے مسلک کی دلیل میں احادیث نبوی ﷺ سے متعدد دلائل بیان کیے ہیں: حدیث نبوی میں ہے:

**ثلاث جدّھن جدّوھزلھن جدّ النکاح و الطلاق و الرّجعۃ**

"نکاح، طلاق اور رجعت تین ایسے امور ہیں جن میں سنجیدگی تو سنجیدگی ہے ہی (لیکن) ان تین امور میں مزاح وٹھٹھا بھی سنجیدگی (کے حکم میں) ہو گا۔

حنفی فقہاء کے اور بھی متعدد دلائل ہیں۔ مثلاً یہ کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ:

چار امور بند دروازوں کی طرح ہیں اور ان سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

☆ نکاح ☆ طلاق ☆ عتاق ☆ صدقہ

طلاق مکرہ کے واقع ہونے کے سلسلے میں حنفی فقہاء کی قیاسی دلیل یہ ہے کہ مجبور شخص بھی شرعی احکام کا پابند ہے اور وہ شریعت کے احکام کے نتائج سے آگاہ ہے۔ اس لیے جب وہ طلاق کے الفاظ اپنے منہ سے نکالتا ہے تو اس کے شرعی نتائج بھی مرتب ہونے چاہئیں۔ کیوں کہ وہ شخص جس کو طلاق دینے پر مجبور کیا گیا، طلاق کے الفاظ کی ادائیگی میں مختار ہے، ہر چند کہ وہ طلاق کے واقع ہونے پر رضامند نہیں ہے۔ البتہ وہ دو نقصانات میں کسی ایک نقصان کو اپنے اختیار سے برداشت کرتا ہے۔ یعنی اکراہ (جبر) کرنے والا جب اس پر طلاق دینے کے لئے جبر کرتا ہے تو اس کے سامنے دو راستے ہوتے ہیں یا تو وہ جان کے ضائع ہونے یا اذیت برداشت کرنیکا خطرہ برداشت کرلے یا بیوی کو طلاق دے کر اس سے محروم ہونے کا نقصان برداشت کر لے اور اس نے اپنے اختیار سے بڑے نقصان سے بچنے اور کم نقصان کو برداشت کرنے کو ترجیح دی ہے۔

**ائمہ ثلاثہ کا استدلال:** امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ طلاق مکرہ کے عدم وقوع کے سلسلے میں حسب ذیل احادیث سے استدلال کرتے ہیں:

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کو خطا بھول اور جس فعل کے کرنے پر جبر کیا گیا ہو اس سے بری الذمہ کر دیا گیا۔ اس حدیث سے استدلال کرنے میں تینوں ائمہ شریک ہیں۔

صفیہ بنت شیبہ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا کہ حضرت عائشہؓ نے ان سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اغلاق کی حالت میں طلاق اور غلام کا آزاد کرنا نہیں ہوتا۔ ابن قدامہ مقدسی نے المغنی میں اس حدیث کو امام احمد بن حنبلؒ کی طرف سے استدلال پیش کیا ہے اور اغلاق کے معنی "اکراہ" بیان کیے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک شخص تھا جو پہاڑوں سے شہد حاصل کرتا تھا۔ ایک مرتبہ جب وہ پہاڑ کی کسی گھاٹی میں شہد حاصل کرنے کے لئے لٹکا ہوا تھا، اس کی بیوی نے رسی کو پکڑ لیا اور اس نے اپنے شوہر سے کہا کہ مجھے تین طلاقیں دے دو ورنہ میں اس رسی کو کاٹ دوں گی۔ شوہر نے اسے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہا کہ وہ ایسا نہ کرے، جب وہ نہ مانی تو شوہر نے اسے طلاق دے دی۔ حضرت عمرؓ کے سامنے جب اس نے یہ بیان کیا تو آپؓ نے فرمایا کہ اپنی بیوی کے پاس جاؤ یہ طلاق نہیں ہوئی۔

حضرت حسنؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک مجبور آدمی کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ حضرت یحیٰ ابن کثیر سے مروی ہے کہ ابن عباسؓ طلاق مکرہ کو

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے، ایم فل کی ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اختلافی مشقوں کے لیے آج ہی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

03345504551 DownloadFreeAssignments.com SolvedAssignments.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ۔گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

ناجائز سمجھتے تھے۔اسحاق نے اپنی کتاب میں اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جس پر ڈاکوؤں نے جبر کر کے اس کی بیوی کو طلاق دلائی ہو،ابن عباسؓ نے فرمایا ''یہ کوئی چیز نہیں''۔

**طلاق کے بعد رجوع۔**

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: (اگر طلاق رجعی ہو تو) ان کے خاوند اس مدت (تین حیض) میں انہیں لوٹا لینے کا حق رکھتے ہیں' اگر ان کا ارادہ اصلاح کا ہو۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تھی اس وقت تک طلاق بائن نہیں تھی بلکہ سب طلاقیں رجعی تھیں' حتیٰ کہ اگر خاوند سو مرتبہ بھی طلاقیں دے دیتا تو پھر بھی اسے حق رجوع تھا۔پھر شریعت میں یہ حکم نازل ہوا ''الطلاق مرتن'' اور رجوع کا حق دو طلاقوں تک محدود کر دیا گیا۔اگر تین طلاقیں ہو جائیں تو شوہر کا حق رجعت ختم ہو جائے گا۔

جس نے الطلاق مرتن کے تحت دو مرتبہ طلاق دے دی تو اس کیلئے اب دو راستے ہیں فامساک بمعروف او تسریح باحسان ترجمہ: اب یا تو بیوی کو اچھے طریقے سے روک لے یا بھلائی کے ساتھ اسے چھوڑ دے اسے پہلی طلاق کے بعد بھی رجوع کا حق ہے اور دوسری طلاق کے بعد بھی۔اگر اس نے رجوع کر لیا تو سابقہ نکاح ہی پر رشتہ زوجیت بحال ہو جائیگا۔''احق بردھن''،یعنی شوہر اپنی عورتوں کو اپنی زوجیت میں واپس لینے کے زیادہ حق دار ہیں' جب تک عدت ختم نہ ہوئی ہو' خواہ عورت رضامند ہو یا نہ ہو۔یعنی جس شوہر نے طلاق دی اسے اپنی بیوی سے مدت عدت میں رجوع کرنے کا پورا حق ہے اگر خاوند کا ارادہ اصلاح اور بھلائی کا ہے۔طلاق کی اصلاح رجوع کرنے سے ہے۔اگر اس کا ارادہ بھلائی اور اصلاح کا نہیں ہے تو پھر بیوی کو تنگ کرنے کیلئے رجوع مت کرے بلکہ تسریح باحسان کے تحت وہ اپنی بیوی کو چھوڑ دے تسریح کا معنی کھول دینے اور چھوڑ دینے کے ہیں اس میں یہ اشارہ ہے کہ تعلق زوجیت ختم کرنے کیلئے مزید کسی طلاق کی ضرورت نہیں ہے بغیر رجمت کے عدت گزرنے کے ساتھ ہی تعلق زوجیت از خود ختم ہو جائے گا۔

ترجمہ: جب تم عورتوں کو طلاق دے اور وہ اوران کی عدت پوری کرنے کو آئے تو یا انہیں بھلائی سے روک لو یا انہیں بھلائی سے الگ کر دو۔انہیں تکلیف پہنچانے کی غرض سے ظلم کرنے کیلئے مت روکو جو ایسا کرے گا اس نے خود پر ظلم کیا اور اللہ کے احکام کو ہنسی کھیل مت بناؤ۔

اور فرمایا

ترجمہ: پس جب یہ عورتیں اپنی عدت پوری کرنے کے قریب پہنچ جائیں تو انہیں یا تو دستور کے مطابق اپنے نکاح میں رکھو یا دستور کے مطابق انہیں الگ کر دو اور آپس میں سے دو عادل گواہ کر لو اور اللہ کی رضا مندی کیلئے ٹھیک ٹھیک گواہی دو۔

اوپر یہ بیان کیا گیا تھا کہ دو مرتبہ طلاقیں دینے کے بعد شوہروں کو دوران عدت رجوع کا حق ہے اگر ان کا ارادہ اصلاح اور بھلائی کا ہو۔اب ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے شوہر کو رجوع کا حق ایک اور شرط کے ساتھ مباح قرار دیا ہے اور وہ معروف کی شرط ہے

ترجمہ: تو انہیں بھلے طریقے سے روک لو

رجوع کا مقصد عورت کو تکلیف اور نقصان پہنچانا اور اس پر ظلم کرنا نہ ہو جیسا کہ فرمایا

ترجمہ: انہیں تکلیف پہنچانے کی غرض سے ظلم کرنے کیلئے مت روکو

اس آیت کی تفسیر میں مسروقؒ حسنؒ مجاہدؒ قتادہؒ اور ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا کہ اس سے مراد رجوع کے ذریعے عورت کی عدت کو طویل بنا دینا ہے اور وہ اس طرح کہ جب وہ انتہائے عدت کے قریب ہو تو رجوع کر کے پھر اسے طلاق دے دے اور وہ از سر نو عدت گزارے پھر جب وہ اختتام عدت کے قریب پہنچے تو پھر رجوع کر لے اگر شوہر اس طرح غیر معروف طریقے سے رجوع کرے تو وہ گناہ گار ہوگا۔

ترجمہ: جو ایسا کرے گا اس نے خود پر ظلم کیا

آیت ومن یفعل ذلک فقد ظلم نفسہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ شوہر خواہ عورت کو تکلیف اور نقصان پہنچانے کی غرض سے رجوع کرے لیکن اس کا رجوع صحیح ہوگا البتہ قرآن ایسے شخص کو ایسا ظالم قرار دیتا ہے جس نے خود اپنے آپ ہی ظلم کیا ہے۔ایسے رجوع سے منع کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے۔

ترجمہ: اور اللہ کے احکام کو ہنسی کھیل مت بناؤ

**سوال نمبر 9۔ مسلم فیملی لاء اور اسلامی قانون میں فرق بیان کریں۔نیز اسلام میں حقوق نسواں اور خاندانی نظام پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔**

**جواب۔**

اسلام اخلاقی اعتبار سے استوار اور مضبوط معاشرے کے قیام کے لئے خاندان کی بقاء اور استحکام کو بہت اہمیت دیتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اسلامی قانون نے مرد و زن کے تعلقات میں کوئی رخنہ ایسا باقی نہ رہنے دیا۔جس سے خاندان منتشر ہو جائے۔اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہونے کا اندیشہ ہو۔جہاں میاں بیوی میں تعلقات کی خرابی کی صورت میں دونوں کے خاندان سے حکم مقرر کر کے صلح کی ایک موزوں برمحل اور موثر تدبیر ہے۔

**حکم مقرر کرنے کا قرآنی پس منظر**

حکم مقرر کرنے کا بیان قرآن کریم میں آیا ہے۔قرآن کریم نے اس موضوع کو ایک خاص پس منظر میں بیان کیا ہے۔اور میاں بیوی کے خاندان میں سے حکم

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے سمسٹرز کی ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

0334-5504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

مقرر کرنے کا مرحلہ آنے سے پہلے میاں بیوی کی رنجش کو گھر کے اندر ہی دور کر لینے کی تدابیر بیان کی گئی ہیں۔مرد وعورت کی حیثیت اوران کے فرائض کی جانب اشارہ بھی کیا گیا ہے۔

الرجال قومون علی النساء بما فضل الله بعضهم علىٰ بعض و بمآ الفقو من اموالهم۔فا لصلحت قنتت حفظت للغيب بما حفظ الله ۔والتی تخافون نشورهن فعظوهن واهجرهن فی البضاجع وا ضربوهن ۔فان اطعنكم فلا تبغو عليهن سبيلا ۔ان الله كان علهيا كبيرا۔و ان خفتم شقاق بينهبا فا بعثو حكما من اهله و حكما من اهلها ين يريد آ اصلحًا يوفق الله بينهما ان الله كان عليما خبيرا۔(سورة النساء ۳۵)

مردعورتوں پر قوام ہیں اس بنا پر کے اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے۔اس بناء پر کے مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔پس جو صالح عورتیں ہیں وہ اطاعت شعار ہیں۔اور مردوں کے پیچھے ان کی حفاظت اور نگرانی میں ان کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں۔اور جن عورتوں سے تمھیں سرکشی کا اندیشہ ہو انہیں سمجھاؤ خوابگاہوں میں ان سے علیحدہ رہو،اور مارو اور پھر اگر وہ تمہاری مطیع ہو جائیں تو خواہ مخواہ ان پر دست درازی کرنے کے لئے بہانے تلاش نہ کرو۔یقین رکھو کہ اوپر اللہ موجود ہے۔جو بڑا اور بالاتر ہے۔اور اگر تم لوگوں کو میاں اور بیوی کے تعلقات بگڑ جانے کا اندیشہ ہو تو ایک حکم مرد کے رشتے داروں اور ایک عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرر کرو۔وہ دونوں اصلاح کرنا چاہیں گے تو اللہ ان دونوں کے درمیان موافقت کی صورت نکال دے گا۔اللہ سب کچھ جانتا ہے اور با خبر ہے۔

**حقوق نسواں:**

یہ سورت النساء کی آیات ہیں جن میں عورتوں کے حقوق کو بڑی وضاحت اور تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔اور عورتوں پر کی جانے والی تمام زیادتیوں کی تلافی کر کے جو اسلام سے قبل خواتین پر کی جارہی تھیں۔انھیں جملہ حقوق عطا کئے گئے۔اگر ایک طرف ان پر مردوں اور اولاد کے کچھ حقوق عائد کئے گئے ہیں۔تو مردوں اور اولاد پر بھی خواتین کی بہت سی ذمہ داریاں اور فرائض عائد کر دئے گئے ہیں۔اور یہ عام ضابطہ مقرر کر دیا گیا۔

و بعولتهن احق بر دهن فی ذالك ين اردو ا اصلحا۔ولهن مثل لذی عليهن بلمعروف ولرجال عليهن درجة۔(البقرہ ۲۲۸)

اوران کے خاوند اگر موافقت چاہیں تو اس مدت میں وہ ان کو اپنی زوجیت میں لینے کے زیادہ حقدار ہیں۔حسن معاشرت کے اصولوں کے تحت عورتوں،مردوں کی ذمہ داری ایسے لازم ہیں جیسے مردوں کے حقوق عورتوں کے ذمہ ہیں۔

**خاندانی نظام:**

ہر ادارے اور ہر نظام کو چلانے کے لئے کسی کو مناسب فوقیت دی جاتی ہے تا کہ وہ ادارے کی تمام ذمہ داری سنبھال کر اسے موزوں طریقے پر چلا سکے ۔خاندان بھی ایک معاشرتی ادارہ اور ایک سماجی یونٹ ہے۔اسے خوش اسلوبی سے چلانے کے لئے ضروری ہے کے ایک مرد کو قدرے فوقیت دے کر انتظام کی اصل ذمہ داری اس کے سپرد کر دی جائے۔مرد جسمانی خصوصیات اور معاشرے میں اپنے دائرہ کار کے لحاظ سے اس ذمہ داری کو سنبھالنے کے لئے نسبتا زیادہ موزوں ہے۔اس لئے اسے خاندانی نظام میں سرپرست مقرر کیا گیا ہے۔مردوں کو خاندان میں یہ حقوق ملنا بچوں کی نشونما،ان کی کفالت اور تحفظ اور خود خواتین کی مصالح کی تکمیل کے لئے ضروری ہے۔مرد کی یہ بالادستی مستبدرانہ اور آمرانہ نہیں ہے بلکہ مرد کو پابند کیا گیا ہے کہ اسے جو سرپرستی اور انتظام کا قدرے فائق اور بلند تر حق ملا ہے وہ اسے احکام شریعت اور معاشرے کے مروجہ اصولوں کے مطابق استعمال کرے۔چنانچہ ارشاد فرمایا کہ

واماشرهن بالمعروف۔(النساء۱۹)

عورتوں کے ساتھ حسن معاشرت اختیار کرو۔

ایک اور مقام پر یہ ہدایت دی گئی ہے کہ امور خانہ داری کے جملہ فرائض باہمی رضامندی اور مشورے سے انجام دئے جائیں۔مزکورہ آیات میں مرد کی قدرے فوقیت اور بالادستی کی وجہ بھی بیان کی گئی ہے کہ اللہ نے دنیا کے تمام افراد میں ان کی صلاحیتوں اور ذہنی وجسمانی قوتوں کے لحاظ سے فرق اور امتیاز رکھا ہے۔اور بعض صلاحیتوں کی بنا پر ایک صنف کو دوسری صنف پر ترجیح دی گئی۔مزید برآں معاشرتی نظام میں اکثری اصول کے تحت مرد کمانے والا فرد ہوتا ہے۔اور وہ اپنی کمائی عورتوں پر خرچ کرتا ہے۔لہٰذا مرد کی ترجیح کے دو پہلو پیدا ہو گئے۔ایک فطری دوسرا کسبی،ان دونوں پہلوؤں کی بنا پر مرد کو خاندان میں سرپرستی اور منتظم ہونے کی حیثیت عطا کر دی گئی۔نیز مرد کو جو یہ ترجیح اور تفوق دیا گیا ہے یہ اکثری اور مجموعی اصول کے تحت دیا گیا ہے۔ورنہ اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض خواتین اپنی ذہنی قدرتوں اور انتظامی صلاحیتوں میں بے شمار مردوں سے سبقت لے جاتی ہیں۔لیکن قانون ہمیشہ اکثریت کو مدنظر رکھ کر وضع کیا جاتا ہے۔

**نیک عورتوں کا طرز عمل :**

خاندانی نظام کے متعلق قران کے بیان کردہ اصولوں کی روشنی میں یہ ضروری ہے کہ جہاں مرد کسب معاش کی مساعی کرے۔گھر اور خاندان کہ چلانے کی ذمہ داریاں سنبھالے وہاں یہ لازم ہے کہ نیک اور پارسا خواتین قران کے بیان کردہ احکام پر مطمئن اور راضی ہو کر مردوں کی موجودگی میں اور ین کی غیر حاضری میں عزت ووقار اور مال ودولت کی حفاظت کرتی رہیں۔حدیث میں ہے کہ۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے،ایم ایس سی،ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک،ایف اے،آئی کام،بی اے،بی کام،بی ایڈ،بی ایس،ایم اے،ایم ایڈ،ایم ایس سی،پی ایچ ڈی ایف اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

بہترین عورت وہ ہے کہ جب تم اس کو دیکھو تو خوش ہو اور جب اس کو کوئی حکم دو تو اطاعت کرے اور جب تم غائب ہو تو اپنے نفس اور مال کی حفاظت کرے۔

**بیوی کی طرف سے نافرمانی کا اظہار:**

اگر بیوی کی طرف سے نافرمانی ظاہر ہو تو اس کی اصلاح کا پہلا درجہ یہ ہے کہ شوہر اسے نرمی سے سمجھائے۔ اگر وہ باز نہ آئے تو دوسرا درجہ یہ ہے کہ شوہر اپنا بستر علیحدہ کرے۔ اور اس کو اس کی خوابگاہ میں چھوڑ دے اور مکان علیحدہ نہ کرے کہ اس سے مزید رنجش بڑھنے کا اندیشہ ہے جو اس تنبیہ اور سرزنش سے باز نہ آئے تو اسے مارنے کیا جازت ہے مگر مارنے کی اجازت صرف ناگزیر حالات میں ہے۔ اور یہ فعل مستحسن (پسندیدہ) نہیں ہے۔ چنانچہ حدیث میں ارشاد ہے

ولن یضرب حیار کم

تمھارے اچھے مرد مارنے کی سزا نہیں دیں گے۔

**اصلاح کے تین طریقے:**

۱۔ نصیحت وفہمائش

۲۔ بستر الگ کر دینا

۳۔ مارہ ضرب

ان تینوں طریقوں کے اختیار کرنے میں یہ وضاحت کر دی گئی ہے کہ اگر وہ تمہاری اطاعت کرنے لگیں تو ان پر گرفت کی راہیں تلاش نہ کرو۔

**حاکمین کا تقرر:**

اگر میاں بیوی کے مابین اختلاف اور رنجش اس قدر بڑھ جائے کہ ان خانگی اقدامات سے ان کا تدارک نہ ہو سکے تو ایسے موقع پر حکام وقت یا عدالت ان دونوں کے خاندان میں سے ایک ایک شخص کو حکم مقرر کر دیں۔ یہ دونوں افراد خاندان کے ہی لوگ ہوں، صاحب علم اور نیک ہوں، ان دونوں کا مقصود میاں بیوی کی مصالحت اور اصلاح احوال ہو۔

ان یریدآ یصلًا حا یوفق اللہ بینھما (النساء ۹۱)

اگر دونوں اصلاح چاہتے ہیں تو اللہ توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

یعنی اگر یہ دونوں حکم اصلاح حال اور باہمی مصالحت کا ارادہ کریں گے۔ تو اللہ ان کے کام میں امداد عطا فرمادیں گے۔ اور میاں بیوی میں اتفاق کر دیں گے۔

مزکورہ بالا آیات سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔

اول: یہ کہ مصالحت کروانے والے دونوں حکام اگر دل سے چاہیں کہ باہم صلاح ہو جائے تو اللہ کی طرف سے ان کی غیبی امداد ہوگی۔ کہ یہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اور ان کے ذریعے اللہ دونوں میاں بیوی کے باہمی اتفاق و محبت پیدا فرمادے گا۔ اس کے نتیجے سے یہ بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ جہاں باہمی مصالحت پیدا نہیں ہوتی تو دونوں حکمین میں سے کسی ایک کی جانب سے اخلاص کے ساتھ صلاح جوئی میں کمی ہوتی ہے۔ اس آیت سے دوسری بات یہ ثابت ہو رہی ہے ان دونوں کے حکمین کے بھیجنے کا مقصد میاں بیوی میں صلاح کرانا ہے۔ حکمین کو بھیجنے کا اور کوئی مقصد نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ فریقین رضامند ہو کر انہیں دونوں حکمین کو اپنا نائب مختار یا ثالث بنالیں۔ اور یہ تسلیم کر لیں کہ یہ دونوں مل کر جو فیصلہ کریں گے ہمیں منظور ہوگا۔ اس صورت میں یہ دونوں کلی طور پر ان کے معاملے میں فیصلہ کرنے کے مجاز ہو جائیں گے۔ دونوں طلاق پر متفق ہو جائیں تو طلاق ہو جائے گی۔ دونوں مل کر خلع وغیرہ کی کوئی صورت طے کر دیں تو فریقین کو ماننا پڑیگا۔ صلح کرانے کے علاوہ کسی کو کوئی اختیار نہیں۔

**حکمین کے فرائض:**

حضرت اعلی کرم اللہ وجہہ کے سامنے ایک ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ اس میں بھی اس کی شہادت موجود ہے کہ جب تک فریقین ان کو کلی اختیار نہ دے دیں یہ واقعہ سنن بیہقی میں بروایت عبیدہ سلمانی اس طرح مرکوز ہے۔

ایک مرد اور ایک عورت حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دونوں کے ساتھ بہت سی جماعتیں تھیں۔ حضرت علی نے حکم دیا کہ ایک حکم مرد کے خاندان سے اور ایک عورت کے خاندان سے مقرر کریں۔ جب یہ حکم تجویز کر دیئے گئے تو ان دونوں سے خطاب فرمایا تم جانتے ہو کہ تمھاری ذمہ داری کیا ہے اور تمھیں کیا کرنا ہے؟ سن لو اگر تم دونوں ان میاں بیوی کو یکجا رکھنے اور باہم مصالحت کرا دینے پر متفق ہو جاؤ تو ایسا ہی کر لو۔ اور اگر تم یہ سمجھو کہ ان دونوں میں مصالحت نہیں ہو سکتی یا قائم نہیں رہ سکتی۔ اور تم دونوں کا اس پر اتفاق ہو جائے کہ ان میں جدائی ہی مصلحت ہے تو ایسا ہی کر لو۔ یہ سن کر عورت بولی کہ مجھے منظور ہے۔ یہ دونوں حکم قانون الہی کے موافق جو فاصلہ کر دیں خواہ میری مرضی کے مطابق ہو یا خلاف ہو مجھے منظور ہے۔ لیکن مرد نے کہا کہ میں جدائی اور طلاق میں کسی طور پر گوارہ نہ کروں گا البتہ حکم کو یہ اختیار دیتا ہوں کہ مجھ پر مالی تاوان جو چاہیں ڈال کر اس کو راضی کر دیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا نہیں تمہیں بھی ان حکمین کو ایسا اختیار دینا چاہئے جیسا عورت نے دیا ہے۔

اس واقعہ سے بعض مجتہدین نے یہ مسئلہ اخذ کیا ان حکمین کا با اختیار ہونا ضروری ہے۔ جیسا کہ حضرت علی نے فریقین سے کہ کر انہیں با اختیار بنا دیا۔ امام ابو حنیفہ اور

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹس کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 03345504551

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ:
اگر ان حکمین کا بااختیار ہونا شریعت میں ثابت ہوتا تو حضرت علی کے اس ارشاد اور فریقین سے رضا مندی حاصل کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہ ہوتی ۔فریقین کو رضا مند کرنے کی کوشش خود اس کی دلیل ہے کہ یہ حکمین بااختیار نہیں ہوتے ۔البتہ اگر میاں بیوی انہیں مختار بنادیں تو بااختیار ہوجاتے ہیں۔
غرض امام ابوحنیفہ کی رائے یہ ہے کہ حکمین صرف مصالحت کے لئے مقرر ہوتے ہیں۔اورانہیں زوجین کے درمیان تفریق کرانے کا اختیار نہیں ہوتا۔الا یہ کہ میاں بیوی خود انہیں یہ اختیار دے کر اپنے درمیان وکیل مقرر کرلیں۔جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ کی رائے یہ ہے کہ حکمین خود اس امر کے مجاز ہوتے ہیں کہ صلح ممکن ہو تو صلح کرادیں۔ورنہ دونوں کی تفریق یا شوہر کو بیوی سے معاوضہ دلا کر طلاق دلوائیں۔

**سوال نمبر 10۔ لعان کی فقہی حیثیت پر جامع نوٹ لکھیں۔**

**جواب: لعان:** اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اور اس کے پاس اپنا الزام ثابت کرنے کے لئے چار گواہ نہ ہوں تو اسلامی شریعت کے مطابق ان دونوں میاں بیوی کے درمیان لعان کرایا جائے گا۔لعان کا قانون ایک خصوصی قانون ہے جو خود اللہ نے قران مجید میں بیان فرمایا۔

**قران کریم میں لعان کا بیان:** قران کریم میں لعان سے متعلق آیات مندرجہ ذیل ہیں۔

**”ولذین یرمون ازوجھم ولم یکن لھم شھدآ ء الا انقسھم فشھدۃ احدھم اربع شھدات با للہ انہ لمن الصادقین ہ والخمسۃ ان لعنت اللـہ علیہ ان کان من الکذبین ہ ویم رئو عنھا العذاب ان تشھد اربع شھٰدن با للہ انہ لمن الکذبین ہ والخمسۃان غضب اللہ علیھآ ان کان من الصدیقین ہ ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ وان اللہ تواب حکیم ہ“**

ترجمہ: ”اور جو لوگ اپنی بیویوں پر الزام لگائیں اور ان کے پاس خود ان کی ذات کے سوا دوسرے کوئی گواہ نہ ہوں۔تو ان میں سے ایک شخص کی شہادت (یہ ہے کہ وہ) چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دے (کہ وہ اپنے الزام میں) سچا ہے۔اور پانچویں بار کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ (اپنے الزام میں) جھوٹا ہے۔اور عورت سے سزا اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر شہادت دے کہ یہ شخص (اپنے الزام میں) جھوٹا ہے۔اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اس بندی پر (یعنی مجھ پر) اللہ کا غضب پڑے اگر وہ (اپنے الزام میں) سچا ہو۔اگر تم لوگوں پر اللہ کا فضل اور اس کا رحم نہ ہوتا اور یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ بڑا التفات فرمانے والا اور حکیم ہے۔“ تو بیویوں پر الزام کا معاملہ تمہیں بڑی پیچیدگیوں میں ڈال دیتا۔

**لعان کی تعریف:** لعان کی تعریف یہ ہے کہ شوہر کے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگانے کی صورت میں میاں بیوی دونوں قسم کے ساتھ اللہ کی لعنت اور غضب کی شہادت دیں۔یہ لعان شوہر کے حق میں جھوٹی تہمت کی سزا اور عورت کے حق میں حد زنا کا مقام قائم ہوتا ہے۔چنانچہ اگر شوہر بیوی پر زنا کی تہمت لگائے۔اور چار چشم دید گواہ پیش نہ کرسکے۔تو اس پر لازم ہوگا کہ یا تو وہ اپنے الزام کے جھوٹے ہونے کا اقرار کرے۔اسی صورت میں اس پر جھوٹا الزام لگانے کی شرعی سزائیں یعنی (۸۰) درے نافذ کی جائیگی۔یا لعان کرے۔اسی طرح بیوی کے لئے ضروری ہوگا۔کہ یا تو وہ شوہر کے الزام کی تصدیق کرکے نفاذ حد زنا کیلئے پیش کر دے۔یا لعان کی صورت میں شوہر کی تکذیب کرے۔

**لعان کی فقہی اور شرعی حیثیت:** لعان کس وقت لازم ہوتا ہے:
اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر زنا کی نہمت لگائے لیکن بیوی اس تہمت کو تسلیم نہ کرے اور شوہر بھی اپنے الزام سے رجوع نہ کرے درج ذیل صورتوں میں لعان لازم ہے۔

(الف) اگر شوہر نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی اور کہا کہ میری بیوی زنا کی مرتکب ہوئی ہے۔لیکن اس کے پاس چار گواہ موجود نا ہوں۔تو لعان کا حکم جاری ہو گا۔

(ب) اگر شوہر بیوی کے حمل کا انکار کرے اور کہے کہ یہ حمل اس کا نہیں ہے۔تو اس صورت میں لعان کا حکم جاری ہوگا۔

**کیا لعان قسم ہے یا شہادت:** اس سلسلے میں فقہا کی دو آراء ہیں۔

(الف) پہلی رائے یہ ہے کہ لعان شہادت ہے اور اس پر تمام حکام جاری ہوں گے جو شہادت سے تعلق رکھتے ہیں۔یہ مسلک حضرت امام ابوحنیفہ کا ہے۔

(ب) دوسرا مسلک یہ ہے کہ لعان قسم ہے،شہادت نہیں ہے۔اور اس پر قسم کے احکام جاری ہوں گے۔یہ مسلک امام مالک،امام شافعی،اور امام احمد بن حنبل کا ہے۔

**اہلیت لعان:** فقہائے حنفیہ کے نزدیک لعان صرف ان میاں بیوی کے درمیان ہوسکتا ہے جو شہادت کے اہل ہوں۔چنانچہ مسلمان،بالغ اور عادل افراد کے درمیان

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس،پروپوزل،پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام ، بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی پی ایچ ڈی ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

03455504551 Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

ہوسکتا ہے۔لیکن فقہا کی ایک جماعت کے نزدیک لعان ہر میاں بیوی کے درمیان ہوسکتا ہے۔عادل ہوں یا غیر عادل،خواہ وہ دونوں مسلمان ہوں اور وہ عورت کتابیہ۔ان کی دلیل یہ ہے کہ قران میں زوجین کیے لئے کوئی شرط مقرر نہیں کی گئی اور دوسرا یہ کہ لعان شہادت نہیں ہے بلکہ قسم ہے۔کیونکہ شہادت خود اپنے متعلق نہیں ہوتی۔

**لعان کا اثر:** لعان کا اثر یہ ہوتا ہے کہ جب تک لعان باقی رہے شوہر کے لئے بیوی سے ہم بستری کرنا حرام ہے۔لیکن لعان کے بعد مرد اپنی تکذیب کرے۔یعنی خود کو جھوٹا کہے تو لعان کا اثر زائل ہو جائیگا۔چنانچہ لعان کے بعد مگر قاضی کی تفریق کرانے سے پہلے اگر مرد اپنے نفس کی تکذیب کرے۔یعنی یہ کہ میں نے عورت پر جھوٹا الزام لگایا۔تو ایسی صورت میں مرد کیلیۓ عورت سے (بلا نکاح جدید) صحبت کرنا جائز ہوگا۔اسی طرح اگر قاضی نے تفریق کرادی اور اس کے بعد مرد نے اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کیا تو زوجین باہمی رضامندی سے نکاح جدید کر سکتے ہیں۔لیکن اگر لعان قائم رہے تو ایسی صورت میں عورت مرد پر ہمیشہ کیلیۓ حرام رہتی ہے۔یہ رائے حضرت امام ابوحنیفہ کی ہے۔ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بھی فرقت دائمی ہوگی۔اور لعان کرنے والے دونوں فریق کبھی جمع نہ ہوسکیں گے۔دلائل کے اعتبار سے حضرت امام ابوحنیفہ کا مسلک مضبوط تر نظر آتا ہے۔

**تفریق بذریعہ لعان:** جب زوجین لعان کر چکیں تو قاضی ان دونوں میں تفریق کرادے گا۔امام ابوحنیفہ،امام یوسف اور امام محمد کے نزدیک جب تک قاضی ان دونوں میں تفریق نہ کرائے مرد اور عورت کے درمیان فرقت واقع نہیں ہوگی۔اگر چہ مرد کیلیۓ عورت سے صحبت کرنا حرام ہوگا۔البتہ امام زفر اور امام شافعی اس امر کے قائل ہیں کہ نفس لعان کے سبب اسی وقت فرقت واقع ہو جائیگی۔چنانچہ اگر لعان کے بعد کوئی ایک فریق مر جائے تو دوسرا اس کا وارث نہ ہوگا۔جبکہ اصناف کے نزدیک ایسی صورت میں وراثت کا حکم جاری کیا جائیگا۔

**تفریق بذریعہ لعان کا حکم:** احناف کے نزدیک لعان قائم رہنے کی صورت میں تفریق بذریعہ لعان ایک طلاق بائن کے حکم میں داخل ہے۔لیکن ائمہ ثلاثہ کے نزدیک فسخ کے حکم میں ہے اور عورت پر عدت واجب ہوگی۔وہ نفقہ اور ممکن کی بھی مستحق ہوگی۔

**لعان سے میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کا بیان:** لعان سے میاں بیوی کے درمیان علیحدگی ہو جانے کے بارے میں فقہا کے درمیان اختلاف رائے ہے۔حنفیہ اور حنابلہ کہتے ہیں کہ خاوند کے لعان کر لینے کے بعد عورت اس وقت تک شوہر کی زوجیت سے خارج نہیں ہوتی۔جب تک کہ حاکم علیحدگی کا حکم نامہ جاری نہ کرے۔اس حکم کے صادر ہونے سے پہلے ان میں علیحدگی نہیں ہوتی۔شافعیہ کہتے ہیں کہ لعان میں شہادت اور لعنت کے بعد شوہر کا بیوی پر حق زوجیت ختم ہو جاتا ہے۔اور وہ پھر کبھی اس پر حلال نہیں ہوسکتی خواہ اس نے یا بیوی نے لعان کیا ہو یا نہ کیا ہو۔اللہ کا ارشاد ہے۔

”ویدر و عنھا العذاب ان لشھدا ربع شھدٰت با اللہ .الہ لمن الکذبین o“ (النور ۸)

ترجمہ: ”اور عورت کو سزا کی یہ بات ٹال سکتی ہے کہ وہ پہلے چار بار اللہ کی قسم کھائے کہ اس کا خاوند جھوٹ بولتا ہے۔“

یعنی عورت بھی اسی طرح پانچ بار حلفی شہادت مرد کی تکذیب میں دے تو وہ حد سے بچ جائے گی۔البتہ مرد پر حرام ہو جائے گی۔علاوہ ازیں لعان سے واقع ہونے والی تمام باتیں خاوند کے لعان کرنے سے واقع ہوتی ہیں۔اور اسی طرح لعان کے بچے سے انکار مقصود ہوتا ہے۔یعنی بچے کو خاوند سے منسوب کرنا یا نہ کرنے کا بارے میں خاوند ہی کے قول پر اعتبار کیا جائے گا۔نا کہ عورت کے قول پر۔

چنانچہ عورت اپنے لعان میں بچے کو خاوند کا ہی بتاتی ہے لیکن اس کو مانا نہیں جاتا اور بچے کے خاوند سے انکار کو معتبر قرار دیا جاتا ہے۔اور خاوند کے اس دعوے کے پیش نظر کہ بچہ اس کا نہیں ہے۔بیوی سے اس کی علیحدگی واجب ہو جاتی ہے۔کیونکہ اگر علیحدگی نہ کی جائے اور رشتہ زوجیت کو برقرار رکھا جائے تو بچے کی باپ سے نسبت کو منقطع نہیں کیا جا سکتا۔حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اولاد بستر والے یعنی خاوند کی ہی ہے۔پس جب تک اس کی زوجیت باقی ہے بچے کو اس کی اولاد مانا جائے گا۔فقہائے ملکیہ ،امام لیث اور امام زفر کہتے ہیں کہ جب میاں بیوی دونوں لعان سے فارغ ہو جائیں تو قدرتی طور پر دونوں میں علیحدگی ہو جائے گی۔

**مسلک حنفیہ کا استدلال:** حنفیہ نے اپنے مسلک کے ثبوت میں سہل بن سعد کی اس روایت سے استدلال کیا ہے۔جو عجلان کے واقعہ سے تعلق رکھتی ہے۔کہ لعان کرنے والوں میں یہ طریقہ کار جاری ہے کہ ان دونوں میں علیحدگی کرادی جائے تاکہ وہ پھر کبھی نہ مل سکیں۔اسی طرح ایک روایت ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ عولمیر نے حضور ﷺ سے کہا کہ: **کذبت علیھا یا رسول ﷺ ان امسکتھا ھی طالق ثلاثا.**

یارسول اللہ ﷺ اگر میں اس عورت کو رکھ لوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں نے اس پر جھوٹا الزام لگایا لہٰذا میں اسے تین طلاقیں دیتا ہوں۔حنفیہ اپنے مسلک کی تائید میں ان حدیثوں سے استدلال کئی طریقوں سے کرتے ہیں مثلاً یہ کہ اگر محض لعان سے علیحدگی ہو جاتی تو عویمر کا یہ کہنا بے معنی ہوتا ہے یعنی میں اگر اسے بیوی بنا

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام ،بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبرز پر رابطہ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

کر رکھے رہوں تو گویا میں نے اس پر جھوٹی تہمت لگائی تھی ۔ کیونکہ علیحدگی کے بعد اسے ویسے ہی ممکن نہ رہتا۔ دوسرا یہ کہ اس روایت میں کہا گیا ہے کہ عویمر نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور حضور ﷺ نے انہیں نافذ قرار دیا۔ اگر لعان کی وجہ سے علیحدگی پہلے ہی ہو چکی تھی تو حضور ﷺ عویمر کی طلاقوں کو کیسے نافذ فرماتے۔

تیسرے حضرت سعد بن سہل کا یہ قول کہ: مضت السنة فی المتلاعنین ان یفر ق بینهما و لا یجتمعان ابدا.

لعان کرنے والوں کے بارے میں یہ طریقہ کار جاری ہے کہ ان دونوں میں علیحدگی کر دی جائے ۔ اور پھر کبھی نہ مل سکیں گے ۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ امر کہ المتلا عنان از تفرقا لا یعتمان یعنی جب دو لعان کرنے والے میاں بیوی میں علیحدگی ہو جائے ۔ تو پھر کبھی نہ مل سکیں گے ۔ ان سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ علیحدگی خود کرائی جائے گی ۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر لگائے گئے الزام سے رجوع کرے اور کہے کہ میں نے جھوٹ بولا تھا ۔ اور اس کے اس بیان کی بنیاد پر کہ اس پر حد قاذف جاری ہو جائے تو ایسی صورت میں میاں بیوی پر دوبارہ نکاح کی حرمت ختم ہو جائیگی ۔ اور ان کے لئے جائز ہوگا کہ دوبارہ آپس میں نکاح کر لیں ۔ گویا احناف کے نزدیک لعان کے بعد بیوی ہمیشہ کے لیے حرام نہیں ہوتی ۔ بلکہ خاوند اگر چاہے تو اپنے لعان سے رجوع کر کے اس سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے ۔ اپنے مسلک کی تائید میں احناف قران کریم کی مندرجہ ذیل آیات سے استدلال کرتے ہیں ۔

"واحل لکم ماورآء ذالکم" (النساء ۲۴)

ترجمہ: "محرمات مذکورہ کے علاوہ تمام عورتیں تم پر حلال ہیں ۔"

"فانکحو ما طاب لکم من النسآ "(النساء ۳)

ترجمہ: "تم اس عورت سے نکاح کر سکتے ہو جسے پسند کرتے ہو۔"

لعان چونکہ طلاق ثلاثہ کی طرح ہے لہٰذا ملاعنہ عورت بھی اپنے شوہر پر ہمیشہ کے لئے حرام نہیں ہوگی۔

سوال نمبر 4: ایلاء سے کیا مراد ہے؟ ایلاء کے بارے میں مختلف مسالک فقہی آراء تحریر کریں؟

جواب: ایلاء: ازروئے شریعت ایلاء کا مفہوم یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی سے چار ماہ (قمری) یا اس سے زائد مدت تک ہمبستری نہ کرنے کی قسم کھالے ۔ اگر قسم نہ کھائی تو ایلاء نہ ہوگا ۔ اسی طرح اگر چار ماہ سے کم کی قسم کھائی تب بھی ایلاء نہیں ہوگا ۔ ایلاء کی قسم غیر مشروط بھی ہو سکتی ہے ۔ مثلاً یہ کہے کہ اللہ کی قسم میں اپنی بیوی سے ہم بستری نہیں کرونگا ۔ اور ہمیشہ کی قید بھی لگائی جا سکتی ہے ۔ اسی طرح چار ماہ سے زائد کی قید بھی لگائی جا سکتی ہے ۔ مثلاً یہ کہے کہ میں پانچ ماہ یا ایک سال تک تمام عمر بھی اپنی بیوی کے پاس نہیں جاؤں گا ۔ ان سب صورتوں میں ایلاء ہو جائے گا ۔ اللہ کی صفات میں سے کسی صفت کی قسم کھائی مثلاً یہ کہا کہ قسم ہے اللہ کی قدرت اللہ کے علم کی وغیرہ ۔ تو اسے بھی اللہ کی قسم تصور کیا جائے گا ۔ یا کوئی نذر پوری کرنے کا عہد کیا اور یوں کہا کہ میں اپنی بیوی سے ہم بستری کروں تو میری بیوی پہ طلاق ہے ۔ یا وہ میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے یا اسطرح کہا کہ اگر میں بیوی سے ہم بستری کروں تو مجھ پر حج لازم ہو جائیگا ۔ ان الفاظ سے وہ شخص ایلاء کرنے والا تصور ہوگا ۔

**قران کریم میں ایلاء کا بیان:** ایلاء کے بارے میں اللہ کا حکم ہے ۔

"للذین یئو لو نمن نسآئهم تربص اربعةاشهر فان فآ ئو فان الله غفور رحیم ٥ وان عزمو الطلاق فان الله سمیع علیم ٥"

ترجمہ: "جو لوگ اپنی بیویوں سے ایلاء کرتے ہیں ۔ ان کے لئے چار ماہ انتظار کرنا ہے ۔ اگر وہ رجوع کر لیں تو وہ اللہ بہتر معاف کرنے والا ہے اور اگر طلاق کا عزم کر لیں تو اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے ۔" (بقرہ ۔ ۱۲۷ ۔ ۱۲۶)

**سوال نمبر 11 ۔ ایلاء اور ظہار کو مفہوم بیان کریں نیز دونوں کی فقہی حیثیت پر تفصیلی نوٹ لکھیں ۔**

**جواب ۔** **ایلاء:** ازروئے شریعت ایلاء کا مفہوم یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی سے چار ماہ (قمری) یا اس سے زائد مدت تک ہمبستری نہ کرنے کی قسم کھالے ۔ اگر قسم نہ کھائی تو ایلاء نہ ہوگا ۔ اسی طرح اگر چار ماہ سے کم کی قسم کھائی تب بھی ایلاء نہیں ہوگا ۔

ایلاء کی قسم غیر مشروط بھی ہو سکتی ہے ۔ مثلاً یہ کہے کہ اللہ کی قسم میں اپنی بیوی سے ہم بستری نہیں کرونگا ۔ اور ہمیشہ کی قید بھی لگائی جا سکتی ہے ۔ اسی طرح چار ماہ سے زائد کی قید بھی لگائی جا سکتی ہے ۔ مثلاً یہ کہے کہ میں پانچ ماہ یا ایک سال تک تمام عمر بھی اپنی بیوی کے پاس نہیں جاؤں گا ۔ ان سب صورتوں میں ایلاء ہو جائے گا ۔ اللہ کی صفات میں سے کسی صفت کی قسم کھائی مثلاً یہ کہا کہ قسم ہے اللہ کی قدرت اللہ کے علم کی وغیرہ ۔ تو اسے بھی اللہ کی قسم تصور کیا جائے گا ۔ یا کوئی نذر پوری کرنے کا عہد کیا اور یوں کہا کہ میں اپنی بیوی سے ہم بستری کروں تو میری بیوی پہ طلاق ہے ۔ یا وہ میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے یا اسطرح کہا کہ اگر میں بیوی سے ہم بستری کروں تو مجھ پر حج لازم ہو جائیگا ۔ ان الفاظ سے وہ شخص ایلاء کرنے والا تصور ہوگا ۔

**قران کریم میں ایلاء کا بیان:** ایلاء کے بارے میں اللہ کا حکم ہے

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

’’جو لوگ اپنی بیویوں سے ایلاء کرتے ہیں۔ان کے لئے چار ماہ انتظار کرنا ہے۔اگر وہ رجوع کر لیں تو وہ اللہ بہتر معاف کرنے والا ہے اور اگر طلاق کا عزم کر لیں تو اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔‘‘ (بقرہ۔۱۲۷۔۱۲۶)

**ایلاء کے بارے میں مختلف مسالک کی آراء:**

**حنفی مسلک کی رائے:** حنفی مسلک کے مطابق ایلاء یہ ہے کہ بیوی سے ہمبستری ترک کر دینے کے بارے میں اللہ کی قسم کھائی جائے خواہ یہ قسم غیر مشروط ہو یا اس سے زیادہ عرصے کی مدت مقرر کر دی گئی ہو۔یا بیوی سے ہمبستری کا انحصار کسی دشوار کام پر رکھا گیا ہو۔اللہ کی قسم کھانے کا مطلب اللہ کے نام یا اس کی صفات میں سے کسی صفت کی قسم کھانا ہے۔

ترک قربت سے مراد فطری تعلق سے باز رہنا ہے۔دشوار کام پر بیوی سے ہمبستری کر دینے کی صورت یہ ہے۔ بیوی سے قربت کا طلاق سے وابستہ کیا جائے۔مثلاً بیوی سے کہا جائے اگر میں تجھ سے قربت کروں تو تجھے طلاق ہے یا غلام آزاد کر دینے سے وابستہ کرنا۔مثلاً یہ کہنا کہ اگر میں قربت کروں تو میرا غلام آزاد ہے، یا نذر سے وابستہ کرنا مثلا یہ کہنا کہ اگر میں قربت کروں تو یہ کہ دینا، اگر میں قربت کروں تو مجھ پر حج یا روزہ خواہ ایک ہی دن کا ہو لازم ہوگا۔ یہ تمام صورتیں ہم بستری کو دشوار کرنے کے ساتھ مشروط کرنے کی ہیں۔اس کے برعکس اگر یہ کہا جائے کہ اگر میں تجھ سے قربت کروں تو مجھ پر ماہ رواں کا یا ماہ گزشتہ کا روزہ لازم ہو گا۔تو اس سے کچھ نہ ہوگا۔ ماضی کی نذر درست نہیں ہے۔اور ماہ رواں کے روزے کی شرط بے معنی ہے کہ اس ماہ کے ختم ہونے کا بعد قربت کی تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ ایام جن میں روزہ رکھنا تھا گزر چکے ہوں گے مگر یہ کہنا ایلاء ہے کہ اگر قربت کروں تو مجھ پر قربانی یا اعتکاف یا کفارہ لازم ہوگا۔ یا میں سو رکعت نماز ادا کروں گا۔وغیرہ۔غرضوہ تمام امور جو مشقت کے حامل ہوں۔ان میں سے کسی امر پر قربت کو منحصر کر دینا ایلاء بن جاتا ہے۔اور ایسے امور میں سے کسی امر پر ہم بستری کو منحصر کرنے سے ایلاء نہیں ہوتا۔جن میں جسمانی مشقت نہ ہو۔مثلا اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اگر میں اپنی بیوی سے ہم بستری کروں تو مجھ پر تسبیح پڑھنا یا جنازے کا ساتھ چلنا لازم ہوگا تو اس سے ایلاء نہیں ہوتا۔

بہر حال اگر ترک ہم بستری کرنے پر اللہ کی قسم کھانے کا بعد ہم بستری کی تو قسم کا کفارہ لازم ہوگا۔اور اگر طلاق پر قسم کھائی تھی تو طلاق پڑ جائیگی۔خواہ اسی بیوی پر طلاق واقع ہونے کی قسم کھائی ہو۔اس کے علاوہ کسی اور بات پر قسم کھائی ہو تو اس کا پورا کرنا لازم ہے۔ایسی صورت میں ایلاء کا حکم ساقط ہو جائیگا۔ تفصیل بالا سے معلوم ہوا کہ ایلاء میں طلاق دینے ،کفارہ ادا کرنے، قربانی دینے حج کرنے اور روزہ رکھنے وغیرہ کی شرط رکھی جا سکتی ہے۔ کیونکہ ان باتوں سے جان کہ مشقت ہوتی ہے۔نذر ماننے پر اگر مشقت ہو تو اس پر ایلاء کیا جا سکتا ہے ورنہ نہیں۔مثلاً اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ اگر میں تجھ سے ہمبستری کروں تو مجھ پر ۲۰ رکعات نماز ھنا لازم ہوگا تو اسے ایلاء نہیں ہوگا کیونکہ ۲۰ رکعات نماز پڑھنا بذات خود کچھ دشوار نہیں، خواہ بعض کمزور اشخاص سہولت پسندی کی وجہ سے اسے دشوار محسوس کریں لہٰذا کسی نے اس پر ایلاء کیا تو اسے مولی (ایلاء کرنے والا) قرار نہ دیا جائے گا۔اس کے برخلاف اگر کسی نے یہ نذر مانی کے سو رکعات ادا کروں گا چونکہ اس میں مشقت ہے اسلئے یہ ایلاء ہو جائے گا۔

**حنبلی مسلک کی رائے:** حنبلی مسلک کے فقہا کی رائے یہ ہے کہ اگر کوئی شوہر جو ہم بستری کے قابل ہو اور اپنی بیوی سے ہم بستری نہ کرنے کے لئے اللہ کی یا اللہ کی کسی صفت کی قسم کھائے تو یہ ایلاء ہے۔البتہ اس کے بارے میں حنبلی فقہا کے درمیان اختلاف ہے کہ کیا نذر کی قسم بھی اللہ کی قسم کی مانند ہے۔اور چار ماہ گزرنے کے بعد بھی انہی احکام کا اطلاق ہوگا۔جن کا اطلاق ایلاء کرنے والوں پر ہوتا ہے؟ بعض فقہا کی رائے یہ ہے کہ ایسے شخص کو ایلاء کرنے والا قرار نہ دیا جائے گا۔کیونکہ نذر ماننا ایک ایسا عہد ہے جو قسم نہیں ہے جیسے کا ظاہر ہے حنابلہ کے نزدیک ایلاء قسم ہے اور قسم یا تو اللہ کی ذات کی ہوتی ہے یا اس کی صفات میں سے کسی صفت کی۔پس اگر ہم بستری نہ کرنے کی قسم کو طلاق سے وابستہ کر دیا گیا، مثلا بیوی سے یوں کہا’’ اگر تجھ سے ہم بستری کروں تو میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہو۔‘‘ یا نذر مان لی کہ’’ اگر ہم بستری کروں تو مجھ پر حج یا صدقہ لازم ہو جائیگا وغیرہ۔ان تمام باتوں سے اس شخص کو ایلاء قرار نہیں دیا جائیگا۔‘‘ کیونکہ کسی کام کو شرط سے وابسطہ کرنے کا مطلب قسم کھانا نہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس میں قسم کے الفاظ نہیں آئے ،زیادہ سے زیادہ یہ امر قسم کی طرح کسی کام سے باز رہنے یا اسے ترک کرنے کیلئے ہوتا ہے۔لہٰذی اسے بھی حلف کیا جاتا ہے۔

مشروط قسم کو فقہی اعتبار سے قسم قرار نہیں دیا جاتا اور یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے کوئی شخص کعبے کی قسم کھائے یہ بھی فقہی لحاظ سے کوئی قسم نہیں ہے۔اب اگر کسی شخص نے اس طرح کی قسم کھائی اور پھر بیوی سے ہم بستری کر لی تو اس شرط کو پورا کرنا لازم ہوگا۔لیکن اگر ہم بستری نہیں کی تو ایلاء کے احکامات عائید نہیں ہوں گے۔البتہ بیوی کو حق ہوگا کہ اگر خاوند چار ماہ تک اس سے علیحدہ رہے، گو بغیر ایلاء کے الگ رہا ہو تو وہ اس معاملے کہ حاکم (عدالت) کے سامنے پیش کرے

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

اور حاکم عدالت شوہر کو بیوی کے پاس جانے یا طلاق دینے کا حکم دے گا۔

**مالکی مسلک کی رائے:** مالکی مسلک کی رائے میں ازروئے شریعت ایلاء یہ ہے کہ مسلمان مکلّف شوہر، جو عورتوں سے مباشرت کی صلاحیت رکھتا ہو، اپنی بیوی سے جو دودھ نہ پلاتی ہو، چار ماہ یا اس سے زیادہ عرصے کے لئے ترک مباشرت کی قسم کھالے۔ایلاء کی اس تعریف میں خاوند کی قسم کھانے میں تین صورتیں ہیں

ا۔ ایک صورت اللہ یا اس کی صفت کی قسم ہے مثلا بیوی سے یوں کہنا کہ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں، کہ تجھ سے کبھی ہمبستری نہیں کروں گا۔یا پانچ ماہ تک نہ کروں گا۔اسی طرح اللہ کے علم یا اس کی قدرت وغیرہ کی قسم ہے۔

۲۔ دوسری صورت کسی خاص چیز کو اپنے اوپر لازم کر لینا جائز ہو مثلا طلاق دینا، صدقہ نکالنا یا حج، روزہ اور نماز کو اپنے اوپر لازم کرنا۔اس طرح کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ کہے اگر میں تجھ سے ہم بستری کروں تو تجھے طلاق ہے یا فلاں غلام آزاد کرنا مجھ پر لازم ہوگا۔یا اتنی اشرفیوں میں صدقہ یا سو رکعات نماز یا ایک ماہ کے روزے یا مکہ کی زیارت اپنے اوپر لازم کرتا ہوں۔اس کو نذر معین کہتے ہیں۔

۳۔ تیسری صورت غیر معین امر کو لازم کر لینا ہے۔مثلا یوں کہا کہ اگر مباشرت کروں۔تو اپنی نذر پوری کروں گا۔یا صدقہ دونگا (یہ سب صورتیں ایلاء کی ہیں) لیکن اگر بیوی سے یوں کہے (علی نظران لا اطلق) تو اس میں اختلاف ہے۔بعض اصحاب کہتے ہیں کہ اس طرح کہنے سے بھی ایلاء ہوجائیگا۔بعض کہتے ہیں نہیں ہوگا۔

**شافعی مسلک کی رائے:** فقہائے شافعیہ کی رائے میں ایلاء یہ ہے کہ ایسا شوہر جس سے ہمبستری متوقع ہو اور جس کا ہمبستری نہ کرنا موجب طلاق ہو جائے، چار ماہ یا اس سے زائد عرصے تک ترک ہمبستری کی قسم کھائے۔اس تعریف کی رو سے لفظ حلف یا قسم میں تینوں صورتیں شامل ہیں۔

ا۔ وہ قسم اللہ کے ناموں یا اس کی صفات میں سے کسی صفت کی ہو مثلا یوں کہا جائے کہ میں اللہ کی یا اس کی قدرت کی قسم کھاتا ہوں کہ اپنی بیوی سے مباشرت نہیں کروں گا۔

۲۔ مباشرت کو طلاق واقع ہوجانے وغیرہ سے وابستہ کیا جائے۔مثلا بیوی سے یوں کہا جائے کہ اگر تجھ سے مباشرت کروں تو تجھے طلاق ہے۔

۳۔ منت یا نذر ماننے سے جو نیک کام لازم ہوتے ہیں مثلا نماز روزہ وغیرہ انکو ایلاء یعنی ترک مباشرت کی قسم سے اپنے اوپر لازم کر لینا، جیسے بیوی سے یوں کہنا کہ اگر میں تجھ سے مباشرت کروں تو اللہ کی طرف سے مجھ پر اتنی نماز یا صدقہ لازم ہوگا۔ان سب صورتوں میں ایلاء ہوجائیگا۔

**شرائط ایلاء:** ایلاء کی متعدد شرائط ہیں۔

**رکن شرائط:** رکن سے مراد وہ الفاظ ہیں جن سے ایلاء متحقق ہوتا ہے یعنی بیوی سے ہمبستری نہ کرنے کی چار ماہ یا اس سے زائد مدت کی قسم کھانا، اس کی تین شرطیں ہیں۔

**پہلی شرط:** ایلاء کے رکن کی پہلی شرط یہ ہے کہ اس کے الفاظ ایسے ہوں جو ایلاء کے مفہوم پر دلالت کرنے کے لیے موزوں ہوں۔یعنی شوہر ایلاء میں جو الفاظ استعمال کرے وہ ایسے ہوں جو صراحتہ اور عرفاً اس کے بیوی سے ہمبستری نہ کرنے پر دلالت کرتے ہوں۔

**دوسری شرط:** ایلاء کے لیے بولے گئے کلمات ایسے ہوں جو فوری طور پر موثر اور پختہ ارادے پر دلالت کرتے ہوں اور ان میں تردد اور شک موجود نہ ہو، یعنی وہ کہے کہ خدا کی قسم میں اپنی بیوی سے ہمبستری نہیں کروں گا۔

**تیسری شرط:** ایلاء کے لیے کہے گئے کلمات جان بوجھ کر کہے گئے ہوں یعنی جس وقت شوہر ایلاء کے ارادے سے ایلاء کے حامل کلمات ادا کرنا چاہے تو وہ یہ الفاظ قصداً اپنی مرضی اور اختیار سے ادا کرے۔

**مولی کی شرائط:** ایلاء کرنے والے شوہر کی شرط یہ ہے کہ وہ عاقل اور بالغ ہو، مجنوں اور بچہ کا ایلاء معتبر نہیں ہے۔

**ایلاء کرنے والے شوہر اور بیوی کی شرائط:** ایلاء کی صحت کے لیے ضروری ہے کہ جس شخص نے ایلاء کا کلمات ادا کیے ہوں اس کے اور اس کی بیوی کے درمیاں حقیقۃ یا حکماً نکاح موجود ہو۔مثلاً اگر شوہر نے بیوی کو رجعی طلاق دے دی ہو اور وہ قسم کھائے کہ میں اس بیوی سے چار ماہ سے زیادہ مدت تک قربت نہیں کروں گا تو وہ مولی کہلائے گا۔اگر چار ماہ گزر گئے اور بیوی بھی عدت میں ہے مثلاً اس طرح کے بیوی حاملہ ہے اور ابھی بچے کی پیدائش نہیں ہوئی ہے تو مالکی،

شافعی اور حنبلی مسلک کے فقہاء کے نزدیک اس شوہر کو رجوع کا حکم دیا جائے گا اور اگر وہ رجوع پر آمادہ نہ ہو اور طلاق بھی نہ دے تو عدالت اس کی بیوی کو

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی پی ایچ ڈی ایف اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

0334-5504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ،ایم ایس سی ،ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ،ایف اے ،آئی کام ،بی اے ،بی کام ،بی ایڈ ،بی ایس ،ایم اے ،ایم ایڈ ،ایم ایس سی ،پی ایچ ڈی ،ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبرز پر رابطہ کریں

طلاق دے دے گی اور حنفی فقہا کے نزدیک ایلاء کی مدت ،یعنی چار ماہ گزرتے ہی طلاق خود بخود واقع ہو جائے گی۔

**ایلاء کی مدت کی شرائط:** اکثر فقہاء کی رائے یہ ہے کہ ایلاء میں ایک مدت بھی ہونی چاہیے جس میں ترک ہمبستری کی شوہر قسم کھائے ،حنفی فقہاء کے نزدیک ایلاء کی مدت چار ماہ یا زائد ہے یعنی اگر شوہر اپنی بیوی سے چار ماہ سے کم ترک ہمبستری کی قسم کھائے تو ایلاء نہیں ہوگا بلکہ یہ قسم یمین ہوگی ۔اگر شوہر چار ماہ سے زائد مدت کی قسم کھائے کہ وہ اپنی بیوی سے ہمبستری نہیں کرے گا تو اس بات پر فقہاء کا اتفاق ہے یہ ایلاء ہوگا۔

**ظہار کی فقہی وشرعی حیثیت:** ظہار کا لفظ 'ظہر' سے بنا ہے جس کے معنٰی پشت کے ہیں۔اسلام سے قبل عرب میں یہ رواج تھا کہ شوہر جب بیوی سے ناراض ہوتا اس سے کہہ دیتا کہ 'تو میری ماں کی پشت کی مانند' ہے۔اور اسطرح کہنے سے اسکی بیوی اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی تھی۔اسلامی قانون چونکہ انسانی فطرت سے ہم آہنگ ہے اور اس میں لوگوں کے لیے بڑی سہولتیں رکھی گئی ہیں تا کہ اس پر عمل کرنا ان کے لیے آسان ہو۔اس لیے اللہ تعالٰی اور اس کے رسولؐ نے جہاں زندگی کے دیگر معاملات میں لوگوں کے لیے بہت سی آسانیاں پیدا فرمائیں۔وہاں خاندانی زندگی ،بالخصوص ازدواجی زندگی کو بہت سہل اور آسان بنایا ہے۔

چنانچہ قرآن کریم نے 'ظہار' کے طریقے میں جو اسلام سے قبل عربوں میں رائج تھا۔ترمیم کرکے شوہر کیلیے یہ گنجائش فراہم کی کہ اگر وہ ناشائستہ بات کہ بیٹھے کہ بیوی کو ماں جیسا قرار دے دے تو یہ حرمت ابدی نہیں ہے۔بلکہ وہ اُس کا کفارہ ادا کرکے از سر نو ازدواجی زندگی کا آغاز کر سکتا ہے۔ظہار کا حکم قرآن کرم میں آیا ہے۔

' اللہ تعالٰی نے سُن لی اس عورت کی بات جو اپنے شوہر کے معاملے میں تم سے تکرار کر رہی ہے اور اللہ تعالٰی سے فریاد کیے جاتی ہے۔اللہ تم دونوں کی گفتگو سُن رہا ہے۔وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں اُن کی بیویاں ان کی مائیں نہیں ہیں۔اُن کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے انہیں جنا ہے۔یہ لوگ ایک سخت ناپسندیدہ اور جھوٹی بات کہتے ہیں۔اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالٰی بڑا معاف کرنے والا ہے۔ (المجادلہ ۸۵)

' جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں۔پھر اس بات سے رجوع کریں۔جو انہوں نے کہی تھی۔قبل اسکے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔ایک غلام آزاد کرنا ہوگا۔اس سے تم کو نصیحت کی جاتی ہے۔اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔اور جو شخص غلام نہ پائے وہ دو مہینے کے پے درپے روزے رکھے قبل اس کے کہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔اور جو اس پر بھی قادر نہ ہو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔یہ حکم اسلیے دیا جا رہا ہے کہ تم اللہ اور اسکے رسولؐ پر ایمان لاؤ۔یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں اور کافروں کے لیے دردناک سزا ہے' (المجادلہ ۴۳)۔

**سوال نمبر 12۔ اسلامی قانون کی روشنی میں قضا کی اہمیت وضرورت ،قواعد اور طریقہ کار پر تفصیلی بحث کریں۔**

**جواب:**

**قضاء کے قواعد اور طریقہ کار:** قاضی کا تقرر اگر چہ سربراہ ریاست کی ذمہ داری ہے مگر اسلامی حکومت میں قضاء انتظامیہ سے بالکل الگ ایک آزاد ادارہ ہے تاریخ میں حضرت عمرؓ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے عدلیہ سے انتظامیہ کو الگ کیا اپنے آپ کو انتظامی ذمہ داریوں کے ساتھ مخصوص کرکے حضرت علیؓ کو جو صحابہ کرامؓ میں قضاء کی سب سے زیادہ صلاحیت رکھنے والے تھے منصب قضاء پر مامور کیا۔اسی طرح حضرت عمرؓ نے حضرت ابوالدرداءؓ کو مدینہ کا ،حضرت شریح ب کو بصرہ کا اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا۔

قاضی کا دائرہ اختیار: حکومت علاقے اور معاملات کے اعتبار سے قاضی کے دائرہ اختیار کا تعین کر سکتی ہے علامہ ماوردی نے دائرہ اختیار کے لحاظ سے قاضیوں کی تین قسمیں درج کی ہیں:

۱۔ ولایت عامہ کا حامل ایسا قاضی جس علاقے میں قاضی مقرر ہوا ہے اس کے تمام اور ہر طرح کے معاملات کی سماعت کر سکتا ہے۔

۲۔ ایک خاص مقام میں ولایت عامہ کا حامل اس قاضی کو ایک متعین مقام کے تمام معاملات میں فیصلہ کا اختیار ہے۔

۳۔ ایک متعین مسئلہ میں قاضی یعنی مقدمات کی نوعیت کے اعتبار سے ہر نوع کے لیے الگ قاضی مقرر ہونا۔

**متعدد قاضی:** ایک علاقے میں ایسے قاضی بھی مقرر کیے جا سکتے ہیں جو تمام مقدمات کی سماعت کے مجاز ہوں اسی طرح کسی شہر یا آبادی میں تمام معاملات کی سماعت کا اختیار رکھنے والا قاضی بھی مقرر کیا جا سکتا ہے۔یہ بھی درست ہے کہ قاضی کا دائرہ سماعت وفیصلہ متعین کر دیا جائے کہ فلاں دیوانی اور فلاں عائلی وغیرہ اس آخری صورت میں مناسب ہوگا کہ ایک شہر اور علاقے میں متعدد قاضی مقرر کیے جائیں جو سب جدا جدا سماعت وفیصلہ کا اختیار رکھتے ہوں۔

**ہر علاقے میں قاضی کا تقرر:** حکومت کی ذمہ داری ہے کہ کم سے کم فاصلوں پر عدالتیں قائم کرکے قاضی مقرر کرے تا کہ لوگوں کو سہولت ہو بعض فقہاء نے کہا ہے کہ اتنی مسافت پر قاضی مقرر ہونا چاہیے جتنی مسافت آدمی ایک دن میں پیدل چل سکتا ہے۔

0334-5504551 Download Free Assignments from solvedassignments.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس ،پروپوزل ،پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

**مقام عدالت:** قاضی مسجد میں اپنی عدالت قائم کرسکتا ہے عدالت کے لیے مستقل عمارت بنائی جاسکتی ہے نیز قاضی اپنی رہائش گاہ پر بھی عدالت لگا سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ مسجد میں بیٹھ کر فیصلے دیا کرتے تھے اسی طرح خلفائے راشدین صحابہ کرام اور تابعینؒ بھی بطور قاضی مسجد میں ہی اجلاس کیا کرتے تھے۔

**قاضی کی تنخواہ اور دیگر سہولتیں:** قاضی کو جسمانی اور نفسیاتی طور پر صحت مند ہونا چاہیے اور جس وقت وہ قضاء کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے وہ بالکل بے فکر اور مطمئن ہو رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''قاضی غصہ کی حالت میں فیصلہ نہ کرے۔''

اس حدیث کی بنیاد پر امام مالکؒ نے ارشاد فرمایا کہ: قاضی بھوکا پیاسا اور خوف کی حالت میں نہ ہو اور کوئی ایسی معاشی یا نفسیاتی الجھن بھی درپیش نہ ہو جو اسے صحیح فیصلے تک رسائی میں اور معاملے کو پوری طرح سمجھنے میں خلل انداز ہو۔غرض منصب قضاء اور عدل گستری کی اہمیت کے پیش نظر ضروری ہے کہ قاضی حق وانصاف کے مطابق فیصلہ کرنے میں نہ صرف یہ کہ ہر بیرونی اثر سے آزاد ہو بلکہ اسے معاشی خوشحالی بھی میسر ہونی چاہیے تاکہ وہ اپنی تمام فکری، ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں سے حق کے مطابق فیصلے کرسکے۔حضرت عمرؓ نے قاضی کی تنخواہ سو درہم اور سال کی گندم مقرر کی تھی اس دور کے لحاظ سے یہ بہت بڑی تنخواہ تھی کیونکہ خود خلیفہ کی اتنی تنخواہ نہ تھی۔حضرت علیؓ نے جب اشتر نخعی کو مصر کا گورنر مقرر کیا تو حضرت علیؓ نے اہل مصر کو تحریر کیا کہ قضاء کے لیے بہترین افراد کا انتخاب کر کے انہیں خوب فراخی عطا کرو تاکہ انہیں کوئی دشواری نہ ہو اور وہ لوگوں کے محتاج نہ رہیں اور انہیں بلند مقام ومرتبہ عطا کرو۔قاضی ابن ابی لیلیٰ کی تنخواہ بھی سو درہم ماہوار تھی۔اموی دور میں قاضی کی تنخواہ ایک ہزار دینار سالانہ ہوگئی تھی اور ان کا معاشرتی مقام ومرتبہ کافی بلند ہوگیا تھا۔

**عدالت کا احترام:** قاضی کا احترام اور عدالت کا وقار اور ہیبت قائم کرنا، منصب قضاء کے لیے بہت اہمیت کا حامل امر ہے کیونکہ قاضی فیصلہ کرتا ہے اور قرآن کریم میں حکم کو اللہ کا وصف قرار دیا گیا ہے نیز رسول اللہ ﷺ کے بارے میں قرآن حکیم میں آیا کہ آپ جو فیصلہ فرمائیں اس کے بارے میں دل میں کوئی معمولی سا تامل تک پیدا نہ ہو۔اس سے معلوم ہوا کہ قاضی اور عدالت کا احترام اور اس کے فیصلے کو بلا تامل قبول کرنا لازم ضروری ہے۔

**قاضی کے اوصاف وشرائط:** اسلام میں منصب قضاء کی اہمیت کے پیش نظر فقہاء کرام نے قاضی کے انتخاب کے لیے اس کی صلاحیت واہلیت کا ایک معیار متعین کیا ہے تاکہ اسلامی مملکت کے لیے معاشرے کے ایسے باصلاحیت اور موزوں افراد کا انتخاب کیا جاسکے جو فطری فہم وشعور کی صلاحیتوں سے بہرہ ور ہونے کے ساتھ شریعت کے علوم سے آشنا اور عدل وانصاف کی بنیادی شرط خداترسی سے بہرہ ور ہوں۔فقہ کی کتابوں میں شرائط کے بیان میں تفصیل اور قدرے اختلاف سہی مگر ان کا مرکزی محور مذکورہ امور ہیں ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ قاضی کی تین شرائط ہیں: 1 کمال 2۔عدالت 3۔ صاحب اجتہاد ہونا

کمال کی دو قسمیں ہیں: 1۔ کمال احکام 2۔کمال خلقت

کمال احکام میں چار امور آتے ہیں: 1۔بالغ ہونا 2۔عاقل ہونا 3۔آزاد ہونا 4۔مذکر ہونا

کمال خلقت میں تین امور شامل ہیں: 1 گویائی 2 بینائی 3 سماعت کا صحیح ہونا

علامہ کاسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ منصب قضاء کی اہلیت کی شرطیں مندرجہ ذیل ہیں:

1۔عقل 2۔بلوغ 3۔اسلام 4۔ حریت 5۔بصارت 6۔نطق (قوت گویائی)

7 حد قذف (تہمت کا حد) کا سزایاب نہ ہونا

فقہائے کرام کی نظر میں قضاء حکومت کا ایک ادارہ ہے اور اس کے لیے متعلقہ شرائط کا پایا جانا ضروری ہے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

**1 پہلی شرط اسلام:** فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قاضی کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔اور غیر مسلم کو قاضی بنانا درست نہیں ہے اس لیے کہ شہادت کی قبولیت کے لیے اسلام شرط ہے تو منصب قضاء کے لیے یہ شرط بدرجہ اولی ہونی چاہیے

**2۔دوسری شرط، بلوغ:** اس شرط پر بھی فقہائے کرام کا اتفاق ہے کیونکہ بچہ مکلّف نہیں ہے اور ایسا اپنے نفس پر ولایت کیسے حاصل ہوسکتی ہے۔

**3۔ تیسری شرط، عقل:** قاضی کا ذہین وفطین ہونا شرط ہے پیچیدہ معاملات ومسائل کے لیے عقل رسا اور فکر سلیم کی ضرورت ہے محض اتنی کافی نہیں جتنی عام انسانوں میں ہوا کرتی ہے۔

**4 چوتھی شرط، مرد ہونا:** جمہور فقہاء نے منصب کے حامل کے لیے مرد ہونا کی بھی شرط عائد کی ہے ان کے نزدیک عورت کا قاضی بننا درست نہیں ہے۔

**5 پانچویں شرط عدالت:** کسی شخص میں خداترسی اور پارسائی کی حالت پائے جانے کو عدالت کہا جاتا ہے جس شخص میں عدالت پائی جائے اسے عادل کہتے ہیں۔

**6 چھٹی شرط، سلامت حواس:** سلامت حواس سے مراد سننے اور دیکھنے کی قوت کی سلامتی تاکہ اثبات حقوق کی صحت، مدعی ومدعا علیہ میں فرق اور اقرار وانکار کرنے والوں میں امتیاز ممکن ہو۔

**7 ساتویں شرط:** حنفی فقہاء کے یہاں چونکہ قاضی کے لیے ان تمام شرائط کا پایا جانا ضروری ہیں اس لیے قاضی کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ منصب قضاء پر فائز ہونے والے شخص کو کبھی حد قذف نہ لگی ہو۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

0334-5504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس۔گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

**8 آٹھویں شرط:** قاضی خود بخو قاضی نہیں ہوتا۔بلکہ حکومت کی جانب سے تقرری ضرورت ہے۔

**9 نویں شرط:** بعض فقہاء کے نزدیک قاضی کا علوم شریعت سے واقف ہونا اور ان علوم میں درجہ اجتہاد حاصل ہونا بھی ضروری ہے۔

قاضی کا تقرر اگر چہ سربراہ ریاست کی ذمہ داری ہے۔مگر اسلامی حکومت میں قضاء انتظامیہ سے بالکل علیحدہ ایک آزادی ادارہ ہے۔تاریخ میں حضرت عمرؓ پہلے آدمی ہیں جنہوں عدلیہ سے انتظامیہ کو علیحدہ کیا اپنے آپ کو انتظامی ذمہ داریوں کے ساتھ مخصوص کر کے حضرت علیؓ کو جو صحابہ کرام میں قضاء کی سب سے زیادہ صلاحیت رکھنے والے تھے۔منصب قضاء پر مامور کیا۔اسی طرح حضرت عمرؓ نے حضرت ابوالدرداء کو مدینہ،حضرت ابوموسیٰ رضیؓ کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا۔

**حضرت عمرؓ کا مکتوب:** حضرت عمرؓ نے حضرت موسیٰ اشعری کے نام قضاء کے بارے ایک خط تحریر کیا اس خط میں جو قواعد وضوابط بیان ہوئے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں ۔

ا۔ قضاء کا نظام قائم کرنا اسلامی حکومت کا فرض ہے۔

۲۔ قاضی عدالت میں فریقین کے ساتھ برابری کا سلوک کرے،کسی بااثر آدمی کو عدالتی کاروائی پر اثر انداز نہ ہونے دے۔

۳۔ اپنے دعویٰ کو ثابت کرنا مدعی کے ذمے ہے اور قسم اس شخص سے لے جائے گی جو مدعی کے دعوے سے انکار کرے۔

۴۔ قاضی خوب غور اور تحقیق کے ساتھ فیصلہ کرے

۵۔ قاضی خوب غور عدالت میں غصہ اور تنگدلی کا اظہار نہ کرے۔

۶۔ مسلمان افراد کی گواہی ایک دوسرے کے بارے میں قابل قبول ہے۔

**سوال نمبر13۔ اقرار اور شہادت کے درمیان فرق واضح کریں۔نیز جرائم حدود کے بارے میں اقرار کے قواعد پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔**

**جواب:**

**اقرار اور اس کے بنیادی اصول:**

اقرار کے لفظی معنی اعتراف کے ہیں۔اور اسلامی قانون کی رو سے اس کا یہ مطلب ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے کسی حق کو اپنے ذمہ لازم ہونے کا اقرار کرلے۔یا کسی کے جرم کے ارتکاب کا اعتراف کرلے اس امر کی دلیل یہ ہے کہ اقرار،مقر،(اقرار کرنے والا) کے حق میں کسی جرم کے ثابت ہونے یا اس پر کسی دوسرے کے حق کے لازم ہونے کا ایک قانونی طریقہ ہے۔جو کہ قرآن وسنت اور اجماع سے ثابت ہے۔قرآن مجید میں ہے:

والیملل الّذی علیہ الحق ولیتق اللہ ربّی (البقرۃ: ۲۸۲) ''جس شخص پر حق لازم ہو وہی اس کو لکھوائے''

اس آیت میں املاء کا حکم دیا گیا ہے املاء بھی اقرار ہی کی ایک صورت ہے۔اگر انسان کا اقرار بھی قابل قبول نہ ہو تو املاء کے کوئی معنی باقی نہیں رہتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حضرت ماعزؓ اور غامدیہ نے جرم زنا کا اعتراف کیا اور آپؐ نے ان کے اعتراف پر ان پر حد جاری فرمائی۔اسی طرح آپؐ نے ایک صحابی حضرت انسؓ کو ایک متہم عورت کے پاس اس حکم کے ساتھ روانہ فرمایا کہ اگر وہ بدرجہ اولی لازم ہوسکتا ہے اور جہاں تک اجماع کا تعلق ہے۔تو صاف ظاہر ہے کہ تمام امت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اقرار،مقر (اقرار کرنے والے) کے حق میں حجت ہے۔

**اقرار کنندہ کی شرائط:** اقرار کرنے والے شخص (مقر) کا عاقل،بالغ اور آزاد ہونا ضروری ہے۔آزاد عاقل اور بالغ شخص اگر کسی کے حق کا اپنے ذمہ اقرار کرتا ہے تو اس کے ذمہ وہ حق لازم ہوجائے گا۔چاہے وہ حق جس کا اس نے اقرار کیا ہے۔

**معلوم ہو یا غیر معلوم:** یہ حق اقرار کرنے والے پر لازم ہوجاتا ہے۔جیسا کہ رسول اللہ حضرت ماعز پر ان کے اقرار کی بنیاد پر رجم کی سزا کو نافذ فرمایا۔

یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اقرار دراصل کسی دوسرے شخص کے حق کی اطلاع وخبر ہوتی ہے۔اور اقرار کنندہ کا اقرار صرف اس کے اپنے حق میں تو حجت ہوگا دوسرے کسی شخص کے حق میں حجت نہ ہوگا۔لہٰذا اقرار کنندہ کو اس کے اقرار کی بنیاد پر سزا دی جاسکتی ہے۔لیکن اس کے اقرار کو بنیاد بنا کر کسی دوسرے مرد وعورت کو سزا نہیں دی جاسکتی۔ہاں اگر دوسرا فریق بھی اپنے حق میں جرم کا اقرار کرلے تو پھر اس کو بھی سزا دی جائے گی۔اقرار کے لیے عاقل اور بالغ ہونا شرط ہے۔اس لیے کسی بچے اور مجنون کا اقرار ان کے حق میں موثر نہیں ہوتا۔اگر بچے کو تصرفات کی اجازت ہو تو پھر اس کا اقرار اس کے حق میں حجت ہوگا۔اس لیے بعض اوقات حق نامعلوم ہونے کے باوجود لازم ہوجاتا ہے۔مثلاً نابالغ بچے نے کوئی مال ضائع کردیا ہو اور وہ اس کی قیمت نہیں جانتا یا کسی کو زخمی کردیتا ہے اور اس زخم کا تاوان کتنا ہے۔یہ نہیں جانتا یا لین دین کے معاملہ میں اس کے ذمے کسی کا قرض ہو جو اسے یاد نہیں کہ کتنی رقم ہے اور اقرار چونکہ ثبوت حق کے بارے میں خبر دینا ہے۔لہٰذا مجہول شے کا اقرار درست ہوگا۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس،پروپوزل،پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے،ایم ایس سی،ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک،ایف اے،آئی کام،بی اے،بی کام،بی ایڈ،بی ایس،ایم اے،ایم ایڈ،ایم ایس سی،پی ایچ ڈی ،ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹس کے لیے آکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

0343-5504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

البتہ اگر اقرار کنندہ، مقرلہ (جس کے حق میں اقرار کیا جائے) کونہیں جانتا تو اقرار نافذ نہ ہوگا۔اس لیے مجہول شخص کسی حق کا مستحق نہیں بن سکتا۔لہٰذا اس سے کہا جائے گا کہ وہ مجہول کو واضح کرے۔اس لیے کہ جہالت اور عدم واقفیت کا اظہار اس کی طرف سے ہے تو اس کی مثال اس شخص کی مانند ہوگی۔جس نے اپنے دو غلاموں میں سے کسی ایک کو آزاد کر دیا ہو (تو اس سے کہا جائے کہ وہ اس غلام کی نشاندہی کرے جسے اس نے دونوں میں سے آزاد کر دیا ہے) اگر اقرار کنندہ مقرلہ کی نشان دہی نہیں کرتا تو قاضی اسے اس پر مجبور کرے گا۔اسلئے کہ اس نے جو اقرار کر لیا ہے۔وہ اس اقرار سے جو چیز اس پر لازم ہوئی ہے اس سے نکلنا اب خود اس پر لازم ہے اور یہ صرف بیان اور وضاحت سے ہی ممکن ہے۔

اگر اقرار کنندہ نے یہ کہا کہ فلاں شخص کی میرے ذمہ پر کوئی چیز لازم ہے تو اسے کہا جائے گا کہ وہ اپنے اقرار کی وضاحت کرے۔اور اگر اس نے وضاحت میں کسی ایسی چیز کا ذکر کیا جس کی بازار میں کوئی قیمت نہیں تو یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے اپنے اقرار سے رجوع کر لیا۔

اقرار کے بعد اگر مقرلہ اس سے زیادہ کا دعویٰ کرے جتنا کہ مقر نے اقرار کیا ہے تو اس صورت میں اقرار کنندہ کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔کیونکہ اس صورت میں وہ اضافہ کا منکر ہے۔اقرار کنندہ یہ کہے کہ فلاں شخص کا مجھ پر یا میری طرف کچھ ہے

**قرض کا اقرار۔**

تو اسے قرض کا اقرار سمجھا جائے گا۔اس لیے وہ ضمان کے بارے میں خبر دیتا ہے۔اور اگر اقرار کنندہ نے ''میرے اوپر لازم ہے'' جیسے الفاظ کے ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ وہ مال جس کا وہ اقرار کر رہا ہے۔ودیعت ہے تو اس کی یہ بات تسلیم کی جائے گی۔اسلئے کہ یہ لفظ مجازاً اس کا احتمال رکھتا ہے۔اس مضمون سے مراد اس ودیعت کی حفاظت ہوسکتی ہے اور مال ایسی چیز ہے جس کی حفاظت کی جاتی ہے۔لہٰذا اگر وہ ودیعت کا لفظ اپنی بات سے ملا کر کہہ دے تو اس کی بات مانی جائے گی۔لیکن جدا کر کے کہے تو بات نہیں مانی جائے گی۔

اگر اقرار کنندہ سے کسی آدمی نے کہا کہ میرا تجھ پر ایک ہزار ہے اور اس نے جواب دیا کہ اسے وزن کر لے یا اس سلسلے میں مجھے مہلت دے دے۔یا کہا کہ میں نے تجھے یہ ادا کر دیا تو اسے اقرار سمجھا جائے گا۔اس لیے کہ پہلے دوسرے لفظ میں 'اسے' کنایہ ہے۔اس چیز سے جو کہ دعویٰ میں مذکور ہے تو گویا اس نے یہ کہا کہ اس ہزار کو گن لو اور جو تیرا قرض میرے ذمہ ہے اس وجہ سے اگر وہ حرف کنایہ کا ذکر کرے تو یہ اقرار درست نہ ہوگا۔اس لیے کہ اس صورت میں گویا وہ دعویٰ میں مذکور شے کا ذکر نہیں کر رہا ہے۔

اسی طرح اس نے جو یہ کہا کہ مجھے مہلت دے دے تو مہلت اس چیز کی مانگی جاتی ہے جو کسی شخص کے ذمہ واجب ہو۔ادا بھی وہی چیز کی جاتی ہے جو کسی کے ذمہ واجب ہو اور اگر وہ یہ دعویٰ کرے کہ تو نے مجھے اس سے بری کر دیا تھا۔اور اس اقرار کی مانند ہو جس میں وہ یہ کہے کہ میں نے تو ادا کر دیا تھا۔اسی طرح اگر وہ صدقہ یا ہبہ کا دعویٰ کرتا ہے تو بھی اس کا اقرار سمجھا جائے گا۔کیونکہ مالک بنانے کا تقاضا یہ ہے کہ مال پہلے سے اس کے ذمے واجب ہو۔اس طرح یہ بھی اقرار سمجھا جائے گا کہ اگر وہ یہ کہے کہ میں نے تو اس چیز کی ادائیگی فلاں شخص کے ذمہ لگا دی ہے۔

اگر کسی نے کسی حق کا اقرار کیا اور اس کے ساتھ متصلاً انشاء اللہ کہہ دیا تو یہ اقرار اس پر واجب نہ ہوگا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ساتھ انشاء کرنا یا تو اپنے اقرار کو باطل ٹھہرانا ہے یا اسے معلق کرنا ہے اور دونوں صورتوں میں اقرار باطل ہے۔اگر مقر نے اقرار کو مبہم رکھا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کا اقرار درست نہ ہوگا۔امام محمدؒ کہتے ہیں کہ درست نہ ہوگا۔

**جرائم حدود کے بارے میں اقرار کے قواعد:** جہاں تک ایسے جرائم کے اقرار کی شرطوں کا تعلق ہے جن کے ارتکاب سے حد واجب ہو جاتی ہے۔ان میں بعض تو تمام حدود سے متعلق ہیں۔جب کہ بعض شرطوں کا تعلق کسی خاص حد سے ہے۔جو شرطیں تمام حدود سے متعلق ہیں۔ان میں سے ایک بلوغت ہے۔چنانچہ کسی بھی حد کے ضمن میں نابالغ کا اقرار صحیح نہ مانا جائے گا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ حد کو واجب کرنے کے لئے جرم کا واقع ہونا ناگزیر ہے۔اور نابالغ کے فعل پر جرم کی اصطلاح صادق نہیں آتی۔لہٰذا نابالغ کا اقرار سراسر جھوٹ ہے۔دوسری شرط گویائی (نطق) ہے اور وہ یوں کہ اقرار خطاب اور بیان کے طریقے سے ہو،نہ کہ تحریر یا اشارے کے ذریعے سے۔اگر کوئی گونگا شخص ایک تحریر میں اپنا اقرار لکھ کر دے یا اس جانب واضح اشارہ کر دے تو اس پر حد عائد نہ ہوگی۔کیونکہ شریعت نے اقرار کے موجب ہونے کو قطعی اور واضح بیان سے مشروب کر دیا ہے۔اگر کوئی شخص کسی حرام فعل کا اقرار کرے تو اس پر حد جاری نہیں کی جاتی۔تاوقتیکہ صراحت کے ساتھ زنا کے ارتکاب کا اعتراف نہ کرے۔

**سوال نمبر 14۔ اسلامی قانون کی روشنی میں جرم زنا کے ثبوت کے مختلف طریقوں کی وضاحت کریں۔نیز نابینا فاسق اور بہرے شخص کی گواہی کا حکم بیان کریں۔**

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، ایم فل، پی ایچ ڈی کی حل شدہ اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

0345-5504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کیلئے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

**جواب۔**

**اوّل:** زنا کی وہ قسم جس میں حد کی شرائط پوری نہ ہونے کی وجہ سے متعین سزا یعنی حد جاری نہیں ہوسکتی یا ثبوت جرم میں ایسا شبہ پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے حد ساقط ہوجاتی ہے۔

**دوم:** قذف کی ایسی صورتیں جن میں نفاذ حد کی شرائط پوری نہیں ہوتیں یا قذف کے ثبوت میں ایسا شبہ ہے کہ جس کی وجہ سے حد تو ساقط ہوجاتی ہے لیکن ایسی اخلاقی
جرائم میں تعزیری سزا دی جاسکتی ہے۔

☆**زنا جس میں حد نہیں:** زنا میں نفاذ حد کیلئے بعض شرائط کا پایا جانا ضروری ہے ایک شرط یہ ہے کہ جرم کے ثبوت میں کوئی ایسا شبہ نہ ہو جس کی وجہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے مثلاً مرینہ عورت زندہ ہو جرم کا ارتکاب مرد نے کیا ہو اور بدکاری کا ارتکاب فطری طریقے سے ہوا ہو اور اگر ثبوت جرم میں شبہ واقع ہوجائے تو حد ساقط ہوجائے گی اسی طرح مردہ عورت کے ساتھ زنا کیا یا وہ فطری طریقہ نہ ہو تو مجرم پر حد جاری نہ ہوگی چونکہ ان صورتوں میں مجرم نے ایک جرم کا ارتکاب کیا ہے لہذا وہ مستوجب تعزیر ہوگا۔

☆**شبہ اور اس کا اثر:** شریعت اسلامیہ کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ شبہ سے حد ساقط ہوجاتی ہے تاہم اسے تعزیری سزا دی جاسکتی ہے ارتکاب زنا میں شبہ کی بعض اقسام یہ ہیں۔

☆**شبہ فعل:** اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی کسی ایسی عورت سے دوران مجامعت کرے جسے اس نے تین طلاقیں دے دی ہوں یا وہ عورت جس سے خلع حاصل کرلیا ہو ان صورتوں میں اگرچہ طلاق واقع ہوچکی ہے لیکن پھر بھی بعض احکام باقی ہوتے ہیں بشرطیکہ مجرم نے ایسے حالات میں اس فعل کو جائز سمجھ لیا ہو کیونکہ جواز کا شبہ موجود ہے لہذا یہ شبہ حد کو ساقط ہونے کا سبب بن سکتا ہے تاہم مجرم کو تعزیری سزا دی جائے گی۔

☆**شبہ ملک:** شبہ ملک یا شبہ فی المحل یہ ہے کہ ایک شخص نے کنایہ کسی عورت کو طلاق بائن دے دی ہو پھر اس سے مجامعت کرلی تو اس صورت میں حد ساقط ہوگی یہاں مجرم کو ایک طرح کا ملک تمتع حاصل ہے یا اس شبہ موجود ہے ایسی صورت میں سقوط حد کیلئے ضروری نہیں کہ مجرم کو فعل کے جائز ہونے کا گمان ہو جیسا کہ شبہ فعل میں ہے۔

☆**شبہ نکاح:** ایسی عورت کے ساتھ صحبت کرے جس کے ساتھ اس نے گواہوں یا ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا اس طرح کے نکاح کے جواز اور عدم جواز میں علماء کے درمیان اختلاف ہے اور اسی اختلاف کی وجہ سے شبہ پیدا ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے حد ساقط ہوجائے گی اسی طرح اگر کسی نے محرم عورت سے نکاح کرلیا یا بیوی کی بہن سے نکاح کیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر حد جاری نہ ہوگی خواہ اس کو نکاح کی حرمت کا علم ہوا البتہ اس پر تعزیر جاری ہوگی۔

☆**لواطت یا ہم جنس پرستی:** کسی مرد کا جنسی تسکین کیلئے کسی بھی عمر کے مرد سے غیر فطری طریقے سے مباشرت کرنا ہم جنسی یا لواطت کہلاتا ہے قرآن مجید نے اس سے بے حیائی کہا ہے اور اس مرتکب کی مذمت کی ہے اس کی تحریم میں متعدد احادیث ہیں جن میں سے ایک یہ ہے:

**ترجمہ:** اللہ تعالیٰ نے قوم لوط والا عمل کرنے والے پر لعنت کی ہے۔

آپ ﷺ نے یہ بات تین بار دہرائی:

فقہاء کا لواطت کی حرمت پر اجماع ہے اس کی دلیل صحابہ کرامؓ کا وہ اجماع ہے جس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس آدمی کے متعلق مشورہ طلب کیا تھا جس کے متعلق
انہیں حضرت خالدؓ نے اطلاع دی تھی کہ وہ مردوں سے عورتوں کی طرح نکاح کرتا ہے حضرت علیؓ نے اسے جلانے کا مشورہ دیا تمام صحابہؓ نے اس پر اتفاق اور اجماع کیا
چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت خالدؓ کو لکھا کہ اس شخص کو جلا دیا جائے۔

☆**حکم:** لواطت کی سزا کے بارے میں تین آراء ہیں:

لواطت کے مرتکب فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کردیا جائے۔

ترجمہ: جسے تم عمل قوم لوط کرتے ہوئے دیکھو تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کردو۔

دوسری رائے یہ ہے کہ ہم جنس کو بھی زنا متصور کیا جائے اور ان پر حد زنا جاری کی جائے گی اگر مرتکب غیر شادی شدہ ہو تو سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی کی سزا۔ اگر
شادی شدہ ہو تو اسے رجم کیا جائے گا امام ثوری اوزاعی امام شافعیؒ اور صاحبین میں امام ابو یوسف اور امام محمدؒ اس روایت ست استدلال کرتے ہیں:

ترجمہ: جب مرد، مرد کے پاس آئے تو وہ دونوں زنا کار ہیں۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

☆ **مساحقت:** ساتھ مساحقت کرے تو وہ دونوں زانیہ ہیں

تمام فقہی مذہب کے فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ مساحقت حرام ہے اور اس کی مرتکب عورت پر حد نہیں ہوگی کیونکہ زنا کے لوازمات اس فعل میں موجود نہیں تاہم اس فعل

شنیع پر تعزیر دی جائے گی

☆ **جانوروں سے بدفعلی:** علامہ شوکانی نے نیل الاوطار میں لکھا ہے کہ جانوروں اور چوپاؤں سے وطی کرنا حرام ہے کیونکہ وہ محل وطی نہیں ہیں اس کی حرمت پر فقہاء کا اتفاق ہے اس فعل بد کی سزا کے بارے میں فقہاء میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک اس کی سزا قتل ہے یہ حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ: ''جو چوپائے سے وطی کرے اسے اور چوپائے دونوں کو قتل کر دو''۔

☆ **استمناء:** مرد یا عورت کا بغیر مجامعت کے مادہ منویہ کو ہاتھ یا دیگر کسی غیر مشروع طریقے سے خارج کرنا استمناء کہلاتا ہے فعل اسمناء کی مختلف صورتیں ہیں تمام صورتیں نہ صرف غیر اخلاقی بلکہ ممنوع اور حرام ہیں ہر صورت اخلاق عالیہ، حسن ادب شائستگی اور تقوی کے منافی ہے لہذا ہر انسان کو اس سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

فقہاء کی اس فعل کے حکمکے بارے میں مختلف آراء ہیں مالکیوں اور شافعیوں کے نزدیک یہ فعل مطلق حرام ہے اور قابل تعزیر ہے ان کا استدلال اس آیت قرآنی سے

ہے۔

ترجمہ: جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں سے یا کنیزوں جو ان کی ملکیت میں ہوتی ہیں کہ ان سے مباشرت کرنے سے انہیں ملامت نہیں جو

اس کے علاوہ کچھ چاہیں وہ حد سے بڑھنے والے ہیں اور جو امانتوں اور اقراروں کو ملحوظ رکھتے ہیں پس استمناء کرنے والا حد سے تجاوز کرنے والوں میں شامل ہے اور یہ معصیت ہے احناف اور حنابلہ کے نزدیک اسمناء حرام اور قابل تعزیر فعل ہے شریعت اسلامیہ میں یہ قابل تعزیر جرم ہے صحت کیلئے شدید مضر ہے کئی مرض مثلاً سلسل البول کا باعث ہے نیز جنسی تسکین کیلئے یہ طریقہ غیر فطری ہے

☆ **قابل تعزیر قذف:** علامہ ابن ارشد اپنی مشہور کتاب ہدایۃ المجتہد میں لکھتے ہیں کہ:

''فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جس قذف تراشی میں حد واجب ہے اس کی دو شکلیں ہو سکتی ہیں پہلی یہ کہ مجرم کسی پر زنا کی تہمت لگائے دوسری یہ کہ اس کے نسب کا

انکار کر لہذا قذف کے مرتکب پر اس وقت تک حد جاری نہ ہوگی جب تک اجرائے حد کی یہ شکلیں اور شرائط پوری نہ ہو جائیں۔

فقہاء کے نزدیک قذف کی اہم شرط یہ ہے کہ مقذوف معلوم و معروف پاک دامن ہو صریح الفاظ میں فعل زنا کی تہمت لگائی گئی ہو پھر مقذوف اس پوزیشن میں ہو کہ

اس کے اس جرم کا صدور ممکن ہو نیز قذف نہ تو مشروط ہوا اور نہ ہی اسے وقت مستقبل سے مضاف کیا گیا ہو۔

☆ **سب وشتم:** بعض صورتیں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ مجرم جن جرائم کا ارتکاب کرتا ہے وہ حد قذف کے جرائم کی نوعیت نہیں رکھتے۔ چنانچہ مجرم مخاطب کو جو کلمات کہتا ہے نہ وہ قذف کے زمرے میں آتے ہیں اور نہ وہ قذف سے ملتے جلتے ہیں۔ یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ قائل نے جس فعل کی نسبت دوسرے کی طرف کی ہے اس کی عار توہین آمیز اور اذیت ناک ہونے کا فیصلہ عرف وعادت کیمطابق کیا جائے اور یہ بات واضح ہے کہ مختلف زبانوں اور علاقوں میں عرف و عادت میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے ایک علاقے میں ایک بات متعارف ہوتی ہے اور دوسرے میں نہیں ہوتی ایک زمانے میں ایک بات عرف عام شامل ہوتی ہے لیکن دوسرے میں عام نہیں رہتی بالفرض بطور قاعدہ کلیہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جو شخص بھی کسی دوسرے کو گالیاں دے خواہ ان کی نوعیت کیسی ہی ہو اسے تعزیری سزا دی جائے گی کیونکہ اس کا ارتکاب کیا ہے اس کا یہ فعل مخاطب کیلئے موجب اذیت بنا ہے۔

**جرم زنا کے ثبوت کے لئے چاروں اقراروں کی شرط:** حد زنا کے اثبات کے لئے ضروری ہے کہ مجرم چار مرتبہ اقار کرے۔ چار بار اقرار کرنے کی شرط حنفی فقہا کے مسلک میں ہے۔ جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک چار بار اقرار کرنا شرط نہیں ہے۔ اور صرف ایک بار اقرار ہی کافی ہے۔ امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ شریعت میں اقرار کو دلیل کی حیثیت اس لئے حاصل ہے کہ اس میں جھوٹ کے بجائے سچائی کی طرف رجحان پایا جاتا ہے۔ یعنی اس میں سچائی غالب ہے۔ کیونکہ کوئی شخص خود اپنے خلاف جھوٹ نہیں بولتا۔ اقرار صرف ایک بار کیا جائے یا اسے بار بار دہرایا جائے اس سے اقرار کی مذکورہ خصوصیات میں کچھ فرق نہیں ہوتا۔ اور تکرار سے خبر کی سچائی میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ حنفی فقہاء کہتے ہیں۔ کہ قیاس کا تقاضا تو وہی ہے جو امام شافعیؒ نے فرمایا لیکن ہم نے حدیث کے مقابلے میں قیاس کو چھوڑ دیا ہے۔ اور وہ حدیث یہ ہے کہ حضرت ماعزؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جرم زنا کے ارتکاب کا اقرار کیا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنا رخ انور ان کی طرف سے موڑ کر دوسری طرف کر لیا۔ اس طرح چار مرتبہ ہوا۔ اگر ایک بار کے اقرار سے حد ثابت ہو جاتی تو آپ ﷺ نفاذ حد کو چوتھے اقرار تک موخر نہ

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام، بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی پی ایچ ڈی ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام ،بی اے بی کام ،بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی پی ایچ ڈی ایف اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اشتقاقی مشقوں کے لیے آئیڈی نمبر درج ذیل پر رابطہ کریں

فرماتے۔کیونکہ جب امام کے سامنےموجب حد ثابت ہو جائے تو امام اس کے نفاذ میں تاخیر کرنے کا مجاز نہیں ہوتا۔

**دوسری حد میں اقرار کی تعداد:**۔حد قذف کے اثبات کے لئے ایک سے زیادہ اقرار بالاجماع شرط نہیں ہے۔سرقہ شراب نوشی اور نشے کی حد کی اثبات کے لئے ایک سے زیادہ مرتبہ اقرار شرط ہے۔یا نہیں۔امام ابوحنیفہ ؒ کے نزدیک شرط نہیں ہے اور امام ابو یوسف ؒ کی رائے یہ ہے کہ جو حد اقرار سے انحراف کرنے پر ساقط ہو جاتی ہے۔اس میں اقرار کی تعداد گواہوں کی تعداد کے مطابق ہونی چاہئے۔فقیہ ابو لیث نے ذکر کیا کہ امام ابو یوسف ؒ کے نزدیک دو مختلف جگھوں پر دو بار اقار کرنا ضروری ہے۔امام ابو یوسف ؒ کی دلیل یہ ہے کہ چوری، شراب، اور نشہ کی حدود حدزنا کی طرح خالصتاً اللہ کا حق ہیں۔اس لئے اقرار کی تعداد کے لئے استدلال گواہوں کے لئے شہادت کے نصاب کا نصف ہے۔یعنی دو گواہوں کی شہادت۔لہذا اقرار بھی دو بار ہونا چاہئے۔

امام ابوحنیفہ ؒ کی دلیل یہ ہے کہ اقرار کے بار بار دہرائے جانے (تکرار) کی شرط نہ ہو۔کیونکہ اقرار کا مطلب ہے خبر دینا اور تکرار سے خبر میں اضافہ نہیں ہوتا۔زنا کے باب میں چاروں اقراروں کا علم تو ہمیں حدیث سے ہوا ہے۔

**کئی مجلسوں میں اقرار کی شرط:**۔صحت اقرار کی شرطوں سے ایک شرط مجلسوں کی تعداد ہے۔یعنی یہ کہ مجرم چار جلسوں میں اقرار کرے۔چار مجلسوں میں فقہاء میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔صحیح رائے یہ ہے کہ اقرار کرنے والے کی مجالس معتبر ہوں گی۔امام حنفیہ ؒ سے بھی ایسی ہی روایت ہے کہ اقرار کرنے والے مجالس معتبر ہوگی۔اس لئے نبی ﷺ نے حضرت ماعز ؓ کی مجلسوں کا اعتبار کیا تھا۔کیونکہ وہی ہر مرتبہ اقرار کرنے کے بعد مسجد سے باہر نکلتے تھے اور پھر مسجد میں لوٹ آتے تھے۔جب کہ آپ ﷺ کی مجلس بدستور وہی رہی۔

**عدالت کے سامنے اقرار:**۔ایک شرط یہ ہے کہ جرم کا اقرار عدالت کے سامنے کیا جائے۔اگر کسی اور کے سامنے اقرار کیا گیا۔ہوتو اسے تسلیم نہیں کیا جائے گا۔اس لئے حضرت ماعز ؓ نے بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر اقرار کیا تھا۔اگر قاضی کی مجلس (عدالت) کے بجائے کسی اور مجلس میں اقرار کرے اور گواہ اسکے اقبال جرم پر شہادت دیں تو ان کی شہادت قبول نہیں کی جائی گی۔اس وجہ یہ ہے کہ اگر وہ (عدالت میں) اقرار جرم کرتا ہے۔تو شہادت نے معنی ہو جاتی ہے۔کیونکہ فیصلہ تو اقرار کی بنیاد پر ہوگا نہ کہ شہادت کی بناء پر اور اگر وہ (عدالت) میں انکار کرتا ہے۔تو اس کا انکار گویا اقبال جرم سے رجوع ہے۔اور حدود کے ضمن میں جو کہ خالص حقوق الہی ہیں اقرار سے رجوع کرنا جائز ہے۔

**اقرار جرم ہوش وحواس کی حالت میں ہو:**۔زنا، سرقہ، شراب اور نشے کے جرم کے اعتراف کے لئے ضروری ہے کہ اقبال جرم کرنے والا مدہوش نہ ہو۔اگر اس نے مدہوشی کی حالت میں اقرار کیا تو تسلیم نہ کیا جائے گا۔امام ابوحنیفہ ؒ کے نزدیک اس کی وجہ ہے کہ مدہوش اسے کہتے ہیں۔جس کی نشہ آور مشروب پینے کے بعد ایسی حالت ہوگی ہو کہ تھوڑا اور زیادہ میں تمیز نہ کر سکے۔ایسی صورت میں اس کی عقل حقیقی معنی میں زائل ہو چکی ہوتی ہے۔اور اس پر پردہ پڑ چکا ہوتا ہے۔البتہ اقرار کرنے والے کی ہوش وحواس کا قائم ہونا حد قذف اور قصاص میں شرط نہیں ہے۔کیونکہ قصاص تو خالصۃً لوگوں کا حق ہے اور حد قذف میں بھی لوگوں کا حق ہوتا ہے۔لہذا نشے کی حالت میں بھی اگر اقبال جرم کرے تو تسلیم کیا جائے گا۔اگر نشہ اترنے کے بعد ارتکاب جرم سے انکار کرے تو اس کا انکار تو اقرار سے رجوع تصور کیا جائے گا۔اور اقبال سے رجوع خالص حدود یعنی حدزنا، حد شراب اور قطع (بریدگی) کی حد سرقہ میں جائز ہے۔البتہ قذف اور قتل عمد کے ضمن میں اقبال سے رجوع (انحراف) تسلیم نہیں کیا جاتا۔

**معترف کو ٹالنا اور کرید کر سوالات پوچھنا:**۔

اگر کوئی شخص قاضی کے سامنے جرم زنا کا اعتراف کرے تو قاضی کو چاہئے کہ ناپسندیدگی کا اظہار کرے یا اسے بھگا دے، دوسری اور تیسری مرتبہ بھی قاضی ایسا ہی کرے۔کیونکہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ماعز ؓ کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا۔حضرت ماعز ؓ سے اسی قسم کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "اعتراف کرنے والوں کو بھا دیا کرو"۔اعتراف کرنے والوں سے ہماری مراد جرم زنا کا اعتراف کرنے والے ہیں۔جب مجرم چار بار اقبال جرم کرے تو پھر قاضی اس کے حال پر غور کرے کہ آیا وہ صحیح العقل ہے۔یا اس کی عقل میں کوئی فتور ہے۔ایسے ہی آنحضرت ﷺ نے حضرت ماعز ؓ سے ارشاد فرمایا تھا۔کہ تیری عقل میں کوئی فتور ہے یا تو پاگل تو نہیں ہو گیا۔پھر آپ ﷺ نے حضرت ماعز ؓ کے قبیلے کی طرف آدمی بھیجا اور ان کی حالت معلوم کروائی۔جب یہ حقیقت معلوم ہوگئی۔کہ وہ صحیح العقل ہیں۔تو اس کے بعد آپ ﷺ نے ان سے زنا کی ماہیت اس کی کیفیت ارتکاب کی جگہ اور زنیہ کے بارے میں دریافت فرمایا۔

**سوال نمبر 15: اسلامی قانون کی روشنی میں مدعی علیہ کو قسم دینے کی شرائط بیان کریں نیز اقرار کے بنیادی اصول کی وضاحت بھی کیجیے۔**

**جواب: مدعی علیہ کو قسم دینے کی شرائط:** مدعی علیہ کو قسم دینے کی بعض شرائط حسب ذیل ہیں:

**پہلی شرط:** مدعا علیہ جب مدعی کے دعویٰ کا منکر ہو، کیونکہ مدعا علیہ سے قسم اسی لیے لی جاتی ہے اگر اس نے مدعی کو دعویٰ سے جو انکار کیا ہے تو اس میں اس پر تہمت

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 0334-5504551

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

باقی نہ رہے اور اگر مدعا علیہ مدعی کے دعوے کو تسلیم کر لے تو پھر قسم کی حاجت نہیں رہتی۔ کیونکہ انسان اپنے بارے میں کسی قسم کا اقرار کرنے میں متہم نہیں ہوتا۔

**دوسری شرط:** مدعی اس امر کا مطالبہ کرے کہ مدعا علیہ سے قسم لی جائے کیونکہ یہ دراصل مدعی کا حق ہے جو مدعا علیہ پر لازم ہو رہا ہے اور کسی شخص کا کسی دوسرے پر حق اسی وقت لازم ہوتا ہے جب وہ اس کا مطالبہ کرے۔

**تیسری شرط:** ثبوت موجود نہ ہوا گر مدعی کے پاس کوئی ثبوت موجود ہو تو وہ مدعا علیہ سے حلف اٹھوانے کا مطالبہ کرنے کا مجاز نہیں ہوگا۔ یہ رائے امام ابوحنیفہؒ کی ہے اس معاملے میں ان کی دلیل یہ ہے کہ بینہ ہی کا اصل اعتبار ہے یمین اس کے قائم مقام ہے اور جب اصل موجود ہو تو قائم مقام کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ اس شرط کے قائل نہیں ہیں کیونکہ شہادت پیش کرنا مدعی کی دلیل اور اس کے دعویٰ کا ثبوت ہے اور مدعا علیہ سے قسم لینا اس کا حق ہے اس لیے مدعی ثبوت رکھتے ہوئے بھی مدعا علیہ سے قسم کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

**چوتھی شرط:** مدعی بہ وہ خالص اللہ کا حق نہ ہو چنانچہ حدود کے جرائم میں مدعا علیہ سے قسم لینا درست نہیں ہے۔ البتہ سرقہ میں ملزم سے یہ قسم لی جاسکتی ہے کہ اس نے مال نہیں لیا ہے اور حد قذف میں اس لیے حلف لینا درست ہے کہ یہ حق عبد یعنی مقذوف کا حق ہے اسی طرح قصاص کے مقدمات میں بھی حلف درست ہے کہ یہ خالصتاً بندوں کا حق ہے۔

**پانچویں شرط:** مدعی بہ کوئی ایسی بات ہو جس کا از روئے شریعت اقرار کیا جا سکتا ہو۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے بارے میں یہ دعویٰ کرے کہ وہ میرا بھائی ہے لیکن اس مدعا علیہ سے میراث وغیرہ کا مطالبہ نہ رکھتا ہو۔ محض بھائی ہونے کا دعویٰ ہو اور یہ شخص انکار کرے تو اس سے قسم نہیں لی جائے گی۔ کیونکہ اگر مدعی علیہ اقرار کرتا تو یہ درست نہ ہوتا کیونکہ یہ اقرار درحقیقت اس کے اپنے بارے میں نہیں ہوگا بلکہ اپنے باپ کے بارے میں ہوگا یعنی مدعا علیہ کے اقرار کا مطلب ہوگا کہ وہ اور مدعی ایک ہیں باپ کی اولاد ہیں۔ لیکن اگر مدعی نے مدعا علیہ پر یہ دعویٰ کیا کہ وہ اس کا بھائی ہے اور اس کے قبضے میں اس کے باپ کا ترکہ موجود ہے جس میں وہ نصف کا حق دار ہے اور مدعا علیہ اس سے انکار کرے تو اسے بھائی ہونے کا معاملے طے کرنے کے لیے نہیں بلکہ میراث کا نزاع طے کرنے کے لیے قسم دلوائی جائے گی۔ کیونکہ اگر وہ بھائی ہونے کا اقرار کرلے تو میراث کی حد تک یہ اقرار صحیح ہے۔ بہر حال مدعا علیہ کے اقرار کی صورت میں یا اس قسم سے انکار کی صورت میں مدعی کے حق میں نصف میراث کا فیصلہ ہو جائے گا مگر نسب کے بارے میں اس کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوگا۔

**مدعا علیہ کا قسم اٹھانے میں مہلت طلب کرنا:** اگر مدعا علیہ قسم اٹھانے کے لیے مہلت طلب کرے تو عدالت کی جانب سے اس کو یہ مہلت اسی وقت مل سکتی ہے جب مدعی اس کے لیے راضی ہوا گر مدعا علیہ کوئی قابل قبول عذر پیش کرے تو اس تین دن کی مہلت دی جاسکتی ہے۔

**اقرار اور اس کے بنیادی اصول:** اقرار کے لفظی معنی اعتراف کے ہیں۔ اور اسلامی قانون کی رو سے اس کا یہ مطلب ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے کسی حق کو اپنے ذمہ لازم ہونے کا اقرار کرلے۔ یا کسی کے جرم کے ارتکاب کا اعتراف کرلے اس امر کی دلیل یہ ہے کہ اقرار، مُقر، (اقرار کرنے والا) کے حق میں کسی جرم کے ثابت ہونے یا اس پر کسی دوسرے کے حق کے لازم ہونے کا ایک قانونی طریقہ ہے۔ جو کہ قرآن وسنت اور اجماع سے ثابت ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

والیملل الّذی علیہ الحق ولیتق اللہ ربّی (البقرۃ: ۲۸۲) "جس شخص پر حق لازم ہو وہی اس کو لکھوائے"

اس آیت میں املاء کا حکم دیا گیا ہے املاء بھی اقرار ہی کی ایک صورت ہے۔ اگر انسان کا اقرار بھی قابل قبول نہ ہو تو املاء کے کوئی معنی باقی نہیں رہتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حضرت ماعزؓ اور غامدیہ نے جرم زنا کا اعتراف کیا اور آپؐ نے ان کے اعتراف پر ان پر حد جاری فرمائی۔ اسی طرح آپؐ نے ایک صحابی حضرت انسؓ کو ایک متہم عورت کے پاس اس حکم کے ساتھ روانہ فرمایا کہ اگر وہ بدرجہ اولیٰ لازم ہو سکتا ہے اور جہاں تک اجماع کا تعلق ہے۔ تو صاف ظاہر ہے کہ تمام امت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اقرار مُقِر (اقرار کرنے والے) کے حق میں حجت ہے۔

**اقرار کنندہ کی شرائط:** اقرار کرنے والے شخص (مقر) کا عاقل، بالغ اور آزاد ہونا ضروری ہے۔ آزاد عاقل اور بالغ شخص اگر کسی کے حق کا اپنے ذمہ اقرار کرتا ہے تو اس کے ذمہ وہ حق لازم ہو جائے گا۔ چاہے وہ حق جس کا اس نے اقرار کیا ہے۔

**معلوم ہو یا غیر معلوم:** یہ حق اقرار کرنے والے پر لازم ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ حضرت ماعزؓ پر ان کے اقرار کی بنیاد پر رجم کی سزا کو نافذ فرمایا۔ یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اقرار دراصل کسی دوسرے شخص کے حق کی اطلاع وخبر ہوتی ہے۔ اور اقرار کنندہ کا اقرار صرف اس کے اپنے حق میں تو حجت ہوگا دوسرے کسی شخص کے حق میں حجت نہ ہوگا۔ لہٰذا اقرار کنندہ کو اس کے اقرار کی بنیاد پر سزا دی جاسکتی ہے۔ لیکن اس کے اقرار کو بنیاد بنا کر کسی دوسرے مرد،عورت کو سزا نہیں دی جاسکتی۔ ہاں اگر دوسرا فریق بھی اپنے حق میں جرم کا اقرار کرلے تو پھر اس کو بھی سزا دی جائے گی۔ اقرار کے لیے عاقل اور بالغ ہونا شرط ہے۔ اس لیے کسی بچے اور مجنون کا اقرار ان کے حق میں موثر نہیں ہوتا۔ اگر بچے کو تصرفات کی اجازت ہو تو پھر اس کا اقرار اس کے حق میں حجت ہوگا۔ اس لیے بعض اوقات حق نامعلوم ہونے کے باوجود لازم ہو جاتا ہے۔ مثلاً نابالغ بچے نے کوئی مال ضائع کر دیا ہو اور وہ اس کی قیمت نہیں جانتا یا کسی کو زخمی کر دیتا ہے اور اس زخم کا تاوان کتنا ہے۔ یہ نہیں جانتا یا لین دین کے معاملہ میں اس کے ذمے کسی کا قرض ہو جو اسے یاد نہیں کہ کتنی رقم ہے اور اقرار چونکہ ثبوت حق کے بارے میں خبر دینا ہے۔ لہٰذا مجہول شے کا اقرار درست ہوگا۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ، ایف اے ، آئی کام ، بی اے ، بی کام ، بی ایڈ ، بی ایس ، ایم اے ، ایم ایڈ ، ایم ایس سی ، پی ایچ ڈی ، ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com 0334-5504551

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

البتہ اگر اقرار کنندہ، مقرلہ (جس کے حق میں اقرار کیا جائے) کو نہیں جانتا تو اقرار نافذ نہ ہوگا۔اس لیے مجہول شخص کسی حق کا مستحق نہیں بن سکتا۔لہٰذا اس سے کہا جائے گا کہ وہ مجہول کو واضح کرے۔اس لیے کہ جہالت اور عدم واقفیت کا اظہار اس کی طرف سے ہے تو اس کی مثال اس شخص کی مانند ہوگی۔جس نے اپنے دو غلاموں میں سے کسی ایک کو آزاد کر دیا ہو (تو اس سے کہا جائے کہ وہ اس غلام کی نشاندہی کرے جسے اس نے دونوں میں سے آزاد کر دیا ہے) اگر اقرار کنند مقرلہ کی نشان دہی نہیں کرتا تو قاضی اسے اس پر مجبور کرے گا۔اسلئے کہ اس نے جو اقرار کر لیا ہے۔وہ اس اقرار سے جو چیز اس پر لازم ہوئی ہے اس سے نکلنا اب خود اس پر لازم ہے اور یہ صرف بیان اور وضاحت سے ہی ممکن ہے۔

اگر اقرار کنندہ نے یہ کہا کہ فلاں شخص کی میرے ذمہ پر کوئی چیز لازم ہے تو اسے کہا جائے گا کہ وہ اپنے اقرار کی وضاحت کرے۔اور اگر اس نے وضاحت میں کسی ایسی چیز کا ذکر کیا جس کی بازار میں کوئی قیمت نہیں تو یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے اپنے اقرار سے رجوع کر لیا۔

اقرار کے بعد اگر مقرلہ اس سے زیادہ کا دعویٰ کرے جتنا کہ مقر نے اقرار کیا ہے تو اس صورت میں اقرار کنندہ کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔کیونکہ اس صورت میں وہ اضافہ کا منکر ہے۔اقرار کنندہ یہ کہے کہ فلاں شخص کا مجھ پر یا میری طرف کچھ ہے

تو اسے قرض کا اقرار سمجھا جائے گا۔اس لیے وہ ضمان کے بارے میں خبر دیتا ہے۔اور اگر اقرار کنندہ نے "میرے اوپر لازم ہے" جیسے الفاظ کے ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ وہ مال جس کا وہ اقرار کر رہا ہے۔ودیعت ہے تو اس کی یہ بات تسلیم کی جائے گی۔اسلئے کہ یہ لفظ مجازاً اس کا احتمال رکھتا ہے۔اس مضمون سے مراد اس ودیعت کی حفاظت ہوسکتی ہے اور مال ایسی چیز ہے جس کی حفاظت کی جاتی ہے۔لہٰذا اگر وہ ودیعت کا لفظ اپنی بات سے ملا کر کہہ دے تو اس کی بات مانی جائے گی۔لیکن جدا کر کے کہے تو بات نہیں مانی جائے گی۔

اگر اقرار کنندہ سے کسی آدمی نے کہا کہ میرا تجھ پر ایک ہزار ہے اور اس نے جواب دیا کہ اسے وزن کر لے یا اس سلسلے میں مجھے مہلت دے دے۔یا کہا کہ میں نے تجھے یہ ادا کر دیا تو اسے اقرار سمجھا جائے گا۔اس لیے کہ پہلے دوسرے لفظ میں 'اسے' کنایہ ہے۔اس چیز سے جو کہ دعویٰ میں مذکور ہے تو گویا اس نے یہ کہا کہ اس ہزار کو گن لو اور جو تیرا قرض میرے ذمہ ہے اس وجہ سے اگر وہ حرف کنایہ کا ذکر کرے تو یہ اقرار درست نہ ہوگا۔اس لیے کہ اس صورت میں گویا وہ دعویٰ میں مذکور شے کا ذکر نہیں کر رہا ہے۔

اسی طرح اس نے جو یہ کہا کہ مجھے مہلت دے دے تو مہلت اس چیز کی مانگی جاتی ہے جو کسی شخص کے ذمہ واجب ہو۔ادا بھی وہی چیز کی جاتی ہے جو کسی کے ذمہ واجب ہو اور اگر وہ یہ دعویٰ کرے کہ تو نے مجھے اس سے بری کر دیا تھا۔اور اس اقرار کی مانند ہو جس میں وہ یہ کہے کہ میں نے تو ادا کر دیا تھا۔اسی طرح اگر وہ صدقہ یا ہبہ کا دعویٰ کرتا ہے تو بھی اس کا اقرار سمجھا جائے گا۔کیونکہ مالک بنانے کا تقاضا یہ ہے کہ مال پہلے سے اس کے ذمے واجب ہو۔اس طرح یہ بھی اقرار سمجھا جائے گا کہ اگر وہ یہ کہے کہ میں نے تو اس چیز کی ادائیگی فلاں شخص کے ذمہ لگا دی ہے۔

اگر کسی نے کسی حق کا اقرار کیا اور اس کے ساتھ متصلاً انشاءاللہ کہہ دیا تو یہ اقرار اس پر واجب نہ ہوگا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ساتھ انشاء کرنا یا تو اپنے اقرار کو باطل ٹھہرانا ہے یا اسے معلق کرنا ہے اور دونوں صورتوں میں اقرار باطل ہے۔اگر مقر نے اقرار کو مبہم رکھا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کا اقرار درست نہ ہوگا۔امام محمدؒ کہتے ہیں کہ درست نہ ہوگا۔

**جرائم حدود کے بارے میں اقرار کے قواعد:** جہاں تک ایسے جرائم کے اقرار کی شرطوں کا تعلق ہے جن کے ارتکاب سے حد واجب ہو جاتی ہے۔ان میں بعض تو تمام حدود سے متعلق ہیں۔جب کہ بعض شرطوں کا تعلق کسی خاص حد سے ہے۔جو شرطیں تمام حدود سے متعلق ہیں۔ان میں سے ایک بلوغت ہے۔چنانچہ کسی بھی حد کے ضمن میں نابالغ کا اقرار صحیح نہ مانا جائے گا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ حد کو واجب کرنے کے لئے جرم کا واقع ہونا ناگزیر ہے۔اور نابالغ کے فعل پر جرم کی اصطلاح صادق نہیں آتی۔لہٰذا نابالغ کا اقرار سراسر جھوٹ ہے۔دوسری شرط گویائی (نطق) ہے اور وہ یوں کہ اقرار خطاب اور بیان کے طریقے سے ہو، نہ کہ تحریر یا اشارے کے ذریعے سے۔اگر کوئی گونگا شخص ایک تحریر میں اپنا اقرار لکھ کر دے یا اس جانب واضح اشارہ کر دے تو اس پر حد عائد نہ ہوگی۔کیونکہ شریعت نے اقرار کے موجب ہونے کو قطعی اور واضح بیان سے مشروب کر دیا ہے۔اگر کوئی شخص کسی حرام فعل کا اقرار کرے تو اس پر حد جاری نہیں کی جاتی۔تاوقت یہ کہ مراحت کے ساتھ زنا کے ارتکاب کا اعتراف نہ کرے۔

**جرم زنا کے ثبوت کے لئے چاروں اقراروں کی شرط:** حد زنا کے اثبات کے لئے ضروری ہے کہ مجرم چار مرتبہ اقار کرے۔چار بار اقرار کرنے کی شرط حنفی فقہا کے مسلک میں ہے۔جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک چار بار اقرار کرنا شرط نہیں ہے۔اور صرف ایک بار اقرار ہی کافی ہے۔امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ شریعت میں اقرار کو دلیل کی حیثیت اس لئے حاصل ہے کہ اس میں جھوٹ کے بجائے سچائی کی طرف رجحان پایا جاتا ہے۔یعنی اس میں سچائی غالب ہے۔کیونکہ کوئی شخص خود اپنے خلاف جھوٹ نہیں بولتا۔اقرار صرف ایک بار کیا جائے یا اسے بار بار دہرایا جائے اس سے اقرار کی مذکورہ خصوصیات میں کچھ فرق نہیں ہوتا۔اور تکرار سے خبر کی سچائی میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔حنفی فقہاء کہتے ہیں۔کہ قیاس کا تقاضا تو وہی ہے جو امام شافعیؒ نے فرمایا لیکن ہم نے حدیث کے مقابلے میں قیاس کو چھوڑ دیا ہے۔اور وہ حدیث یہ ہے کہ حضرت ماعزؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جرم زنا کے ارتکاب کا اقرار کیا۔نبی کریم ﷺ نے اپنا رخ انور ان کی طرف سے موڑ کر دوسری طرف کر لیا۔اس طرح چار مرتبہ ہوا۔اگر ایک بار کے اقرار سے حد ثابت ہو جاتی تو آپ ﷺ نفاذ حد کو چوتھے اقرار تک موخر نہ

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 03345504551

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

فرماتے ۔کیونکہ جب امام کے سامنے موجب حد ثابت ہوجائے تو امام اس کے نفاذ میں تاخیر کرنے کا مجاز نہیں ہوتا۔

**دوسری حد میں اقرار کی تعداد:** حد قذف کے اثبات کے لئے ایک سے زیادہ اقرار بالا جماع شرط نہیں ہے۔سرقہ شراب نوشی اور نشے کی حد کی اثبات کے لئے ایک سے زیادہ مرتبہ اقرار شرط ہے۔یا نہیں۔امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک شرط نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ جو حد اقرار سے انحراف کرنے پر ساقط ہوجاتی ہے۔اس میں اقرار کی تعداد گواہوں کی تعداد کے مطابق ہونی چاہئے۔فقیہ ابولیث نے ذکر کیا کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دو مختلف جگہوں پر دو بار اقرار کرنا ضروری ہے۔امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ چوری، شراب، اور نشہ کی حدود حد زنا کی طرح خالصتاً اللہ کا حق ہیں۔اس لئے اقرار کی تعداد کے لئے استدلال گواہوں کے لئے شہادت کے نصاب کا نصف ہے۔یعنی دو گواہوں کی شہادت۔لہذا اقرار بھی دو بار ہونا چاہئے۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ اقرار کے بار بار دہرائے جانے (تکرار) کی شرط نہ ہو۔کیونکہ اقرار کا مطلب ہے خبر دینا اور تکرار سے خبر میں اضافہ نہیں ہوتا۔زنا کے باب میں چاروں اقراروں کا علم تو ہمیں حدیث سے ہوا ہے۔

**کئی مجلسوں میں اقرار کی شرط:** صحت اقرار کی شرطوں سے ایک شرط مجلسوں کی تعداد ہے۔یعنی یہ کہ مجرم چار جلسوں میں اقرار کرے۔چار مجلسوں میں فقہاء میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔صحیح رائے یہ ہے کہ اقرار کرنے والے کی مجالس معتبر ہوں گی۔امام حنفیہؒ سے بھی ایسی ہی روایت ہے کہ اقرار کرنے والے مجالس معتبر ہوگی۔اس لئے نبی ﷺ نے حضرت ماعزؓ کی مجلسوں کا اعتبار کیا تھا۔کیونکہ وہ ہر مرتبہ اقرار کرنے کے بعد مسجد سے باہر نکلتے تھے اور پھر مسجد میں لوٹ آتے تھے۔جب کہ آپ ﷺ کی مجلس بدستور وہی رہی۔

**عدالت کے سامنے اقرار:** ایک شرط یہ ہے کہ جرم کا اقرار عدالت کے سامنے کیا جائے۔اگر کسی اور کے سامنے اقرار کیا گیا۔ہوتو اسے تسلیم نہیں کیا جائے گا۔اس لئے حضرت ماعزؓ نے بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوکر اقرار کیا تھا۔اگر قاضی کی مجلس (عدالت) کے بجائے کسی اور مجلس میں اقرار کے اور گواہ اسکے اقبال جرم پر شہادت دیں تو ان کی شہادت قبول نہیں کی جائی گی۔اس وجہ یہ ہے کہ اگر وہ (عدالت میں) اقرار جرم کرتا ہے۔تو شہادت بے معنی ہوجاتی ہے۔کیونکہ فیصلہ تو اقرار کی بنیاد پر ہوگا نہ کہ شہادت کی بناء پر اور اگر وہ (عدالت) میں انکار کرتا ہے۔تو اس کا انکار گویا اقبال جرم سے رجوع ہے۔اور حدود کے ضمن میں جو کہ خالص حقوق الہی ہیں اقرار سے رجوع کرنا جائز ہے۔

**اقرار جرم ہوش وحواس کی حالت میں ہو:** زنا، سرقہ، شراب اور نشے کے جرم کے اعتراف کے لئے ضروری ہے کہ اقبال جرم کرنے والا مدہوش نہ ہو۔اگر اس نے مدہوشی کی حالت میں اقرار کی تو تسلیم نہ کیا جائے گا۔امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کی وجہ ہے کہ مدہوش اسے کہتے ہیں۔جس کی نشہ آور مشروب پینے کے بعد ایسی حالت ہوگی ہو کہ تھوڑا اور زیادہ میں تمیز نہ کر سکے۔ایسی صورت میں اس کی عقل حقیقی معنی میں زائل ہو چکی ہوتی ہے۔اور اس پر پردہ پڑ چکا ہوتا ہے۔البتہ اقرار کرنے والے کی ہوش وحواس کا قائم ہونا حد قذف اور قصاص میں شرط نہیں ہے۔کیونکہ قصاص تو خالصۃ لوگوں کا حق ہے اور حد قذف میں بھی لوگوں کا حق ہو تا ہے۔لہذا نشے کی حالت میں بھی اگر اقبال جرم کرے تو تسلیم کیا جائے گا۔اگر نشہ اترنے کے بعد ارتکاب جرم سے انکار کرے تو اس کا انکار کو اقرار سے رجوع تصور کیا جائے گا۔اور اقبال سے رجوع خالص حدود یعنی حد زنا، حد شراب اور قطع (بریدگی) کی حد سرقہ میں جائز ہے۔البتہ قذف اور قتل عمد کے ضمن میں اقبال سے رجوع (انحراف) تسلیم نہیں کیا جاتا۔

**معترف کو ٹالنا اور کرید کر سوالات پوچھنا:۔**

اگر کوئی شخص قاضی کے سامنے جرم زنا کا اعتراف کرے تو قاضی کو چاہئے کہ ناپسندیدگی کا اظہار کرے یا اسے بھگا دے، دوسری اور تیسری مرتبہ بھی قاضی ایسا ہی کرے۔کیونکہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ماعزؓ کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا۔حضرت ماعزؓ سے اسی قسم کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''اعتراف کرنے والوں کو بھا دیا کرو''۔اعتراف کرنے والوں سے ہماری مراد جرم زنا کا اعتراف کرنے والے ہیں۔جب مجرم چار بار اقبال جرم کرے تو پھر قاضی اس کے حال پر غور کرے کہ آیا وہ صحیح العقل ہے۔یا اس کی عقل میں کوئی فتور ہے۔ایسے ہی آنحضرت ﷺ نے حضرت ماعزؓ سے ارشاد فرمایا تھا۔کہ تیری عقل میں کوئی فتور ہے یا تو پاگل تو نہیں ہوگیا۔پھر آپ ﷺ نے حضرت ماعزؓ کے قبیلے کی طرف آدمی بھیجا اور ان کی حالت معلوم کروائی۔جب یہ حقیقت معلوم ہوگئی۔کہ وہ صحیح العقل ہیں۔تو اس کے بعد آپ ﷺ نے ان سے زنا کی ماہیت اس کی کیفیت ارتکاب کی جگہ اور زرینہ کے بارے میں دریافت فرمایا۔

**سوال نمبر 16۔ فقہ اسلامی کی روشنی میں قسم کی اقسام بیان کریں اور نکول (قسم سے انکار) کی صورت میں متعلقہ احکام و مسائل پر جامع نوٹ لکھیں۔**

**جواب۔**

**تحلیف یا قسم۔**

قسموں کے لیے عربی میں ایمان کا لفظ مستعمل ہے یہ لفظ جمع ہے اس کا واحد یمین ہے یمین قسم یا حلف کو کہتے ہیں اور اس کے لفظی معنی سیدھے ہاتھ اور قوت کے ہیں قسم یا حلف کو یمین اس لیے کہتے ہیں کہ قسم کھانے والا یا حلف اٹھانے والا اس طریقے سے اپنے قول کو مضبوط کرتا اور اسے قوت پہنچا تا ہے نیز اہل عرب جب عہد کرتے اور عودہ کو پختہ اور مضبوط کرنے کے لیے قسم کھاتے تو آپس میں ایک دوسرے کا سیدھا ہاتھ، ہاتھ میں لیتے تھے گویا اس مفہوم کے اعتبار سے بھی قسم کو یمین کہا جاتا ہے۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ، ایم ایس سی ، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے آئیڈی کے نمبر پر رابطہ کریں

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 0334 5504551

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس۔ گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

''یمین'' کی فقہی تعریف یہ ہے کہ:

کسی امر محتمل کو اللہ تعالیٰ کے نام یا اس کی کسی صفت کے ذریعے محقق کر دینا خواہ اس امر کا تعلق ماضی سے ہو یا مستقبل سے اور خواہ یہ امر منفی بات پر مشتمل ہو یا مثبت پر اور خواہ وہ عادتاً ممکن ہو یا نہ ہو۔

''یمین'' کا قانونی اور شرعی طریقہ قرآن وسنت اور اجماع سے ثابت ہے چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہاری بے ارادہ قسموں پر تم سے مواخذہ نہیں کرے گا لیکن پختہ قسموں پر (یمین کے خلاف کرو گے) مواخذہ کرے گا۔ (المائدہ:۵:۸۹)

فقہائے کرام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ یمین اثباتی حجت (کسی معاملے کو ثابت کرنے کی قوت) رکھتی ہے یعنی اس سے نزاع اور خصومت کے ختم کرنے میں اور فیصلے تک پہنچنے میں مدد ملتی ہے یمین کسی حق کے ثابت کرنے اور فیصلے تک پہنچنے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: باثبوت مدعی پر ہے اور قسم اس پر ہے جو دعویٰ کا انکار کرے۔

**نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:**

ترجمہ: اگر محض دعویٰ پر لوگوں کے مطالبات پورے کر دیے جائیں تو لوگ دوسروں کی جانوں اور مالوں کا دعویٰ کریں مگر یہ قسم مدعی علیہ پر ہے۔

**قسم کس طرح منعقد ہوتی ہے:**

''یمین'' (قسم) اللہ تعالیٰ کے خاص نام یا ان کی صفات میں سے کسی صفت سے منعقد ہوتی ہے یعنی اگر کوئی شخص اپنے والدین کی یا کعبہ کی یا رسول اللہ ﷺ کی قسم کھائے تو وہ قسم منعقد نہیں ہوتی۔ چنانچہ

حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے باپوں کی قسمیں کھانے سے منع کرتا ہے سو جو شخص قسم کھائے وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔

**یمین کی اقسام:**

''یمین'' کی دو قسمیں ہیں۔

**الف)** وہ ''یمین'' (قسم) جو روزمرہ کے معاملات میں کھائی جاتی ہے۔

**ب)** وہ ''یمین'' (قسم) حلف جو عدالتی فیصلے کے لیے اور کسی حق کے ثابت کرنے کے لیے عدالت کے روبرو کھائی جائے۔

جہاں تک روزمرہ کے معاملات میں قسم کھانے کا تعلق ہے تو یہ پسندیدہ امر نہیں کہ آدمی بات بات پر قسم کھاتا رہے چنانچہ فرمان الٰہی ہے۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نام کو اپنی قسموں کا ہدف نہ بناؤ۔

''یمین'' برائے مدافعت وہ شخص کھاتا ہے جو مدعی کے دعویٰ کی مدافعت میں قسم کھالے رواس سے مدعی کا مطالبہ ختم ہو جائے گا اور خصومت باقی نہیں رہے گی لیکن اگر مدعی کا فی الواقع حق ہے تو وہ حق ختم نہیں ہوگا یعنی بالفرض اگر مدعی علیہ نے جھوٹی قسم کھائی ہو تو از روئے دیانت اس پر حق لازم رہے گا اور اسے ادا کرنا چاہیئے اگرچہ عدالتی اعتبار سے عدم ثبوت کی بناء پر دعویٰ خارج ہی کیوں نہ ہو جائے۔

یہی وجہ ہے کہ اگر مدعی علیہ، مدعی کے دعویٰ کے انکار میں قسم کھانے اور بعد ازاں مدعی اپنے حق کے بارے میں مدعی علیہ کے ذمے لازم ہونے کا ثبوت پیش کرے تو عدالت اس کے ثبوت پر فیصلہ دے گی اور مدعی علیہ کی قسم لغو قرار دے گی۔ عدالت کا یہ اقدام اسی اصول کے تحت ہوگا کہ قسم سے منازعت اور خصومت تو ختم ہو جاتی ہے مگر حق ختم نہیں ہوتا۔

**''یمین'' برائے استحقاق کی چار قسمیں ہیں:**

**الف)** قسامت۔

**ب)** مالی معاملات میں ایک گواہ کے ساتھ ''یمین'' قسم۔

**ج)** مدعی علیہ کے قسم سے انکار (نکول) کی صورت میں مدعی کی قسم۔

**د)** دو گواہوں کی گواہی کے ساتھ قسم۔

**تزکیۃ الشھود (گواہوں کے سچا ہونے کا علم حاصل کرنا):**

شاہد کا عادل ہونا ضروری ہے عدالت کا مفہوم یہ ہے کہ شاہد کی نیکیاں اس کی برائیوں سے زیادہ ہوں اور وہ کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو اور صغیرہ گناہوں کا بھی بار بار ارتکاب نہ کرتا ہو گواہ کی اس شرط کا مقصود اس کا گواہی میں سچا ہونا ہے کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ جو شخص اللہ سے کیے ہوئے وعدوں میں سچا ہوگا وہی انسانوں کے معاملات میں بھی سچا ہوگا۔ اگر عدالت کسی شاہد کے عادل ہونے سے خود ہی واقف ہو تو اس کے بارے میں تزکیہ کی ضرورت نہیں ہے اگر عدالت کو شاہد کے عادل اور سچا ہونے کا علم نہ ہو اور فریق مخالف اس پر اعتراض کرے تو قاضی اس کے حالات معلوم کرنے کیلئے تزکیہ کا طریقہ اختیار کرے گا ورنہ عام

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے، اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹس کے لیے آرڈر کریں

03455045551 Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

حالات میں مسلمان شاہد کے ظاہری طور پر عادل ہونے پر اکتفاء کرے گا اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

تمام مسلمان ایک دوسرے کیلئے عادل ہیں ماسوا اس شخص کے جسے حد قذف لگائی گئی ہو۔حدود اور قصاص میں قاضی گواہوں کے بارے میں تفتیش کرے گا اس لیے مکمل تفتیش ضروری ہے اور پھر وجہ بھی ہے کہ اس میں شبہ کی گنجائش ہے۔اگر فریق مخالف گوہوں پر اعتراض کرے تو پھر ان کے بارے مین خفیہ اور اعلانیہ دونوں طور پر تفتیش کی جائے گی کیونکہ وہ ظاہری صورتیں باہم مقابل ہیں قاضی ایک صورت کو ترجیح دینے کیلئے تفتیش کرے گا امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

تمام حقوق میں گواہوں کے بارے مین خفیہ اور اعلانیہ تفتیش ضروری ہے کیونکہ فیصلے کی بنیاد دلیل پے ہے اور وہ دلیل عادل گواہوں کی گواہی کے بارے میں ہے لہذا قاضی ان کے عادل ہونے کے بارے میں ضرور جاننے کی کوشش کرے گا کیونکہ اس طرح اس کا فیصلہ لاعدم ہو جائے گا موجودہ زمانے میں فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔خفیہ تزکیہ یہ ہیکہ قاضی اپنے خفیہ خط کا مزکی کی طرف روانہ کرے گا جس میں گواہ کا نسب،حلیہ،محلّہ وغیرہ کا ذکر ہوگا پھر وہ شخص کے بارے میں معلومات حاصل کر کے خط کا جواب لکھیں گے یہ سب خفیہ ہوگا کیونکہ اگر یہ بات افشا ہوگئی تو وہ اسے رشوت دینے کی کوشش کرے گا یا اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کرسکتا ہے۔

اعلانیہ تزکیہ یوں ہوگا کہ مزکی اور گواہ قاضی کے پاس اکھٹے لائے جائیں گے تاکہ یہ شبہ دور ہو جائے کہ اس نے کسی اور کا تزکیہ نہ کیا ہو۔

**شہادت کے اصول وقواعد:**

**☆شرائط شہادت:**

**الف)** تحمل شہادت **ب)** ادائے شہادت

تحمل کا مفہوم گواہی کے محفوظ رکھنے اور یاد رکھنے کی اہلیت ہے اس اعتبار سے شاہد( گواہ میں جو شرائط پائی جاتی چاہئیں ان کی بھی دو قسمیں ہیں۔

**الف)** تحمل شہادت **ب)** ادائے شہادت کی شرائط

☆تحمل شہادت کی شرائط:

☆ شاہد کسی واقعہ کو دیکھنے کے وقت اسے محفوظ رکھنے اور یاد رکھنے کا اہل ہو یعنی وہ عاقل اور بالغ ہو بچہ اور مجنون نہ ہو۔

☆ بینا ہوا امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بصارت شرط نہیں ہے۔

**ب) ادائے شہادت کی شرائط:** ادائے شہادت کی بعض شرائط عام ہیں اور بعض خاص ادائے شہادت کی عام شرائط درج ذیل ہیں۔

**☆عام شرائط:**

**☆عقل:** ادائے شہادت کے وقت شاہد کا عاقل ہونا ضروری ہے یعنی کہ وہ حالت جنون میں نہ ہو۔

**☆بلوغ:** بچہ کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

**☆عدالت:** شاہد( گواہ) کا عادل ہونا ضروری ہے۔

عدالت کا مفہوم یہ ہے کہ شاہد کبیر گناہوں سے اجتناب کرتا ہو۔

☆ شاہد جس وقت گواہی دے اس وقت وہ اس امر واقعہ کو جس کی گواہی دے رہا ہے( مشہود حلیہ) بخوبی جانتا ہو اور اسے اچھی طرح یاد رکھتا ہو۔

**☆ادائے شہادت کی خاص شرائط:**

**☆الفاظ شہادت:**

یعنی جب کوئی گواہی دے تو شہادت کے الفاظ کا استعمال کرے یعنی کہے کہ مین گواہی دیتا ہوں۔

☆ شہادت اور دعویٰ میں مطابقت ہو۔

☆ شہادت عدالت کے روبرو ہو عدالت کے علاوہ کسی اور جگہ دی گئی شہادت کا اعتبار نہیں ہے۔

**☆شہادت اور دعویٰ میں مطابقت:** شہادت جب دعوی قتل کے مطابق ہو تو اسے قبول کیا جائے گا اگر گواہی کیمطابق نہ ہو بلکہ مخالف ہو تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ حقوق العباد میں دعویٰ کا مقدم ہونا ضروری ہے پس جب شہادت دعویٰ کے مطابق ہو تو یہ شرط موجود ہوگی اور مخالف ہونے کی صورت میں شرط نہیں پائی جائے گی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدک دونوں گواہوں کا لفظاً اور معناً متفق ہونا ضروری ہے لہذا اگر ایک گواہ نے ایک ہزار کیلئے گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کیلئے تو امام صاحب کے نزدیک ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی اور امام یوسف اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ان کی گواہی تسلیم کی جائے گی لیکن صرف ایک ہزار میں بشرطیکہ مدعی دو ہزار کا دعویٰ کر رہا ہے دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ فلاں نے ایک گائے چرائی ہے لیکن ان میں اس کے رنگ کے بارے میں اختلاف ہے تو چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

**☆وہ لوگ جن کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی:** تحمل کے معنی ہیں شاہد کا گواہی کو محفوظ اور یاد رکھنا اور ادائے شہادت کا مفہوم ہے گواہ کا قانونی طریقہ عمل کے

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس ، پروپوزل ، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے،ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ، ایف اے ، آئی کام ، بی اے ، بی کام ، بی ایڈ ، بی ایس ، ایم اے ، ایم ایڈ ، ایم ایس سی ، پی ایچ ڈی ، ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

0334-5504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

مطابق گواہی دے دینا شہادت کے ان دو پہلوؤں کے اعتبار سے گواہ کی حسب ذیل اقسام ہیں۔

☆ وہ شاہد جو اہلیت شہادت بھی رکھتا ہو اور ادائے شہادت کا بھی اہل ہو یعنی جو شخص جو عاقل بالغ اور عادل ہو۔

☆ وہ لوگ جو شہادت کی اہلیت رکھتے ہوں مگر شہادت دینے کے مجاز نہ ہوں جیسے وہ لوگ جن کو جرم قذف کے ارتکاب پر حد لگائی گئی ہو یا نابینا افراد۔

ان میں سب سے پہلی قسم یعنی وہ شاہد جو مکمل طور پر شہادت کے محفوظ رکھنے اور شہادت دینے کی اہلیت رکھتے ہوں ان کی شہادت پر عدالت میں فیصلہ کیا جا سکتا ہے اور ان کی شہادت میں توقف کیا جائے یہاں تک کہ ان کا سچا ہونا معلوم ہو جائے اگر ان کا جھوٹ ظاہر ہوا تو ان کی شہادت رد ہو جائے گی۔

**☆ نابینا کی شہادت:** حضرت علیؓ کے پاس کسی نابینا شخص نے گواہی دی جس کے کلاف گواہی دی تھی اس نے کہا کہ یہ نابینا ہے حضرت علیؓ کو جب اس امر کی اطلاع دی گئی تو آپ نے نابینا کی گواہی رد کر دی حنفی فقہاء مسلک ہے کہ نابینا کی گواہی مقبول نہیں ہے کیونکہ ایسا شخص پوری طرح گواہی کو محفوظ نہیں رکھ سکتا۔ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک نابینا شخص کی گواہی مقبول ہے اس لیے کہ یہ ایسا عیب ہے جس سے اس کی عدالت مجروح ہوتی ہے۔

**☆ اس شخص کی شہادت جس کو حد قذف لگائی گئی ہو:** اس سلسلے میں قرآن کریم کا فرمان ہے:

ترجمہ: اور جو لوگ پر ہیز گار عورتوں پر بدکاری کا عیب لگائیں اور اس پر چار گواہ نہ لائیں تو ان کو اسی کوڑے مارو اور کبھی ان کی شہادت قبول نہ کرو اور یہی بدکردار ہیں تو وہاں جو اس کے بعد توبہ کر لیں اور اپنی حالت سنوار لیں تو خدا بھی بخشنے والا مہربان ہے۔ (النور:۲۴:۴-۵)

رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ان لوگوں کا ذکر فرمایا جن کی گواہی مقبول نہیں ہے تو آپ ﷺ نے اس شخص کا بھی ذکر کیا جس پر کوئی حد جاری ہوئی ہو۔

حضرت عمر بن الخطابؓ نے قضا سے متعلق جو خط حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو تحریر فرمایا تھا اس میں آپ ﷺ نے لکھا تھا:

مسلمان ایک دوسرے کے بارے میں عادل ہیں سوائے اس شخص کے جس پر کوئی حد جاری ہوئی ہو یا جس کی جھوٹی گواہی کا تجربہ ہو چکا ہو۔ س امر پر اتفاق ہے کہ جس شخص کو زنا، مے نوشی یا تعزیری جرم کی حد جاری ہوئی ہے اگر وہ توبہ کر لے تو توبہ کے بعد اس کی گواہی قبول کی جائے گی لیکن جس شخص پر حد قذف کی سزا جاری ہوئی ہو تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کی گواہی توبہ کے بعد بھی قابل قبول نہیں ہے جبکہ ائمہ ثلاثہ (امام املک، امام شافعی، امام محمدؒ) کے نزدیک توبہ کے بعد اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔

**☆ فاسق کی شہادت:** فسق کے معنیٰ ''اللہ کے حکم سے خارج ہو جانے کے ہیں بالفاظ دیگر اللہ کی نافرمانی کرنا فاسق ہے اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص ان امور کو انجام سے جن سے اللہ نے منع کیا ہے اور ان امور کو انجام دے جن کے کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک فاسق کی گواہی قابل قبول نہیں ہے لیکن اگر عدالت قبول کر کے فیصلہ دیدے تو شہادت صحیح قرار پائے گی اور فیصلہ نافذ ہو جائے گا۔

**☆ وہ افراد جن کی فسق کی بناء پر گواہی قابل قبول نہیں ہے:** ☆ ایسا شخص جو کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرنے کے بعد اس کو چھپانے کی بجائے اس کا اظہار کرے۔

☆ سود خور

☆ جس کے بارے میں لوگوں میں معلوم ہو کہ وہ حرام کھاتا ہے۔

☆ یتیم کا مال کھانے والا۔

☆ وہ شخص جس کی شراب نوشی کی عادت کا عام لوگوں کو علم ہو۔

☆ جو شخص مے نوشی اور فسق و فجور کی مجالس میں شرکت کرتا ہو اگر چہ خود مے نوشی نہ کرتا ہو۔

☆ جو شخص بلا عذر نماز، روزہ جیسے مقررہ پر ادا کیے جانے والے فرائض میں تاخیر کا مرتکب ہوتا ہو۔

**☆ بہرے اور کم عقل شخص کی شہادت:** امام احمد بن حنبل اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک گونگے کی گواہی مقبول نہیں ہے امام مالک اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر گونگے کے اشارے قابل فہم ہوں تو اس کی گواہی قابل قبول ہے۔ اسی طرح بہرے کی گواہی بھی قابل قبول نہیں ہے کم عقل وہ شخص ہے جو عقل رکھتا ہو لیکن باؤلا ہو اور معاملات کو پوری طرح نہ سمجھتا ہو کم عقل کی گواہی قابل قبول نہیں ہے۔

**☆ متہم کی شہادت:** اگر شاہد کسی ایسے شخص کے حق میں گواہی دے رہا ہو جو اس کا قریبی رشتہ دار ہے تو اس شہادت میں چونکہ رشتہ داری کی تہمت موجود ہے اس لیے یہ گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ اس لیے بیوی کی شوہر کے حق میں شوہر کی بیوی کے حق میں اور بیٹے کی باپ یا دادا کی بیٹے کے حق میں گواہی مقبول نہیں ہو گی نیز دشمن کے خلاف اور ظالم کی مظلوم کے خلاف گواہی قبول نہیں ہے۔

**سوال نمبر 17۔ فقہ اسلامی کی روشنی میں اعضائے بدن کی دیت اور قسام سے متعلق احکام و مسائل پر جامع نوٹ لکھیں۔**

**جواب۔**

**قصاص و دیت:** قصاص کے معنی ہیں جرم اور سزا کے درمیان توازن اور مساوات، چنانچہ قتل عمد کی سزا در اصل قتل ہے۔ مقتول کے ورثا دیت لے کر یا کوئی معاوضہ

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com 0334-5504551

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

لیے بغیر قاتل کو معاف کر دیں تو اس صورت میں قاتل کو قتل نہیں کا جائے گا۔ جرم اور سزا میں یہ برابری انتہائی منصفانہ ہے اور سزا کی مقدار کے تعین میں شخصی پسند و ناپسند کے شائبہ سے پاک ہے۔ نیز یہ کہ اس کی وجہ سے لوگوں کی مصلحت اور ضرورت کو پیش نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ عفو درگزر کا دروازہ بھی بند نہیں ہوتا۔

**قتل عمد** قتل عمد کے جرائم میں قصاص کا نفاذ مجرم سے ذاتی طور پر انتقام لینے کے جذبات و محرکات کا خاتمہ کر دیتا ہے اکثر انسانوں میں یا مجموعی طور پر بعض معاشروں میں انتقامی کاروائیوں کا جو جذبہ ہوتا ہے اس کو دبانے میں کافی حد تک معین مددگار رہوتا ہے۔

**جرم قتل**: اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ قتل کا نشانہ ایک معین شخص ہوتا ہے اور قتل کے اس فعل سے سب سے زیادہ مادی یا روحانی تکلیف اور نقصان جس شخص کو پہنچتا ہے۔ وہ اس کا قریب ترین رشتہ دار ہوتا ہے۔ اگر چہ ایک فرد کے قتل سے پورا خاندان بلکہ پورا معاشرہ متاثر ہوتا ہے لیکن اس کا اثر مقتول کے قریبی ورثا پر زیادہ پڑتا ہے۔ اس بناء پر مقتول کے ورثا کو ایک شرعی حق حاصل ہے جس کی بنیاد پر وہ مجرم کے خلاف عدالتی چارہ جوئی کر کے اپنی تسلی کر سکتے ہیں۔ اور اگر چاہیں تو دیت لے کر یا دیت کو معاف بھی کر سکتے ہیں۔ اسی طرح دلوں میں انتقام کا جو جوش ہوتا ہے وہ سرد پڑ جاتا ہے جب کہ مجرم کو قید محض کی سزا دینے کی صورت میں انتقام کا جذبہ موجود رہتا ہے۔ اور مقتول کے ورثاء کو یہ احساس رہتا ہے کہ قانون نے ہمارے اختیار میں کوئی بات نہیں رہنے دی۔ قران مجید نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں واضح کیا ہے۔

ولا تقتلوا انفس التی حرم اللہ الا بالحق و من قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ ۔سلطنا فلا یسرف فی القتل انہ و کان منصورا ۔

اور جس جاندار کو قتل کرنا اللہ نے حرام کیا ہے اس کا قتل نہ کرنا مگر جائز طور پر اور وہ شخص ظلماً قتل کیا گیا تو ہم اس کے ولی کو ایک شرعی حق دیا ہے۔ لہذا اس کو چاہیئے کہ قتل کرنے میں زیادتی نہ کرے اس کی مدد کی جائے گی۔

**مقتول کے ورثاء** : مقتول کے ورثا کو قصاص لینے، دیت لے کر قصاص سے دستبردار ہونے، یا دیت لیے بغیر قاتل کو معاف کر دینے کا اختیار حاصل ہے۔ یہ تمام اختیارات کو یہ احساس دلاتے ہیں کہ وہ اپنی رائے اور مرضی کے نفاذ میں پورے طور پر آزاد ہے۔ اسلامی شریعت کے پیش کردہ جس طریقے کو وہ اپنے ضمیر کے اطمینان کے لیے زیادہ موزوں سمجھے گا اسے اختیار کر سکتا ہے یہ وہ اختیار ہے جس کے استعمال کا حق رکھنے سے شدید انتقام کا جذبہ بھی سرد پڑ جاتا ہے۔

**اسلامی حکومت کا شہری**: ہر اس شخص کو قتل کرنے سے قصاص واجب ہوتا ہے جس کا خون ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا گیا اور اس کو قصداً اور ارادہ سے قتل کیا گیا ہو۔ مثلاً مسلمان شخص یا وہ غیر مسلم جس کو اسلامی حکومت نے مستقل طور پر پناہ دی ہو۔

**قتل کی اقسام**: قتل سے مراد وہ قتل ہے جس پر اسلامی شریعت کے احکام مرتب ہوتے ہیں محض فعل قتل اور اس کی تفصیلات مراد نہیں ہیں۔

قتل کے جو اقسام بیان کی جارہی ہیں ان سے وہ اقسام مراد ہیں جو قتل ناحق کی ہوں اور اسلامی شریعت کے احکام ان سے تعلق رکھتے ہوں مثلاً قصاص دیت کفارہ اور میراث سے محرومی۔

**امام ابوحنیفہ کے نزدیک قتل کی اقسام**: امام ابوحنیفہ کے نزدیک قتل کی پانچ اقسام ہیں۔

1۔ قتل عمد  2۔ قتل شبہ عمد  3۔ قتل خطاء
4۔ قتل قائم مقام خطاء  5۔ قتل بسبب

**قتل عمد**: وہ قتل ہے جو قصداً اور ارادۃً اور ارادہ کسی دھار والے ہتھیار سے اور قتل کرنے کے ارادے سے کیا جائے یا ایسی چیز سے جو دھار والا آلہ کے قائم مقام ہو۔ جیسے دھار دار لکڑی، بانس کا پھڑا، پتھر کا باریک دھار وار ٹکڑا یا مثلاً آگ میں جلا دینا۔ اتنی اونچی جگہ سے گرا دینا جہاں سے گر کر آدمی ہلاک ہو جاتا ہے۔

اس قتل کو قتل عمد اس لیے کہا جاتا ہے کہ عمد کے معنی قصداً اور ارادۃً کے ہیں اور ظاہر ہے کہ قصد اور ارادہ کی خبر اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک اس کی واضح دلیل موجود نہ ہو اور وہ دلیل ایسے مہلک اور دھار وار آلہ کا استعمال کرنا ہے جو قتل کا ذریعہ بنا۔ لہذا ایسی صورت میں قاتل اور بلا ارادہ قتل کرنے والا سمجھا جائے گا۔

**قتل عمد سے متعلق احکام**:

الف۔ قتل عمد پر جو احکام مرتب ہوتے ہیں۔ ان میں سب سے پہلا حکم قاتل کا گنہگار ہونا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اور جو شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا دوزخ ہے اسی میں پڑا رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہو، اور اس پر لعنت کی، اور اس کے واسطے بڑا عذاب تیار کیا۔ (النساء۴۔۹۳)

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹس مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

ب۔قتل عمد کا دوسرا نتیجہ اور حکم قصاص ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اے ایمان والو!تم پر مقتولین کے بارے میں قصاص فرض کر دیا گیا ہے۔(البقرہ۲۔۱۷۹)

اللہ کے اس حکم کو قتل عمد کی قید کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا ہے۔کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔

"قتل عمد کا حکم قصاص ہے"

نیز اس لیے بھی کہ عمد اور قصد کی صورت میں ہی کامل جرم ہوتا ہے۔

ج۔قتل عمد کے احکام میں سے یہ بھی ہے کہ قاتل اگر مقتول کے ورثاء میں سے ہے تو اس کی وراثت سے محروم ہو جاتا ہے۔پھر قصاص ساقط ہو جاتا ہے اگر مقتول کے ورثاء معاف کر دیں۔اس سے کسی قسم کا کوئی معاوضہ اور تاوان وصول نہ کریں۔یہ حق صرف مقتول کے ورثاء کو حاصل ہے۔

اس موقع پر یہ وضاحت ضروری ہے کہ قتل عمد میں اصلاً قصاص ہی واجب ولازم ہے۔مقتول کے ورثاء کو قاتل سے دیت لینے کا حق اس صورت میں حاصل ہوتا ہے جب کہ قاتل بھی دیت دینے پر رضا مند ہو۔قاتل اگر دیت دینے یا کوئی دوسرا مالی تاوان دینے سے انکار کر دے تو پھر قصاص ہی لازم اور متعین ہوگا۔

د۔قتل عمد میں کفارہ بھی نہیں ہے کیونکہ قتل عمد گناہ کبیرہ ہے اور کفارہ میں ایک حیثیت سے عبادت کے معنی پائے جاتے ہیں لہذا کفارہ کو قتل جیسی چیز کے ساتھ مربوط نہیں کیا جا سکتا۔

**قتل شبہ عمد:** قصد اور ارادہ کے ساتھ ایسی چیز سے قتل کرنا جو ہتھیار نہیں ہے اور نہ وہ چیز ہتھیار کے قائم مقام ہے کہ قصد اور ارادہ کے ساتھ ایسی چیز سے قتل کیا جائے جس سے عام طور پر انسان کی موت واقع نہیں ہوتی۔

مذکورہ بالا صورت کو قتل شبہ عمد کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ایسا آلہ استعمال کرنے کے سبب جس سے عام طور پر آدمی ہلاک نہیں ہوتا قصد اور ارادہ کے ساتھ قتل کرنے کے معنی ادھورے اور نا تمام رہ جاتے ہیں کیونکہ ایسے آلے کے ساتھ مارنے سے قتل کے علاوہ کوئی مقصد بھی ہو سکتا ہے۔مثلاً تدیب ،ڈانٹ ڈپٹ ،خوف زدہ کرنا ،لہذا اگر ایسے آلے سے مارنے کی وجہ سے موت واقع ہوگئی تو ایسا قتل شبہ عمد کہلائے گا۔

**قتل شبہ عمد سے متعلق احکام:**

الف۔قتل شبہ عمد پر مرتب ہونے والا سب سے پہلا حکم شدید گناہ ہے کیونکہ اس نے ارادۃً ایک ناحق جان کو قتل کیا ہے۔قاتل نے جو ضربیں لگائیں ہیں جس سے مقتول کی موت واقع ہوئی ہے وہ ارادہ کے بغیر نہ تھیں۔

ب۔قاتل پر کفارہ واجب ہو جاتا ہے اس لیے کہ قتل کو کسی نہ کسی حد تک قتل خطا کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔

ج۔قاتل کی مددگار برادری پر دیت مغلظہ واجب ہوگی۔

د۔قاتل اگر مقتول کے ورثا میں سے ہے تو اس کی میراث سے محروم ہو جائے گا کیونکہ میراث سے محرومی اس قتل کی سزا ہے اور اس میں شبہ پیدا ہونا قصاص کو ساقط کرنے کے لیے موثر ہے(یعنی شبہ کے باعث قصاص کی سزا ختم ہو جائے گی )مگر میراث سے محرومی کے معاملہ میں اثر انداز نہ ہوگا۔

**قتل خطاء:** قتل خطا کی دوصورتیں ہیں۔

**اول:** خطافی القصد یعنی قاتل کے قصد اور ارادے میں خطا اور غلطی واقع ہو جائے اس کی صورت یہ ہے مثلاً کسی چیز کو شکار خیال کرتے ہوئے تیر چلایا فائر کیا مگر اتفاق سے وہ آدمی نکلا۔بعد میں معلوم ہوا کہ وہ شکار نہیں بلکہ آدمی تھا۔

**دوم:** قتل خطاء کی دوسری صورت باعتبار فعل کے ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ کسی نے اپنے نشانہ پر تیر چلایا (یا فائر کیا )لیکن نشانہ چوک جانے کے باعث وہ گولی یا تیر کسی آدمی کے لگ گیا ،یا کسی شخص نے لکڑی چیرنے کی خاطر لکڑی پر کلہاڑی ماری مگر وہ غیر ارادی طور پر وہ کلہاڑی اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر قریب موجود کسی شخص کے سر میں جا لگی جس سے اس کی موت واقع ہوگئی تو یہ صورت قتل خطاء فیل الفعل ہوگی۔(یعنی قصد اور ارادہ کے بجائے عمل میں خطا واقع ہوگئی)

**قتل خطاء سے متعلق احکام:** قاتل کی مددگار برادری پر دیت لازم ہوگی۔

قاتل اگر مقتول کے ورثاء میں ہے تو اس کو مقتول کی میراث سے محروم کر دیا جائے گا۔

قتل خطاء کی دونوں صورتوں میں یعنی خطاء چاہے قصد اور ارادہ میں واقع ہوئی ہو یا فعل میں واقع ہوئی ہو یا فعل میں واقع ہوئی ہو قاتل گنہگار نہیں ہوگا۔کیونکہ اس نے کسی بھی اعتبار سے قتل کا ارادہ نہیں کیا تھا۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس ،پروپوزل ،پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام، بی ایڈ، بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی پی ایچ ڈی ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبرز پر رابطہ کریں

**قتل قائم مقام خطاء:** قتل کی چوتھی قسم قائم مقام خطاء ہے اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص سویا ہوا تھا۔ اس نے کروٹ لی اور کروٹ لیتے ہوئے دوسرے شخص پر گر گیا اور اس کے بوجھ سے وہ آدمی ہلاک ہو گیا۔ یا مثلاً کوئی شخص کسی عمارت کی چھت پر سے کسی دوسرے آدمی پر گرا، جس پر گرا وہ مر گیا، یا کسی بلند جگہ پر کھڑے ہوئے آدمی کے ہاتھ سے کوئی چھری پتھر یا وزنی لکڑی وغیرہ چھوٹ کر نیچے موجود کسی شخص پر گری اور وہ اس کی چوٹ سے مر گیا یا ایک شخص کسی سواری کے جانور پر سوار تھا۔ جانور نے کسی آدمی کو کچل دیا اور وہ مر گیا۔ یہ سب صورتیں قائم مقام خطا کی ہوں گی۔

**قتل قائم مقام خطاء سے متعلق احکام:**

الف۔ قتل قائم مقام خطاء کسی صورت میں بھی قصاص لازم نہیں ہوگا البتہ دیت لازم ہو گی۔

ب۔ قاتل پر کفارہ بھی واجب ہوگا۔

ج۔ قاتل اگر مقتول کے ورثاء میں سے ہے تو اس کی میراث سے محروم ہو جائے گا۔

**قتل بسبب:** قتل کی پانچویں قسم قتل بسبب ہے یعنی کسی سبب کے پیش آجانے کے باعث کوئی شخص ہلاک ہو جائے اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی شخص نے کسی دوسرے آدمی کو ملک میں کوئی گڑھا کھود دیا اور کوئی شخص اس میں گر کر ہلاک ہو گیا یا کسی کی زمین جگہ یا راستہ میں کوئی وزنی پتھر ڈال دیا، کسی کو اس سے ٹھوکر لگی وہ مر گیا تو یہ قتل قتل بسبب کہلائے گا۔

**قتل بسبب سے متعلق احکام:**

الف۔ مددگار برادری پر دیت لازم ہوگی۔

ب۔ کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

ج۔ اگر قاتل مقتول کے ورثاء میں سے ہے تو اس کی میراث سے محروم نہیں ہوگا۔

**امام شافعی کے نزدیک قتل کی قسمیں:** امام شافعی کے نزدیک تین قسمیں ہیں جس پر قصاص، دیت کفارہ وغیرہ کے احکام مرتب ہوتے ہیں۔

1۔ قتل عمد

2۔ قتل شبہ

3۔ قتل خطاء

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بھی قتل کی انہی تین قسموں کے قائل ہیں جو اوپر بیان کی گئی ہیں۔

امام مالک رحمہ اللہ قتل کی صرف دو قسموں کے قائل ہیں۔

1۔ قتل عمد

2۔ قتل خطاء

قتل عمد کے علاوہ قتل کی باقی جن صورتوں میں جو دیت لازم ہوتی ہے اس کی ادائیگی تین سال کے عرصہ میں (مقتول کے ورثاء کو) ادا کی جائے گی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دور خلافت میں یہی طے کر دیا تھا اور یہ تین برس کی مدت اس وقت سے شمار ہوگی جب قاتل مقتول کے درمیان اس بات کا فیصلہ ہو یا عدالت یہ فیصلہ صادر کر دے۔ یہ نہیں قتل کے وقت سے اس مدت کو شمار کیا جائے۔

**قصاص کے لیے شرائط:** قتل عمد میں قصاص واجب ہونے کی پانچ شرطیں ہیں۔ مندرجہ ذیل پانچ شرائط پائی جائیں گی تو قصاص واجب ہوگا۔

1۔ قتل کرنے والا بالغ ہو بچہ نہ ہو۔

2۔ قتل کرنے والا عاقل ہو، پاگل اور دیوانہ نہ ہو۔

3۔ قتل کرنے والا مقتول کا باپ نہ ہو۔

4۔ مقتول ایمان یا امان عہد ذمہ کی وجہ سے محفوظ و مامون ہو۔

یہ امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک ہے لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جس طرح ایک آزاد شخص کے بدلے آزاد شخص کو قتل کیا جائے گا اسی طرح اگر ایک آزاد شخص نے کسی غلام کو قتل کر دیا تو اس آزاد کو مقتول غلام کے قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ نیز فقہ حنفی کی رو سے اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہری کو اگر کوئی مسلمان قتل کر دے

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 0334-5504551

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

تو اس مسلمان کو غیر مسلم شہری کو اگر کوئی مسلمان قتل کر دے تو اس مسلمان کو غیر مسلم شہری کے قصاص میں قتل کیا جائے گا۔اور اگر اسلامی ریاست کا ایک غیر مسلم شہری دوسرے غیر مسلم کو قتل کر دے تو وہ بھی قصاص میں قتل کیا جائے گا۔

**سوال نمبر 18۔ اسلام میں جرم قذف کی فقہی حیثیت پر تفصیل سے بحث کریں۔**

**جواب۔**

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سورہ نور کے آغاز میں زنا کے جرم کی سزا بیان کرتے ہوئے اس کی سنگینی کی طرف توجہ دلائی ہے کہ یہ ایک ایسا مذموم فعل ہے جس سے انسانی نسب کی حرمت مٹ جاتی ہے معاشرے کی اعلیٰ اخلاقی اقدار تباہ ہو جاتی ہیں اور وہ بے حیائی اور بدکاری کی پست دلدلوں میں پھنس کر رہ جاتا ہے۔
جس طرح زنا کاری ایک بدترین اخلاقی اور معاشرتی برائی ہے اسی طرح کسی پاک دامن عورت یا مرد پر زنا کی تہمت لگانا بھی بدترین اخلاقی اور معاشرتی جرم ہے قرآنکریم کی دورہ نور ہی کی دوّیات میں اس کی سنگینی کو واضح کرتے ہوئے دنیا وآخرت میں اس کی سزا سخت مقرر کی گئی ہے۔
قذف کے جرم کا ایک افسوس ناک پہلو ہے کہ اکثر معاشروں میں اسے معمولی بات سمجھا جاتا ہے۔لیکن اسلام نے اس کی سنگینی کو پوری طرح محسوس کیا ہے اور اس کے لیے سخت سزا مقرر کی ہے تاکہ لوگ محض حسد اور عدالت کی بنا پر دوسرے لوگوں کی عزت و ناموس سے نہ کھیلتے رہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

**ترجمہ:** یعنی تم وہی الزامات اپنی زبانوں پر لاتے ہو اور بلا سوچے سمجھے منہ سے کہتے ہو اور اسے معمولی بات خیال کرتے ہو حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ بڑی (بری) بات ہے۔الاحزاب،۲۴: ۱۵۔

**قذف کا لغوی اور شرعی مفہوم:** عربی لغت کی رو سے قذف کے معنی ”تیر مارنے یا پتھر پھینکنے“ کے ہیں لیکن اسلمانی شریعت کی اصطلاح میں قزف یہ ہے کہ:”کسی بے گناہ پر زنا کاری کا الزام لگایا جائے،خواہ وہ صراحۃً ہو جیسے کہا جائے تو کسی شخص کو اس کے باپ کے سوا کسی اور سے منسوب کرنا وغیرہ یہ سب صورتیں قذف کی ہیں کسی بے گناہ پر زنا کاری کی تہمت لگانے کو قذف (یعنی تیر مارنا یا پتھر پھینکنا ہے) اس لیے کہا جاتا ہے کہ کسی پر فعل بد کی تہمت لگانا ایسا ہی ہے جیسے یہ سوچے سمجھے بغیر کسی آدمی کو زور سے پتھر مارا جائے کہ وہ اسے کہاں لگے گا اور اس کے کیا نتائج مرتب ہوں گے۔

**قرآن کریم میں قذف کے احکام:** سورہ النور میں قذف کی احکام تفصیلے ساتھ بیان ہوئے ہیں لہذا مناسب ہوگا یہاں مذکورہ سورت کی متعلقہ آیات درج کی جائیں۔

**ترجمہ:** اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں،پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں ان کو اس کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو اور وہ خود ہی فاسق ہیں۔سوائے ان لوگوں کے جس اس حرکت کے بعد تائب ہو جائیں اور اصلاح کر لیں کہ اللہ تعالیٰ ضرور ان کے حق میں غفور و رحم ہے۔(النور،۲۴۔۴)

**ترجمہ:** جن لوگوں نے بہتان باندھا ہے تم ہی میں سے ایک جماعت ہے اس کو اپنے حق میں برا نہ سمجھنا۔بلکہ وہ تمہارے لیے اچھا ہے ان میں سے جس شخص نے گناہ کا جتنا حصہ لیا اس کے لیئے اس کے لیے اتنا وبال ہے اور جس نے ان مین سے اس بہتان کا بڑا بوجھ اٹھایا ہے اس کو بڑا عذاب ہوگا جب تم نے وہ بات سنی تو مامن مردوں اور عورتوں نے کیوں اپنے دلوں میں نیک گمان نہ کیا۔اور (کیوں نہ) کہا کہ یہ صریح طوفان ہے یہ (افتا پرداز) اپنی بات (کی تصدیق) کے لیے چار گواہ کیوں نہ لائے تو جب یہ گواہ نہیں لا سکے تو خدا کے نزدیک یہی جھوٹے ہیں۔(النور،۲۴: ۱۱۔۱۳)

**ترجمہ:** اور اگر دنیا وآخرت میں تم پر خدا کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو جس شغل میں تم منہمک تھے اس کی وجہ سے تم پر بڑا سخت عذاب نازل ہوتا۔ جب تم اپنی زبانوں سے اس کا ایک دوسرے سے ذکر کرتے تھے اور اپنے منہ سے ایسی بات کہتے تھے جس کا تم کو کچھ علم نہ تھا اور تم اسے ایک ہلکی بات سمجھتے تھے اور خدا کے نزدیک وہ بڑی بھاری بات تھی اور جب تم نے اسے سنا تھا تو کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں شایاں نہیں کہ ایسی بات زبان پر لائیں۔(پروردیگار) تو پاک ہے یہ تو (بہت) بڑا بہتان ہے۔(النور: ۲۴: ۱۴۔۱۶)

**ترجمہ:** خدا تمھیں نصیحت کرتا ہے کہ اگر مومن ہو تو پھر کبھی ایسا کام نہ کرنا اور خدا تمہارے سمجھانے کے لیے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے اور خدا جاننے والا اور حکمت والا ہے جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی (یعنی تہمت بدکاری) پھیلے ان کو دنیا ار آخرت میں دکھ دینے ولا عذاب ہو گا اور خدا جانتا ہے اور تم نہیں جانتے اور اگر تم پر خدا کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو کیا کچھ نہ ہوتا مگر وہ کریم ہے) اور یہ خدا نہایت مہربان اور رحیم ہے۔(النور،۲۴: ۱۷۔۲۲)

**ترجمہ:** جو لوگ پاک دامن بے خبر عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا وآخرت میں لعنت کی گئی اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے (وہ اس دن کو بھول نہ جائیں) جب کہ اپنی زبانیں اور ان کے اپنے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے کرتوتوں کی گواہی دیں گے۔(النور،۲۴: ۲۳۔۲۴)

**قذف کی فقہی حیثیت:**

**قذف کا جرم جرائم حدود میں شامل ہے:** اصطلاح شرح میں ’’حد‘‘ اس سزا کو کہتے ہیں جو حق اللہ کے طور پر مقرر کی گئی ہو جیسے بدکاری کی سزا ایک کوڑے یا رجم۔یا پھر حس اس سزا کو کہا جاتا ہے جو انسان کی حق تلفی یا ایذادہی کی پاداش میں مجرم کو دی جاتی ہے تہمت لگانے کی سزا 80 کوڑے۔اسلامی شریعت میں متعین ان سزاؤں کو حدود اس لیے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی حد یا مقدار مقرر فرمادی ہے جس سے تجاوز کرنے کی اجازت نہیں۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی ایف اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبرز پر رابطہ کریں

**ترجمہ:** یعنی جس نے اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حد بندیوں سے تجاوز کیا، اس نے خود اپنے اوپر ظلم کیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان شرعی سزاؤں کا نام یعنی حد اس لیے رکھا گیا ہے کہ لفظ حد کے لغوی معنی روکنے کے ہیں اور یہ حدود سزائیں لوگوں کو کبیرہ گناہوں کے ارتکاب سے روکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قذف یعنی لوگوں پر تہمت لگانے کو قرآن مجید میں رمی سے تعبیر فرمایا ہے چنانچہ حد قذف کی متعلقہ آیتوں میں لفظ تین بار آیا ہے ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

**ترجمہ:** یعنی جو لوگ پاک دامن، سیدھی سادی اور باایمان عورتوں پر تہمت کا تیر پھینکتے ہیں۔

قرآن مجید کا یہ طرز بیان اس کمال بلاغت پر دلالت کرتا ہے چنانچہ دیکھیے جیسے تیر کامن سے نکل کر انسان کے اختیار سے باہر ہو جاتا ہے اسی طرح جب ہم کوئی لفظ بالتے ہیں تو ہمارے منہ سے نکلنے کے بعد وہ ہمارے اختیار میں نہیں رہتا بلکہ اپنے نشانے پر پہنچتا ہے اور لوگوں کے لیے اذیت بنتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے زنا کی تہمت لگانے کو رمی سے تعبیر فرمایا ہے۔ آیت میں دوسرا اہم نکتہ جس شخص پر زنا کا الزام لگایا جائے وہ خواہ مرد ہو یا عورت دونوں کا حکم یکساں ہے لیکن یہاں اللہ تعالیٰ نے خصوصیت سے عورت کا ذکر فرمایا ہے اور اسے محضہ کے لفظ سے یاد کیا کیونکہ عورت پر بدکاری کی تہمت کا اثر اس کی اپنی ذات سے گزر کر اس کے اہل خانہ اور عزیز و اقارب تک پہنچتا ہے لہذا اس اے اس تہمت کی عار کا دور کیا جانا زیادہ ضروری ہے۔ آیت میں تیسری قابل غور بات ہ ہے کہ زنا کی تہمت لگانے والوں میں مردوں کا ذکر کیا گیا ہے یعنی وہ مرد جو تہمت لگاتے ہیں'' اس کی وجہ یہ ہے کہ عورتوں میں عام طور پر شرم غالب ہوتی ہے چنانچہ وہ کسی پر زنا کا الزام نہیں لگاتیں تاہم احادیث شریف سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تہمت سے متعلق احکام کے بارے میں مردوں اور عورتوں کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

## سوال نمبر 19: نکول (قسم سے انکار) اور اس سے متعلق احکام و مسائل پر جامع نوٹ لکھیں۔

**جواب: نکول:** نکول کے معنی ہیں جب دعویٰ میں مدعی کے پاس ثبوت موجود نہ ہو اور مدعی علیہ کو قسم کھانے کے لیے کہا جائے تو وہ قسم کھانے سے انکار کردے یعنی یا تو برملا کہہ دے کہ میں قسم نہیں کھاتا یا میں حلف نہیں اٹھاؤں گا یا خاموش رہے بشرطیکہ وہ گونگا نہ ہو اور وہ عدالت کی عظمت اور ہیبت سے خاموش نہ رہ گیا ہو۔ یعنی اگر وہ عدالت کے خوف یا گونگا ہونے کی بنا پر خاموش رہا تو اس کی یہ خاموشی حلف سے انکار متصور نہیں ہوگی۔

**نکول کا مدعا علیہ پر اثر:** حنفی مسلک کے فقہاء کی رائے یہ ہے کہ اگر مدعی علیہ مذکورہ صورت میں قسم سے انکار کردے اور یہ دیوانی مقدمہ ہو تو قاضی کو چاہیئے کہ وہ تین مرتبہ کہے کہ وہ قسم اٹھائے ورنہ اس کے خلاف فیصلہ کر دیا جائے گا۔ تاکہ اگر مدعا علیہ کی طبیعت میں عدالتی وقار کے تحت کسی طرح کا تامل موجود ہے۔ تو وہ باقی نہ رہے یا ہوسکتا ہے کہ مدعی علیہ کے ذہن میں یہ بات ہو کہ محض قسم سے انکار پر اس کے خلاف فیصلہ نہیں ہوگا۔ اس لیے وہ قسم کھانے سے گریز کرے تو اس صورت میں بھی عدالت کا موقف اس کے سامنے واضح ہو جائے گا غرض اگر مدعا علیہ نے قسم سے انکار کیا تو عدالت نکول کی بنیاد پر مدعی کے حق میں مدعا علیہ کے خلاف فیصلہ دے دے گی۔ بشرطیکہ اس مقدمے سے متعلق کسی طرح کا کوئی اور ثبوت موجود نہ ہو۔

**قصاص کی صورت میں نکول کی حیثیت:**

اگر مقدمہ کا تعلق جان کے قصاص سے ہو، یعنی کسی نے کسی کو قتل کیا ہو اور مقتول کے وارث قصاص کے دعویٰ دار ہوں تو محض مدعا علیہ کے قسم سے انکار پر فیصلہ نہیں ہوگا۔ بلکہ مدعا علیہ کو قید میں رکھا جائے تاوقتیکہ وہ قتل کا اقرار کرلے یا قسم کھائے اور اگر قصاص کے دعویٰ کا تعلق اعضاء سے یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ سے ہو تو نکول (مدعا علیہ کے قسم کے انکار) پر قصاص کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اور اگر مجنی علیہ (متاثرہ فریق) کا ہاتھ یا پاؤں خطاء کاٹا گیا ہے تو مدعا علیہ کے قسم سے انکار پر ویت کا فیصلہ ہو جائے گا۔ یہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کے دونوں شاگرد امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ اپنے استاد کی رائے سے اتفاق نہیں کرتے۔ بلکہ ان کے نزدیک قصاص کی صورت میں خواہ جان کا ہو یا اعضاء کا مدعا علیہ کے قسم سے انکار کی صورت میں ویت ہی کا فیصلہ ہوگا۔ اور کسی بھی صورت میں قصاص کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔

## سوال نمبر 20: اقسام قتل تفصیل سے بیان کریں۔

**جواب: قتل کی اقسام:** قتل سے مراد وہ قتل ہے جس پر اسلامی شریعت کے احکام مرتب ہوتے ہیں محض فعل قتل اور اس کی تفصیلات مراد نہیں ہیں۔

قتل کے جو اقسام بیان کی جارہی ہیں ان سے وہ اقسام مراد ہیں جو قتل ناحق کی ہوں اور اسلامی شریعت کے احکام ان سے تعلق رکھتے ہوں مثلاً قصاص دیت کفارہ اور میراث سے محرومی۔

**امام ابو حنیفہ کے نزدیک قتل کی اقسام:** امام ابو حنیفہ کے نزدیک قتل کی پانچ اقسام ہیں۔

1۔ قتل عمد 2۔ قتل شبہ عمد 3۔ قتل خطاء 4۔ قتل قائم مقام خطاء 5۔ قتل بسبب

**قتل عمد:** وہ قتل ہے جو قصداً اور ارادۃً اور ارادہ کسی دھار والے ہتھیار سے اور قتل کرنے کے ارادے سے کیا جائے یا ایسی چیز سے جو دھار والا آلہ کے قائم مقام ہو۔ جیسے دھار دار لکڑی، بانس کا پھڑا، پتھر کا باریک دھار وار ٹکڑا یا مثلاً آگ میں جلا دینا۔ اتنی اونچی جگہ سے گرا دینا جہاں سے گر کر آدمی ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس قتل کو قتل عمد اس لیے کہا جاتا ہے کہ عمد کے معنی قصداً اور ارادۃً کے ہیں اور ظاہر ہے کہ قصد اور ارادہ کی خبر اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک اس کی واضح دلیل

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

موجود نہ ہو اور وہ دلیل ایسے مہلک اور دھاردار آلہ کا استعمال کرنا ہے جو قتل کا ذریعہ بنا۔لہذا ایسی صورت میں قاتل اور بلا ارادہ قتل کرنے والا سمجھا جائے گا۔

**قتل عمد سے متعلق احکام:**

الف۔قتل عمد پر جو احکام مرتب ہوتے ہیں۔ان میں سب سے پہلا حکم قاتل کا گنہگار ہونا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اور جو شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا دوزخ ہے اسی میں پڑا رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہو، اور اس پر لعنت کی، اور اس کے واسطے بڑا عذاب تیار کیا۔(النساء ۴۔۹۳)

ب۔قتل عمدہ کا دوسرا نتیجہ اور حکم قصاص ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اے ایمان والو! تم پر مقتولین کے بارے میں قصاص فرض کر دیا گیا ہے۔(البقرہ ۲۔۱۷۹)

اللہ کے اس حکم کو قتل عمد کی قید کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا ہے۔کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔

" قتل عمد کا حکم قصاص ہے"

نیز اس لیے بھی کہ عمد اور قصد کی صورت میں ہی کامل جرم ہوتا ہے۔

ج۔قتل عمد کے احکام میں سے یہ بھی ہے کہ قاتل اگر مقتول کے ورثاء میں سے ہے تو اس کی وراثت سے محروم ہو جاتا ہے۔پھر قصاص ساقط ہو جاتا ہے اگر مقتول کے ورثاء معاف کر دیں۔اس سے کسی قسم کا کوئی معاوضہ اور تاوان وصول نہ کریں۔یہ حق صرف مقتول کے ورثاء کو حاصل ہے۔

اس موقع پر یہ وضاحت ضروری ہے کہ قتل عمد میں اصلاً قصاص ہی واجب ولازم ہے۔مقتول کے ورثاء کو قاتل سے دیت لینے کا حق اس صورت میں حاصل ہوتا ہے جب کہ قاتل بھی دیت دینے پر رضامند ہو۔قاتل اگر دیت دینے یا کوئی دوسرا مالی تاوان دینے سے انکار کر دے تو پھر قصاص ہی لازم اور متعین ہو گا۔

د۔قتل عمد میں کفارہ بھی نہیں ہے کیونکہ قتل عمد گناہ کبیرہ ہے اور کفارہ میں ایک حیثیت سے عبادت کے معنی پائے جاتے ہیں لہذا کفارہ کو قتل جیسی چیز کے ساتھ مربوط نہیں کیا جاسکتا۔

**قتل شبہ عمد:** قصد اور ارادہ کے ساتھ ایسی چیز سے قتل کرنا جو ہتھیار نہیں ہے اور نہ وہ چیز ہتھیار کے قائم مقام ہے کہ قصد اور ارادہ کے ساتھ ایسی چیز سے قتل کیا جائے جس سے عام طور پر انسان کی موت واقع نہیں ہوتی۔

مذکورہ بالا صورت کو قتل شبہ عمد کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ایسا آلہ استعمال کرنے کرنے کے سبب جس سے عام طور پر آدمی ہلاک نہیں ہوتا قصد اور ارادہ کے ساتھ قتل کرنے کے معنی ادھورے اور نا تمام رہ جاتے ہیں کیونکہ ایسے آلے کے ساتھ مارنے سے قتل کے علاوہ کوئی مقصد بھی ہو سکتا ہے۔مثلاً تادیب، ڈانٹ ڈپٹ، خوف زدہ کرنا، لہذا اگر ایسے آلے سے مارنے کی وجہ سے موت واقع ہو گئی تو ایسا قتل شبہ عمد کہلائے گا۔

**قتل شبہ عمد سے متعلق احکام:**

الف۔قتل شبہ عمد پر مرتب ہونے والا سب سے پہلا حکم شدید گناہ ہے کیونکہ اس نے ارادۃً ایک ناحق جان کو قتل کیا ہے۔قاتل نے جو ضربیں لگائیں ہیں جس سے مقتول کی موت واقع ہوئی ہے وہ ارادہ کے بغیر نہ تھیں۔

ب۔قاتل پر کفارہ واجب ہو جاتا ہے اس لیے کہ قتل کو کسی نہ کسی حد تک قتل خطا کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔

ج۔قاتل کی مددگار برداری پر دیت مغلظہ واجب ہو گی۔

د۔قاتل اگر مقتول کے ورثا میں سے ہے تو اس کی میراث سے محروم ہو جائے گا کیونکہ میراث سے محرومی اس قتل کی سزا ہے اور اس میں شبہ پیدا ہونا قصاص کو ساقط کرنے کے لیے موثر ہے (یعنی شبہ کے باعث قصاص کی سزا ختم ہو جائے گی) مگر میراث سے محرومی کے معاملہ میں اثر انداز نہ ہو گا۔

**قتل خطاء:** قتل خطا کی دو صورتیں ہیں۔

اول: خطا فی القصد یعنی قاتل کے قصد اور ارادے میں خطا اور غلطی واقع ہو جائے اس کی صورت یہ ہے مثلاً کسی چیز کو شکار خیال کرتے ہوئے تیر چلایا فائر کیا مگر اتفاق سے وہ آدمی نکلا۔بعد میں معلوم ہوا کہ وہ شکار نہیں بلکہ آدمی تھا۔

دوم: قتل خطاء کی دوسری صورت باعتبار فعل کے ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ کسی نے اپنے نشانہ پر تیر چلایا (یا فائر کیا) لیکن نشانہ چوک جانے کے باعث وہ گولی یا تیر کسی آدمی کے لگ گیا، یا کسی شخص نے لکڑی چیرنے کی خاطر لکڑی پر کلہاڑی ماری مگر وہ غیر ارادی طور پر وہ کلہاڑی اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر قریب موجود کسی شخص کے سر میں جا لگی جس سے اس کی موت واقع ہو گئی تو یہ صورت قتل خطاء فی الفعل ہو گی۔(یعنی قصد اور ارادہ کے بجائے عمل میں خطا واقع ہو گئی)

**قتل خطاء سے متعلق احکام:** قاتل کی مددگار برادری پر دیت لازم ہو گی۔

قاتل اگر مقتول کے ورثاء میں ہے تو اس کو مقتول کی میراث سے محروم کر دیا جائے گا۔

قتل خطاء کی دونوں صورتوں میں یعنی خطاء چاہے قصد اور ارادہ میں واقع ہوئی ہو یا فعل میں واقع ہوئی ہو یا فعل میں واقع ہوئی ہو قاتل گنہگار نہیں ہو گا۔کیونکہ اس

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com 0334-5504551

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

نے کسی بھی اعتبار سے قتل کا ارادہ نہیں کیا تھا۔

**قتل قائم مقام خطاء:** قتل کی چوتھی قسم قائم مقام خطاء ہے اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص سویا ہوا تھا۔ اس نے کروٹ لی اور کروٹ لیتے ہوئے دوسرے شخص پر گر گیا اور اس کے بوجھ سے وہ آدمی ہلاک ہو گیا۔ یا مثلاً کوئی شخص کسی عمارت کی چھت پر سے کسی دوسرے آدمی پر گرا، جس پر گرا وہ مر گیا، یا کسی بلند جگہ پر کھڑے ہوئے آدمی کے ہاتھ سے کوئی چھری پتھر یا وزنی لکڑی وغیرہ چھوٹ کر نیچے موجود کسی شخص پر گری اور وہ اس کی چوٹ سے مر گیا یا ایک شخص کسی سواری کے جانور پر سوار تھا۔ جانور نے کسی آدمی کو کچل دیا اور وہ مر گیا۔ یہ سب صورتیں قائم مقام خطا کی ہوں گی۔

**قتل قائم مقام خطاء سے متعلق احکام:**

الف۔ قتل قائم مقام خطاء کسی صورت میں بھی قصاص لازم نہیں ہوگا البتہ دیت لازم ہوگی۔

ب۔ قاتل پر کفارہ بھی واجب ہوگا۔

ج۔ قاتل اگر مقتول کے ورثاء میں سے ہے تو اس کی میراث سے محروم ہو جائے گا۔

**قتل بسبب:** قتل کی پانچویں قسم قتل بسبب ہے یعنی کسی سبب کے پیش آجانے کے باعث کوئی شخص ہلاک ہو جائے اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی شخص نے کسی دوسرے آدمی کو ملک میں کوئی گڑھا کھود دیا اور کوئی شخص اس میں گر کر ہلاک ہو گیا یا کسی کی زمین جگہ یا راستہ میں کوئی وزنی پتھر ڈال دیا، کسی کو اس سے ٹھوکر لگی وہ مر گیا تو یہ قتل قتل بسبب کہلائے گا۔

**قتل بسبب سے متعلق احکام:**

الف۔ مددگار برادری پر دیت لازم ہوگی۔ ب۔ کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

ج۔ اگر قاتل مقتول کے ورثاء میں سے ہے تو اس کی میراث سے محروم نہیں ہوگا۔

**امام شافعی کے نزدیک قتل کی قسمیں:** امام شافعی کے نزدیک تین قسمیں ہیں جس پر قصاص، دیت کفارہ وغیرہ کے احکام مرتب ہوتے ہیں۔

1۔ قتل عمد 2۔ قتل شبہ 3۔ قتل خطاء

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بھی قتل کی انہی تین قسموں کے قائل ہیں جو اوپر بیان کی گئی ہیں۔

امام مالک رحمہ اللہ قتل کی صرف دو قسموں کے قائل ہیں۔

1۔ قتل عمد 2۔ قتل خطاء

قتل عمد کے علاوہ قتل کی باقی جن صورتوں میں جو دیت لازم ہوتی ہے اس کی ادائیگی تین سال کے عرصہ میں (مقتول کے ورثاء کو) ادا کی جائے گی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دور خلافت میں یہی طے کر دیا تھا اور یہ تین برس کی مدت اس وقت سے شمار ہوگی جب قاتل مقتول کے درمیان اس بات کا فیصلہ ہو یا عدالت یہ فیصلہ صادر کر دے۔ یہ نہیں قتل کے وقت سے اس مدت کو شمار کیا جائے۔

**قصاص کے لیے شرائط:** قتل عمد میں قصاص واجب ہونے کی پانچ شرطیں ہیں۔ مندرجہ ذیل پانچ شرائط پائی جائیں گی تو قصاص واجب ہوگا۔

1۔ قتل کرنے والا بالغ ہو بچہ نہ ہو۔ 2۔ قتل کرنے والا عاقل ہو، پاگل اور دیوانہ نہ ہو۔

3۔ قتل کرنے والا مقتول کا باپ نہ ہو۔ 4۔ مقتول ایمان یا امان عہد ذمہ کی وجہ سے محفوظ و مامون ہو۔

یہ امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک ہے لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جس طرح ایک آزاد شخص کے بدلے آزاد شخص کو قتل کیا جائے گا اسی طرح اگر ایک آزاد شخص نے کسی غلام کو قتل کر دیا تو اس آزاد کو مقتول غلام کے قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ نیز فقہ حنفی کی رو سے اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہری کو اگر کوئی مسلمان قتل کر دے تو اس مسلمان کو غیر مسلم شہری کو اگر کوئی مسلمان قتل کر دے تو اس مسلمان کو غیر مسلم شہری کے قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ اور اگر اسلامی ریاست کا ایک غیر مسلم شہری دوسرے غیر مسلم کو قتل کر دے تو وہ بھی قصاص میں قتل کیا جائے گا۔

**سوال نمبر 21: حدود سے کیا مراد ہے؟ اسلام میں جرم زنا کی سزا اور اس کے ثبوت پر تفصیل سے بحث کریں۔**

**جواب: حدود:** حد کے معنی روکنے اور باز رکھنے کے ہیں۔ حد کی جمع حدود ہے۔ اسلامی شریعت میں جس جرم کی سزا قرآن اور سنت میں بیان کر دی گئی ہے۔ اس جرم اور اس کی سزا کو حد کہا جاتا ہے۔

**حد کے جرائم:** حد کے جرائم سات ہیں:

حد زنا حد قذف حد شراب خمر حد حرابہ حد ارتداد حد بغاوت

**اسلام میں سزائے زنا:**

''زنا'' کو ایک قابل سزا جرم 3ھ میں قرار دیا گیا، مگر اس وقت اس کی حیثیت ایک خاندانی جرم کی رکھی گئی کہ اہل خاندان اور قبیلہ چار گواہوں کی گواہی پر دونوں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام ، بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی پی ایچ ڈی ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس اور ورکشاپ کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

مرتکب زانی مرد اور زانیہ عورت کو ماریں اور عورت کو گھر میں قید کر دیا جائے۔ اس حکم کے ساتھ وضاحت بھی کر دی گئی کہ یہ حکم وقتی ہے اور اصل قانون اس کے بعد عنقریب جاری ہونے والا ہے۔ یہ اولین حکم ان الفاظ میں بیان ہوا ہے:

"تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کی مرتکب ہوں ان پر اپنے میں سے چار آدمیوں کی گواہی لو۔ اگر وہ گواہی دے دیں تو ان کو گھروں میں بند کر کے رکھو یہاں تک کہ انہیں موت آجائے یا اللہ ان کے لیے کوئی راستہ نکال دے اور تم میں سے جو اس فعل کا ارتکاب کریں۔ ان دونوں کو تکلیف دو۔ پھر اگر وہ توبہ کریں اور اپنی اصلاح کر لیں تو انہیں چھوڑ دو کہ اللہ بہت توبہ کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے"۔ النساء،۴: ۱۵/۱۶۔

**محصن اور غیر محصن کی سزا میں فرق:** اسلامی شریعت نے "زنا" کی دو سزائیں بیان کی ہیں۔ غیر محصن (غیر شادی شدہ) سزا سورۃ نور میں سو (100) کوڑے بیان ہوئی ہے اور محصن (شادی شدہ) کی سزا رجم ہے اور رجم کی سزا قرآن و سنت اور اجماع سے ثابت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس یہودی ایک دفعہ "زنا" کا ایک مقدمہ لے کر آئے آپ ﷺ نے اس کے رجم کا فیصلہ دیا۔

**غیر محصن کی سزا:** غیر محصن سے مراد "غیر شادی شدہ افراد" مراد ہیں اور غیر محصن کے "زنا" کی سزا سورۃ نور کی آیت کے مطابق 100 کوڑے (جلد) کی سزا کے ساتھ ایک سال کی جلاوطنی کی سزا جو کہ حدیث میں بیان ہوئی ہے بھی دی جائے گی۔ امام ابوحنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ جلاوطنی تغریب عام کی تعزیر ہے اور امام کی رائے پر موقوف ہے۔ حاکم عدالت اگر مناسب سمجھے تو کوڑوں کی سزا کیا ساتھ ایک سال کی جلاوطنی کی سزا بھی دے سکتا ہے۔ مالکی فقہاء کہتے ہیں کہ غیر محصن زانی مرد کو لازماً جلاوطنی کی بھی سزا دی جائے گی۔ حنبلی اور شافعی فقہاء کے نزدیک زانی اور زانیہ دونوں کو لازماً جلاوطنی کی سزا بھی دی جائے گی۔

**محصن کی سزا:** محصن سے مراد شادی شدہ شخص اگر زنا کے جرم کا مرتکب ہو تو اسے محصن کہتے ہیں اور اس کی سزا رجم ہے۔ حضرت براء بن عاذبؓ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ ایک یہود کے پاس سے گزرے جا کا منہ کالا کیا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے یہودیوں کو بلا کر پوچھا کہ کیا تمہاری کتاب میں زانی کی سزا یہی ہے تو انہوں نے کہا جی ہاں۔ آپ ﷺ نے ان کے ایک عالم کو بلایا اور فرمایا کہ میں تجھے اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ پر تورات نازل کی۔ کیا تمہاری کتاب میں زانی کی ہی سزا ہے؟

اس نے کہا:

بخدا نہیں اگر آپ ﷺ نے مجھے قسم نہ دی ہوتی تو میں نہ بتاتا۔ ہماری کتاب میں "زنا" کی سزا رجم ہے۔

سورۃ المائدہ کی آیات (۴۱۔۴۵) میں یہودیوں کے اس واقعہ کا ذکر ہوا ہے اور اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کو اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم دیا گیا جس پر عمل درآمد کیا گیا جس سے معلوم ہوا کہ رجم کی سزا بھی اللہ کی طرف سے مقرر کردہ ہے۔

رجم کی سزا کے بارے میں ایسی احادیث کی کثیر تعداد میں مروی ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ نے زانی محصن کی سزا رجم بیان فرمائی ہے۔ حضرت ماعز کا واقع زیادہ مشہور ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ:

ماعز اسلمی شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو۔ آپ ﷺ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اس نے آپ ﷺ سے مخاطب ہو کر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں نے "زنا" کیا۔ آپ ﷺ نے اس سے اعراض فرمایا۔ وہ گھوم کر دوسری جانب آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے "زنا" کیا۔ آپ ﷺ نے پھر اعراض کیا۔ وہ گھوم کر دوسری جانب آیا اور پھر یہی بات کہی آپ ﷺ نے چوتھی مرتبہ بھی رخ پھیر لیا۔ جب اس نے چار مرتبہ اپنے اوپر گواہی دے لی تو آپ ﷺ نے اسے بلایا اور فرمایا کہ تم مجنوں ہو۔ اس نے کہا کہ نہیں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اسے لے جاؤ اور رجم کر دو اور وہ محصن تھا۔ زہری بیان کرتے ہیں کہ مجھے جابر سے سننے والے راوی سے خبر دی کہ:

انہوں نے کہا کہ میں رجم کرنے والوں میں موجود تھا اور ہم نے اسے مدینہ کی "مصلی" (یعنی عیدگاہ کے میدان) میں رجم کیا تھا۔ جب اسے پتھر لگنے شروع ہوئے تو بھاگ کھڑا ہوا ہم نے اسے "حرہ" پر جا لیا اور رجم کر دیا یہاں تک وہ وہ فوت ہو گئے۔

جرم زنا کے ثابت کرنے کے طریقے:۔ جرم زنا کے ثبوت کے تین طریقے یعنی شہادت، اقرار اور حمل جہاں تک شہادت کا تعلق ہے اس میں حسب ذیل شرائط کو پورا ہونا ضروری ہے:۔

جرم "زنا" کے ثبوت کے اہم طریقہ مجرم کا اقرار ہے:۔ یہ اقرار صاف اور صریح الفاظ میں فعل زنا کے ارتکاب کا ہونا چاہیے یعنی اسے یہ اعتراف کرنا چاہیے کہ اس نے ایک ایسی عورت سے جو اس کے لیے حرام تھی۔ اس کے ساتھ "زنا" کیا ہے اور عدالت کو پوری طرح یہ اطمینان کر لینا چاہیے کہ مجرم کسی خارجی دباؤ کے بغیر بطور خود بحالت ہوش و حواس یہ اقرار کر رہا ہے۔ پھر ایسی صورت میں جب کہ کسی دوسرے تائیدی ثبوت کے بغیر صرف مجم کے اپنے ہی اقرار کی بنیاد پر عدالت نے مجرم کے لیے رجم یا کوڑوں کی سزا کا فیصلہ صادر کیا ہو تو جب مجرم کو سزا دی جا رہی ہو اس دوران مجرم اگر اپنے اقرار سے رجوع کر لے تو سزا کو اسی وقت روک دیا جائے اگرچہ ہو سزا کی تکلیف سے بچنے کے لیے اقرار سے رجوع کر رہا ہو۔

**جرم زنا کے ثبوت کے لیے چار اقراروں کی شرط:** حدِ زنا کے ثبوت کے لیے ضروری ہے کہ مجرم چار مرتبہ اقرار کرے۔ چار بار اقرار کرنے کی شرط احناف کے

**دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔**

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 0334-5504551

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

مسلک میں ہے جب کہ امام شافعیؒ کے نزدیک چار بار اقرار کرنا شرط نہیں ہے اور صرف ایک بار کا اقرار ہی کافی ہے۔امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ شریعت میں اقرار کو دلیل کی حیثیت اس لیے حاصل ہے کہ اسمیں جھوٹ کی بجائے سچائی کی طرف رجحان پایا جاتا ہے۔یعنی اس میں سچائی غالب ہوتی ہے کیونکہ کوئی شخص خود پانے خلاف جھوٹ نہیں بولتا۔اقرار صرف ایک بار کیا جائے اور اسے بار بار دہرایا جائے اس سے اقرار کی مذکورہ خصوصیات میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔اس لیے کہ اقرار کا مطلب ہے خبر دینا اور تکرار سے خبر کی سچائی میں اضافہ نہیں ہوجاتا اسی لیے کسی حد کے اثبات کے لیے تکرار شرط نہیں ہے کیونکہ حدود کے ضمن میں تکرار ظن و شک کا موجب بنتا ہے۔

حمل سے ثبوت:۔حضرت عمرؓ کی رائے یہ ہے کہ غیر شادی شدہ عورت کا حمل بھی زنا کا کافی ثبوت ہے اسی رائے کو مالکی مسلک کے فقہاء نے اختیار کیا ہے مگر جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ محض حمل اتنا مضبوط قرینہ نہیں ہے کہ اس کی بنیاد پر کسی کو رجم کر دیا جائے یا کسی کو سو (100) کوڑے مارے جائیں۔اتنی بڑی سزا کے لیے ناگزیر ہے کہ یا تو شہادت موجود ہو یا پھر اقرار۔

**سوال نمبر 22۔ جرم قذف کا تعارف کرائیں نیز اس کے فقہی حیثیت پر جامع نوٹ تحریر کریں۔**

**جواب۔**

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سورہ نور کے آغاز میں زنا کے جرم کی سزا بیان کرتے ہوئے اس کی سنگینی کی طرف توجہ دلائی ہے کہ یہ ایک ایسا مذموم فعل ہے جس سے انسانی نسب کی حرمت مٹ جاتی ہے معاشرے کی اعلیٰ اخلاقی اقدار تباہ ہوجاتی ہیں اور وہ بے حیائی اور بدکاری کی پست دلدلوں میں پھنس کر رہ جاتا ہے۔

جس طرح زنا کاری ایک بدترین اخلاقی اور معاشرتی برائی ہے اسی طرح کسی پاک دامن عورت یا مرد پر زنا کی تہمت لگانا بھی بدترین اخلاقی اور معاشرتی جرم ہے قرآنکریم کی دورہ نور ہی کی دوّیات میں اس کی سنگینی کو واضح کرتے ہوئے دنیا و آخرت میں اس کی سزا سخت مقرر کی گئی ہے۔

قذف کے جرم کا ایک افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ اکثر معاشروں میں اسے معمولی بات سمجھا جاتا ہے۔لیکن اسلام نے اس کی سنگینی کو پوری طرح محسوس کیا ہے اور اس کے لیے سخت سزا مقرر کی ہے تاکہ لوگ محض حسد اور عداوت کی بناپر دوسرے لوگوں کی عزت و ناموس سے نہ کھیلتے رہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: یعنی تم وہی الزامات اپنی زبانوں پر لاتے ہو اور بلا سوچے سمجھے منہ سے کہتے ہو اور اسے معمولی بات خیال کرتے ہو حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ بڑی (بری) بات ہے۔الاحزاب،۲۴:۱۵۔

**قذف کا لغوی اور شرعی مفہوم:** عربی لغت کی رو سے قذف کے معنی ''تیر مارنے یا پتھر پھینکنے'' کے ہیں لیکن اسلامی شریعت کی اصطلاح میں قذف یہ ہے کہ:''کسی بے گناہ پر زنا کاری کا الزام لگایا جائے،خواہ وہ صراحتہً ہو جیسے کہا جائے تو کسی شخص کو اس کے باپ کے سوا کسی اور سے منسوب کرنا وغیرہ یہ سب صورتیں قذف کی ہیں کسی بے گناہ پر زنا کاری کی تہمت لگانے کو قذف (یعنی تیر مارنا یا پتھر پھینکنا ہے) اس لیے کہا جاتا ہے کہ کسی پر فعل بد کی تہمت لگانا ایسا ہی ہے جیسے یہ سوچے سمجھے بغیر کسی آدمی کو زور سے پتھر مارا جائے کہ وہ اسے کہاں لگے گا اور اس کے کیا نتائج مرتب ہوں گے۔

**قرآن کریم میں قذف کے احکام:** سورہ النور میں قذف کی احکام تفصیلے ساتھ بیان ہوئے ہیں لہذا مناسب ہوگا یہاں مذکورہ سورت کی متعلقہ آیات درج کی جائیں۔

ترجمہ: اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں ،پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو اور وہ خود ہی فاسق ہیں۔سوائے ان لوگوں کے جس اس حرکت کے بعد تائب ہوجائیں اور اصلاح کرلیں کہ اللہ تعالیٰ ضرور ان کے حق میں غفور و رحم ہے۔(النور،۲۴۔۴)

ترجمہ: جن لوگوں نے بہتان باندھا ہے تم ہی میں سے ایک جماعت ہے اس کو اپنے حق میں برا نہ سمجھنا۔ بلکہ وہ تمہارے لیے اچھا ہے ان میں سے جس شخص نے گناہ کا جتنا حصہ لیا اس کے لیئے اتنا وبال ہے اور جس نے ان میں سے اس بہتان کا بڑا بوجھ اٹھایا ہے اس کو بڑا عذاب ہوگا جب تم نے وہ بات سنی تو مامن مردوں اور عورتوں نے کیوں اپنے دلوں میں نیک گمان نہ کیا۔اور (کیوں نہ) کہا کہ یہ صریح طوفان ہے یہ (افترا پرداز) اپنی بات (کی تصدیق) کے لیے چار گواہ کیوں نہ لائے تو جب یہ گواہ نہیں لا سکے تو خدا کے نزدیک یہی جھوٹے ہیں۔(النور،۲۴:۱۱۔۱۳)

ترجمہ: اور اگر دنیا و آخرت میں تم پر خدا کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو جس شغل میں تم منہمک تھے اس کی وجہ سے تم پر بڑا سخت عذاب نازل ہوتا۔جب تم اپنی زبانوں سے اس کا ایک دوسرے سے ذکر کرتے تھے اور اپنے منہ سے ایسی بات کہتے تھے جس کا تم کو کچھ علم نہ تھا اور تم اسے ایک ہلکی بات سمجھتے تھے اور خدا کے نزدیک وہ بڑی بھاری بات تھی اور جب تم نے اسے سنا تھا تو کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں شایاں نہیں کہ ایسی بات زبان پر لائیں۔(پروردیگار) تو پاک ہے یہ تو (بہت) بڑا بہتان ہے۔(النور:۲۴:۱۴۔۱۶)

ترجمہ: خدا تمھیں نصیحت کرتا ہے کہ اگر مومن ہو تو پھر کبھی ایسا کام نہ کرنا اور خدا تمہارے سمجھانے کے لیے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے اور خدا جاننے والا اور حکمت والا ہے جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی (یعنی تہمت بدکاری) پھیلے ان کو دنیا ار آخرت میں دکھ دینے ولا عذاب ہو گا اور خدا جانتا ہے اور تم نہیں جانتے اور اگر تم پر خدا کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو کیا کچھ نہ ہوتا مگر وہ کریم ہے) اور یہ خدا نہایت مہربان اور رحیم ہے۔(

0334-5504551
Download Free Assignments from
solvedassignmentsaiou.com

میٹرک سے لیکر ایم اے ،ایم ایس سی ،ایم فل تک تمام کلاسز کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ،ایف اے ،آئی کام ،بی اے ،بی کام ،بی ایڈ ،بی ایس ،ایم اے ،ایم ایڈ ،ایم ایس سی ،پی ایچ ڈی ،ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس ، پروپوزل ، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

النور،۲۴: ۱۷۔۲۲)

**ترجمہ:** جولوگ پاک دامن بے خبر عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کی گئی اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے (وہ اس دن کو بھول نہ جائیں) جب کہ اپنی زبانیں اور ان کے اپنے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے کرتوتوں کی گواہی دیں گے۔(النور،۲۴: ۲۳۔۲۴)

**قذف کی فقہی حیثیت:**

**قذف کا جرم جرائم حدود میں شامل ہے:** اصطلاح شرح میں ''حد'' اس سزا کو کہتے ہیں جو حق اللہ کے طور پر مقرر کی گئی ہو جیسے بدکاری کی سزا ایک کوڑے یا رجم۔ یا پھر حس اس سزا کو کہا جاتا ہے جو انسان کی حق تلفی یا ایذادہی کی پاداش میں مجرم کو دی جاتی ہے تہمت لگانے کی سزا 80 کوڑے۔ اسلامی شریعت میں متعین ان سزاؤں کو حدود اس لیے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی حد یا مقدار مقرر فرما دی ہے جس سے تجاوز کرنے کی اجازت نہیں۔

**ترجمہ:** یعنی جس نے اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حد بندیوں سے تجاوز کیا، اس نے خود اپنے اوپر ظلم کیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان شرعی سزاؤں کا نام یعنی حد اس لیے رکھا گیا ہے کہ لفظ حد کے لغوی معنی روکنے کے ہیں اور یہ حدود سزائیں لوگوں کو کبیرہ گناہوں کے ارتکاب سے روکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قذف یعنی لوگوں پر تہمت لگانے کو قرآن مجید میں رمی سے تعبیر فرمایا ہے چنانچہ حد قذف کی متعلقہ آیتوں میں لفظ تین بار آیا ہے ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

**ترجمہ:** یعنی جو لوگ پاک دامن، سیدھی سادی اور باایمان عورتوں پر تہمت کا تیر پھینکتے ہیں۔

قرآن مجید کا یہ طرز بیان اس کمال بلاغت پر دلالت کرتا ہے چنانچہ دیکھیے جیسے تیر کامن سے نکل کر انسان کے اختیار سے باہر ہو جاتا ہے اسی طرح جب ہم کوئی لفظ بالتے ہیں تو ہمارے منہ سے نکلنے کے بعد وہ ہمارے اختیار میں نہیں رہتا بلکہ اپنے نشانے پر پہنچتا ہے اور لوگوں کے لیے اذیت بنتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے زنا کی تہمت لگانے کو رمی سے تعبیر فرمایا ہے۔ آیت میں دوسرا اہم نکتہ جس شخص پر زنا کا الزام لگایا جائے وہ خواہ مرد ہو یا عورت دونوں کا حکم یکساں ہے لیکن یہاں اللہ تعالیٰ بخصوصیت سے عورت کا ذکر فرمایا ہے اور اسے محصنہ کے لفظ سے یاد کیا کیونکہ عورت پر بدکاری کی تہمت کا اثر اس کی اپنی ذات سے گزر کر اس کے اہل خانہ اور عزیز واقارب تک پہنچتا ہے لہذا اس کے اس تہمت کی عار کا دور کیا جانا زیادہ ضروری ہے۔ آیت میں تیسری قابل غور بات وہ ہے کہ زنا کی تہمت لگانے والوں میں مردوں کا ذکر کیا گیا ہے یعنی وہ مرد جو تہمت لگاتے ہیں'' اس کی وجہ یہ ہے کہ عورتوں میں عام طور پر شرم غالب ہوتی ہے چنانچہ وہ کسی پر زنا کا الزام نہیں لگاتیں تاہم احادیث شریف سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تہمت سے متعلق احکام کے بارے میں مردوں اور عورتوں کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

**سوال نمبر 23۔ جرم شراب اور جرم سرقہ کی سزا اور ثبوت کے طریقے پر تفصیل سے بیان کریں۔**

**جواب:**

**جرم شراب۔**

اسلام میں حرمت خمر (شراب نوشی کے حرام ہونے) کا حکم تدریجی طور پر نازل ہوا ہے چنانچہ پہلے یہ آیت نازل ہوئی۔

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم نشے کی حالت میں ہو اس وقت تک جب تک تم زبان سے جو کچھ کہتے ہو اسے سمجھنے نہ لگو نماز کے قریب نہ جاؤ اور جنابت کی حالت میں بھی نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک غسل نہ کرلو۔(النساء:۴: ۴۳)

اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:

**ترجمہ:** لوگ آپ سے شراب اور جوئے کا حکم دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کیلئے فائدے بھی ہیں اور ان کا گناہ بہت بڑا ہے ان کے فائدے سے۔ مذکورہ بالا آیت کے نزول کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کے دلوں میں شراب سے نفرت پیدا ہو جائے اس آیت نے اپنا اثر دکھایا اور مسلم معاشرے کے اکثر افراد شراب سے احتراز برتنے لگے تو اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

**ترجمہ:** اے ایمان والو! واقعی بات یہی کہ شراب اور جوا اور بتوں کے تھان فال کھولنے کے تیر یہ سب ناپاک کام شیطان کے ہیں لہذا ان سے بچتے رہو شاید کہ تم فلاح پا جاؤ۔(المائدہ:۹۰)

اس آیت کے نزول کے بعد شراب قیامت تک کیلئے حرام قرار دے دی گئی حضور ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا: کوئی شخص جس وقت شراب پی رہا ہو وہ مومن نہیں ہوتا۔

حضرت ابن عباسؓ نے حضور ﷺ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ:

**ترجمہ:** بلا شبہ جس نے انگوروں کو ایام قطف (پھل توڑنے کے ایام) میں روکا (انکا ذخیرہ کیا) یہاں تک کہ اسے بیچا تا کہ اس سے شراب کشید کی جائے تو پس اسے آگ میں ڈالا جائے گا۔

**ایک اور حدیث ہے کہ:**

بلا شبہ نبی کریم ﷺ نے شراب کے بارے میں دس قسم کے لوگوں پر لعنت فرمائی شراب بنانے والا، شراب بنوانے والا، شراب پینے والا، شراب پلانے والا، شراب

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

رکھوانے والا،شراب رکھنے والا شراب بیچنے والا،شراب خریدنے والا،شراب اٹھانے والا اور جس کے پاس اٹھا کر لائی گئی ہو۔
نیز رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر خمر حرام ہے۔

☆ **خمر کے معنی:**

قرآن کریم میں اور احادیث نبوی ﷺ میں شراب کیلئے خمر کا لفظ آیا ہے خمر لغت میں ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو پردہ ڈال دے اور شراب چونکہ عقل پر پردہ ڈال دیتی ہے اس لیے خمر کہلاتی ہے اصطلاح میں امام مالک، امام شافعی، اور امام احمدؒ کے نزدیک ہر وہ چیز جو نشہ آور ہو خواہ وہ انگور کا رس ہو یا کھجور، گندم، جو، چاول اور کشمش کا شیرہ ہو سب شراب کے حکم میں داخل ہیں اور اس کی تھوڑی اور زیادہ مقدار دونوں حرام ہیں خواہ وہ نشہ پیدا کرے یا نہ کرے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: جس شے سے نشہ ہو جاء اس کی کم یا زیادہ مقدار حرام ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صرف مندرجہ ذیل مشروبات خمر کے حکم میں داخل ہیں (یعنی ان کی تھوڑی یا زیادہ مقدار ہو) حرام ہیں اور ان کے پینے والے پر حد جاری ہو گی۔

**الف)** انگور کا شیرہ جب وہ پک کر تیز ہو جائے اور اس پر جھاگ آجائے۔
**ب)** انگور کے شیرے کی طرح پکایا کائے کہ اس کا دو تہائی حصہ جل جائے اور وہ نشہ آور ہو جائے۔
**ج)** کچی یا نیم پکی کھجوروں کا شیرہ جب وہ پک کر تیز ہو جائے اور اس پر جھاگ آنے لگے۔

ان کے علاوہ گندم، جو، چاول کے وہ مشروبات جو نشہ آور ہوں حلال ہیں چنانچہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مذکورہ بالا اشیاء سے تیار کیے ہوئے مشروبات اس وقت حکم میں شامل نہ ہوں گے جب تک وہ نشہ نہ پیدا کر دیں امام صاحب کی دلیل یہ حدیث ہے:
ترجمہ: شراب تو بعینہ حرام ہے اس کے علاوہ ہر وہ مشروب جو نشہ آور ہو حرام کر دیا گیا ہے
ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انگور اور کھجور کے درختوں کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ شراب ان دو درختوں سے بنائی جاتی ہے۔
ایک شخص حضرت عمر کا رفیق سفر تھا دونوں حضرات روزہ دار تھے افطار کے وقت اس شخص نے نبیذ پی اور اسے نشہ آ گیا تو حضرت عمرؓ نے اس پر حد جاری کر دی اس نے عرض کیا کہ:
میں نے تو آپ ہی کے مشکیزے سے نبیذ نکال کر پی تھی۔
حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں نے نبیذ پینے کی وجہ سے تیرے اوپر حد نہیں لگائی بلکہ اس نشے کی وجہ سے حد لگائی جو نبیذ کو زیادہ مقدار میں پی لینے کے سبب پیدا ہو گیا۔

☆ **شراب نوشی کی سزا:**

رسول اللہ ﷺ نے شراب نوشی پر کوڑے مارنے کی سزا دی چنانچہ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ:
نبی کریم ﷺ کے پاس ایک شرابی شخص کو لایا گیا تو آپ ﷺ نے تقریباً چالیس کوڑوں کی سزا دی۔
نیز ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:
جو کوئی شخص بھی شراب پیئے اسے کوڑے مارو پھر پیئے تو کوڑے مارو اگر چوتھی مرتبہ اعادہ عام کرے تو اسے قتل کر دو راوی کہتے ہیں کہ ایک شخص شراب نوشی کے ارتکاب میں لایا گیا آپ ﷺ نے اسے کوڑوں کی سزا دی پھر چوتھی مرتبہ لایا گیا تو آپ ﷺ نے کوڑوں کی سزا دی اور اسے سزائے قتل معاف کر دی گئی حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ کے مشورے سے اسی درے سزا مقرر کی اس مشورے کے موقع پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے فرمایا کہ:
حدود میں سب سے کم حد قذف ہے اسی کوڑے اس لیے شراب نوشی کی حد بھی آپ اسی کوڑے مقرر فرما دیں۔

**حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا کہ:**

انسان جب نشے میں ہوتا ہے تو وہ گالی گلوچ بکنا شروع کر دیتا ہے اور گالی گلوچ قذف تک بھی پہنچ جاتی ہے اس لیے شراب نوشی کی حد بھی وہی ہونی چاہیئے جو قذف کی ہے جب صحابہ کرامؓ اس امر پر متفق ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے فیصلہ فرما دیا کہ شراب نوشی کی سزا اسی کوڑے ہے اور اسی تمام امت مسلمہ کا اجماع ہے۔

**چوری یا جرم سرقہ کا نصاب:** کسی عاقل، بالغ شخص کا کسی دوسرے شخص کی ایسی چیز کو جس کی مالیت دس درہم یا اس سے زائد ہو اور وہ چیز کسی محفوظ جگہ رکھی ہوئی ہو۔ خفیہ طریقہ سے چوری کر لینا ''سرقہ'' کہلاتا ہے۔

**جرم سرقہ کا نصاب اور سزا:** اسلامی شریعت میں ہر قطع ید (ہاتھ کاٹنے کی سزا) نہیں دی جائے گی بلکہ سزا کے جاری کرنے کے لیے ضروری یہ ہے کہ ایک متعین مالیت کی جاری کی گئی ہو۔ اس متعین مالیت کا فقہی عنوان نصاب ہے اور اس کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث نبوی ﷺ ہے۔

انا النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالا لا تقطع ید السارق الا فی ربع دینار
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک چوتھائی دینار سے کم مالیت کی چوری میں چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 03345504551

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے، ایم ایس کی تمام ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی اقوراوی اختالی مشقوں کے لیے آئی ڈی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

نیز حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا۔

كان رسول الله عليه وسلم يقطع يد اسارق فى ربع دينار فصا عدا .

حضور چوتھائی دینا یا اس سے زیادہ کی مالیت کی چوری میں ہاتھ کاٹا کرتے تھے۔

ایک روایت کے الفاظ ہیں۔

تقطع يد السارق فى ربع دينار ”چور کا ہاتھ ایک چوتھائی دینار کی چوری میں کاٹا جائے۔“

مزید برآں یہ کہ تمام صحابہ کرامؓ کا اس بات پر اجماع ہے کہ حد کے اجراء میں نصاب کا اعتبار کیا جائے گا۔

**نصاب کی مقدار:** حنفی فقہاء کے نزدیک نصاب کی مقدار دس درہم ہے جس کی مالیت پاکستانی اوزان کے اعتبار سے ساڑھے چار ماشہ چاندی یا اس کی قیمت بنتی ہے۔ان کی دلیل یہ احادیث ہیں۔

1۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ

انه عليه اصلوة وسلام كان لا يقطع الا فى ثمن مجن وهو يومئذ يساوى عشرة دراهم .

آپ ﷺ ایک ڈھال کی قیمت کی مالیت سے کم قطع ید نہیں فرماتے تھے اور اس وقت ڈھال کی قیمت دس درہم تھی۔

2۔ حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

لا تقطع اليد الا فى دينار اوفى عشرة دراهم. ”ایک دینار یا دس درہم (کی مالیت سے کم کی چوری میں) ہاتھ نہ کاٹا جائے۔“

3۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

لا يقطع السارق الا فى ثمن المجن و كان يقوم يومئذ بعشرة دراهم .

چور کا ہاتھ ایک ڈھال سے کم کی مالیت کی چوری میں نہ کاٹا جائے اور اس زمانہ میں ایک ڈھال دس درہم میں آتی تھی۔

دس درہم کی قیمت کے تعین میں اس قیمت کا اعتبار ہوگا جو سرقہ کے وقت رائج تھی اور ہاتھ کاٹنے کے وقت چوری شدہ مال میں کوئی خرابی پیدا ہو جانے کے باعث قیمت کم ہو جائے تو پھر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا البتہ جس وقت چوری کی جائے اس وقت اس چیز کی قیمت نصاب کے برابر ہو لیکن حد جاری کرنے کے وقت بھاؤ گر جانے کی وجہ سے چوری شدہ چیز کی قیمت نصاب سے کم ہو جائے تو پھر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

**جرم سرقہ کی سزا:** اسلامی شریعت میں چوری کی سزا قطع ید ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

سالسارق واسارقة فاقطعو ايديهما جزآ ء بما كسبا نكلاً من الله والله عزيز حكيم.

چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔یہ اللہ کی طرف سے بطور سزا کے ان کی کمائی کا بدلہ ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا اور بڑی حکمت والا ہے۔ المائدہ ۳۸۔

سرقہ دیگر کبائر کی طرح کبیرہ گناہ ہے۔

عن امن اعباس ان النبى صلى الله عليه وسلم لا يزنى الزانى حين يزنى وهو مومن ولا يسرق السارق حين يسرق وهو مومن.

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت زانی زنا کرتا ہے وہ مومن نہیں ہوتا اور جس وقت چور چوری میں مشغول ہوتا ہے وہ مومن نہیں ہوتا۔ایک مرتبہ قریش کی ایک عورت نے چوری کی تو آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم جاری فرمایا۔

عن عائشة ان قريشا اهمهم شان المراة المخز ومية التى سرقت فقا لو من يكلم فيها رسول الله ﷺ فقالو ا ومن يجترى عليه الا اسامة بن زيد حب رسول الله ﷺ فكلمه اسامة فقال رسول الله ﷺ اشفع فى حد من حدود الله ثم قام فخطب فقال يا ايها لناس انما ضل من قبلكم انهم كانو اذا سرق الشريف تركوه واذا سرق الضعف فيهم اقامو عليه الحدً وايم الله لو انَّ فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها. (مسلم باب الحدود)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ قریش کی ایک ایسی عورت نے جس نے چوری کی تھی قبیلہ قریش کے لوگوں کو سخت اضطراب میں مبتلا کر دیا تھا۔انہوں نے کہا کہ اس عورت کی سفارش کے سلسلے میں حضرت اسامہ بن زید کے سوا نہ تو کوئی دوسرا آپ ﷺ سے گفتگو کر سکتا ہے اور نہ کسی کو اس کی جرات ہوگی لہذا وہ سفارش

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

0334-5504551
Download Free Assignments from
solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

کریں کیونکہ وہ آپ ﷺ کے لاڈلے ہیں۔حضرت اسامہؓ نے آپ ﷺ سے اس عورت کے بارے میں گفتگو کی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم اللہ کی حدود میں سے ایک حد کے نفاذ کو روکنے کی سفارش کرتے ہو اس کے بعد آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر تقریر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ لوگو تم سے پہلے کی امتیں اس لیے گمراہ ہو گئیں تھیں کہ جب ان کا کوئی شریف آدمی چوری کرتا تو وہ لوگ اسے چھوڑ دیتے اور اگر کمزور اور غریب چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں محمد ﷺ اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔

چوری کا جرم ثابت ہو جانے کے بعد جب شرعاً حد واجب ہو جائے تو چور کا داہنا ہاتھ ہتھیلی کے جوڑ سے کاٹ دیا جائے اور خون بند کرکے لیے اسے داغ دیا جائے (یا جس طرح سے بھی خون بند ہو سکتا ہو بند کر دیا جائے) اگر دوسری مرتبہ چوری کرے تو اس کا بایاں پاؤں کاٹ دیا جائے اور اگر تیسری مرتبہ چوری کرے تو اس وقت تک قید میں ڈال دیا جائے جب تک کہ وہ توبہ نہ کر لے۔پاؤں ٹخنے سے کاٹے جائیں۔حضرت عمرؓ نے اسی طرح سزا جاری فرمائی۔اگر سارق کا بایاں ہاتھ ناکارہ ہو یا کٹا ہوا ہو یا داہنا پاؤں مقطوع ہو تو پھر اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اس لیے کہ داہنا ہاتھ قطع کر دینے سے سارق اپنی ضروریات کو پورا کرنے سے بھی معذور ہو جائے گا اور ایسے کرنا اتلاف کے زمرے میں آتا ہے۔البتہ جب تک صدق دل سے توبہ نہ کرے اس وقت تک اسے قید میں رکھا جائیگا۔

**چور بالغ اور عاقل ہو:** قطع ید (ہاتھ کاٹنے) کی سزا کے یے ضروری ہے کہ عاقل اور بالغ ہو چنانچہ نابالغ اور پاگل پر حد قطع جاری نہیں ہوگی۔اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تین اشخاص سے قلم اٹھالیا گیا ہے۔

1۔ نابالغ جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے۔

2۔ پاگل سے جب تک وہ صحت یاب نہ ہو جائے۔

3۔ سویا ہوا جب تک بیدار نہ ہو جائے۔

اس حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا کہ نابالغ اور پاگل دونوں مرفوع القلم (غیر مکلّف) ہیں چوری کرنے کی وجہ سے ان دونوں کے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ان پر جاری کر کے حدیث کی مخالف لازم آئے گی۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ ہاتھ کاٹنا اور سزا کے لیے جرم کا ہونا ضروری ہے اور دونوں کے فعل پر جرم کا اطلاق نہیں ہوتا۔اس لیے ان پر دیگر حدود کی طرح چوری کی حد بھی جاری نہ ہوگی۔البتہ ان پر چوری کا تاوان عائد ہوگا کیونکہ مال کا تاوان عائد ہونے کے لیے جرم شرط نہیں ہے اگر چور ایسا شخص ہو جس پر کبھی جنون کا دورہ پڑتا ہو اور کبھی تندرست ہو جاتا ہو تو اگر اس نے جنون کی حالت میں چوری کی تو اس پر چوری کی حد جاری نہیں ہوگی اور اگر تندرستی کی حالت میں چوری کی تو قطع ید کی سزا جاری کی جائے گی۔

**شرائط کی شہادت:** جہاں تک عدالت میں اثبات جرم کا تعلق ہے تو اس بارے میں حنفی فقہا کا مسلک یہ ہے۔وہ دو سے کسی ایک طریقے سے جرم سرقہ ثابت ہوتا ہے تو ان میں پہلا شہادت اور دوسرا اقرار ہے۔جہاں تک شہادت کا تعلق ہے اس کے ذریعے ثابت ہوتا ہے جب شہادت کی جملہ شرائط پائی جائیں۔چوری کے ضمن میں شہادت کی قبولیت کی شرائط میں سے بعض تو ایسی ہیں جو حدود و قصاص کے لیے خاص ہیں اور وہ ہیں گواہ دکا مذکر اور عادل ہونا اور عدالت میں حاضر ہو کر خود گواہی کی بنیاد پر گواہی دینا جائز ہے۔کچھ وقت گزرنے کے بعد گواہی دی تو قبول نہیں کیجائے گی اور نہ ہی چور کا ہاتھ کاٹنے کی سزا دی جائے گی البتہ مال کا تاوان اسے دینا ہوگا۔مال کا تاوان اس بناء پر شہادت کے لیے مانع ہے اور شبہ وجوب میں حائل ہوتا۔چوری کی سزا جاری کرنے کی ایک شرط یہ بھی ہے جس شخص کی چوری ہوئی ہو وہ خود دعویٰ کرے چنانچہ اگر گواہ اس امر کی گواہی دیں کہ چور نے فلاں غائب شخص کے ہاں سے مال چرایا ہے تو اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی جب تک متاثر شخص خود عدالت میں خود حاضر ہو کر دعویٰ دائر نہ کرے۔البتہ ان کی گواہی پر چور کو قید کر دیا جائے گا کیونکہ گواہوں کی جانب سے اطلاع سے اس شخص پر چوری کا الزام تو عائد ہو گیا ہے اور الزام کی بناء پر کسی شخص کو قید کرنا جائز ہے۔

**قسم اٹھانے سے انکار:** قسم اٹھانے سے انکار (نکول) کی بنا پر چوری کا جرم ثابت نہیں ہوتا۔چنانچہ اگر کسی آدمی کے خلاف چوری کا دعویٰ کیا جائے اور وہ آدمی اس سے انکاری ہو۔مدعی اس سے قسم اٹھانے کا مطالبہ کرے اور وہ آدمی قسم کھانے سے انکار کرے تو اس آدمی کے خلاف حد قطع جاری کرنے کا حکم نہیں دیا جائے لیکن مال کی واپسی کا حکم جاری کیا جا سکتا ہے۔

**اثبات جرم بذریعہ اقرار:** اقرار سے بھی چوری ثابت ہو جاتی ہے کیونکہ جو شخص اپنی ذات کے خلاف اقرار کرتا ہے جس سے اس کی ذات کو نقصان پہنچتا ہو اس پر اس

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

03455504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

اقرار کے ضمن میں کوئی الزام عائد نہیں کیا جا سکتا اسی طرح اقرار کر لینے سے چوری کا جرم ثابت نہ ہو جائے گا اور اس پر حد سرقہ نافذ کی جائے گی اسی طرح شہادت کی بناء پر چوری کا جرم ثابت ہو جاتا ہے۔ کیونکہ دوسرے کے حق میں تو انسان پر الزام عائد ہو سکتا ہے لیکن اپنے حق میں غلط بیانی کا الزام نہیں آتا۔

**اقرار میں تاخیر کرنا:** اقرار کے جائز ہونے کے لیے جرم کے فوری بعد اقرار کرنا شرط نہیں چنانچہ چوری کا جرم واقع ہونے کو ایک مدت گزر گئی ہو یا نہ گزری ہو اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ شہادت کا معاملہ اس سے مختلف ہے شہادت اور اقرار کے مابین یہ جو فرق ہے اس کا ذکر ہم کتاب الحدود میں کر چکے ہیں۔

**اقرار کی تعداد:** چوری کے اقرار کے بارے میں امام حنیفہؒ کے نزدیک ایک مرتبہ سے زائد اقرار کرنا شرط نہیں ہے اور ایک ہی بار اقرار کر لینے سے جرم ثابت ہو جائے گا امام یوسف کا قول ہے کہ شرط ہے۔ چنانچہ اس وقت تک حد قطع جاری نہیں کی جائے گی جب تک وہ دوبارہ اقرار نہ کر لے۔ اس سلسلے میں دلائل ہم کتاب الحدود میں بیان کر چکے ہیں۔

**سوال نمبر 24۔ حد تعزیر کی تعریف کریں نیز دونوں کی اقسام تفصیل سے بیان کریں۔**

**جواب: قابل تعزیر جرائم سے مراد:** مالی جرائم دو جرم سرقہ (چوری) اور قطع الطریق (رہزنی، ڈکیتی) ایسے جرم ہیں۔ جن پر شریعت نے مقررہ سزائیں تجویز کی ہیں۔ سرقہ میں جرم مالی ہوتا ہے۔ اس طرح راہزنی میں بھی مجرم کے پیش نظر اصل مقصد مال کا ہتھیانا ہوتا ہے۔ اس لئے بعض فقہاء نے عام چوری کو ''سرقہ صغریٰ'' اور راہزنی ''سرقہ کبریٰ'' کہا ہے۔ یہ دونوں جرائم حدود میں شامل ہیں۔ لیکن چونکہ ہمارا موضوع مالی جرائم میں تعزیری سزاؤں سے متعلق ہے۔ لیکن تعزیری سزا قائم رہتی ہے۔ موجب تعزیر سرقہ اور موجب تعزیر راہزنی کے علاوہ متعدد ایسے مالی جرائم ہیں۔ جن میں اسلامی قانون نے کوئی سزا مقرر نہیں کی۔ اس لئے یہ دو امور پر مشتمل ہوگا۔

**اول:** قابل تعزیر سرقہ اور اس سے متعلق جرائم۔

**دوم:** قابل تعزیر راہزنی اور اس سے متعلق جرائم۔

**راہزنی کی سزا:** راہزنی اور ڈکیتی کی سزا قرآنی نص سے ثابت ہے۔ اس جرم میں نفاذ سزا کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

1۔ راہزن بالغ مرد ہو۔

2۔ متضرر (یعنی جس کے خلاف ارتکاب جرم کیا جائے وہ مسلمان یا ذمی ہو اور متعلقہ مال جائز طور پر اس کے قبضے میں آیا ہو۔

3۔ راہزن متضرر کے محرمات میں سے نہ ہو۔

4۔ متعلقہ مال معصوم اور محفوظ مالیت رکھتا ہو متضرر کی ملکیت ہو، ملکیت میں کوئی شبہ نہ ہو، نصاب کے برابر ہو۔

5۔ راہزنی کا ارتکاب شہر سے باہر کسی مقام پر کیا گیا ہو۔

**راہزنی کے احکام:** اس طرح چند صورتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ **نابالغ راہزن:** اگر راہزن نابالغ ہو تو اس پر حد جاری نہ ہوگی کیونکہ اس نے ایک ایسے جرم کا ارتکاب کیا ہے جس میں حد واجب نہیں ہے۔ اسے تعزیری سزا ضروری دی جائے گی۔ رہے وہ بالغ لوگ جو اس نابالغ کے ساتھ شریک جرم تھے۔ تو امام ابوحنیفہ اور امام زفر رحمہما اللہ کے نزدیک ان پر بھی حد واجب نہ ہوگی لیکن امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی رائے میں اگر راہزنی کا ارتکاب براہِ راست نابالغ نے کیا ہو اور اس نے مال لیا ہو تو کسی پر حد نہ ہوگی۔ ہاں اگر نابالغ کے علاوہ بالغ لوگوں نے بھی اس میں حصہ لیا تو بالغوں پر حد جاری ہوگی اور نابالغ پر حد تعزیری سزا ہوگی۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ جرم ایک ہے اور سب نے مل کر اس کا ارتکاب کیا ہے۔ حق میں شبہ سب کے حق میں شبہ ہوگا اور کسی پر حد نافذ نہ ہوگی۔ صرف تعزیری سزا دی جائے گی کیونکہ سب کے لیے پاک ہی شرعی حکم ہے۔

2۔ **عورت راہزن:** اگر راہزنی میں مردوں کے ساتھ عورت بھی شامل ہو تو اس کے بارے میں فقہاء میں اختلاف ہے۔ احناف کا کہنا ہے کہ مردوں کے علاوہ اگر عورت خود اپنے بل بوتے پر راہزنی میں شریک ہو اور مال ہتھیا لے تو اس پر حد کا اجراء نہ ہوگا کیونکہ ان کے نزدیک کسی راہزن پر حد کے اجراء کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ مرد ہو البتہ عورت کو تعزیری سزا دی جائے گی۔ احناف میں امام طحاوی رحمہ اللہ مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ راہزنی میں مردوں اور عورتوں کے لیے ایک ہی سزا ہے۔ اس لیے آیت کے مفہوم کے مطابق مرد اور عورت دونوں پر حد کا اجراء ہوگا۔ یہ تو عورت کا حکم ہے، رہے وہ مرد جو اس عورت کے ساتھ راہزنی میں شریک تھے تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہم اللہ کے نزدیک ان پر بھی حد جاری نہ ہوگی۔ خواہ وہ مرد اس عورت کے ساتھ ارتکاب جرم میں شریک ہوئے یا نہیں ہوتے ہاں انہیں اس جرم کی تعزیری سزا ضروری جائے گی۔ امام یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عورت کے علاوہ دوسرے مرد مجرموں پر حد کا اجراء ہوگا۔ ائمہ ثلاثہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:۔ ''راہزنی میں مرد اور عورت دونوں کا حکم یکساں ہے لہٰذا عورت پر راہزنی کی سزا کا اجراء ہوگا بشرطیکہ اس جرم میں حد جاری کرنے کی دوسری ضروری شرائط پوری ہو رہی ہوں۔'' مشہور حنبلی فقیہ ابن قدامہ اپنی تالیف ''المغنی'' میں لکھتے ہیں:۔ ''راہزنی میں عورت اور مرد کا حکم ایک ہی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ عورت پر حد سرقہ کا اجراء ہوتا ہے اس لیے راہزنی میں بھی اس پر مردوں کی طرح حد جاری ہوگی اور اسے نابالغ اور مجنوں پر قیاس نہ کیا جائے گا کیونکہ وہ مکلف ہے اور اس پر تمام حدود کا اجراء واجب ہے۔'' (ج ۱۰، ص: ۳۱۹) ہمارے خیال میں قابلِ ترجیح رائے

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں
میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام، بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹس کے لیے آرڈر کریں اور نمبر پر رابطہ کریں
0334-5504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaou.com

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام ، بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی پی ایچ ڈی ایف اے اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

یہی ہے کہ اس معاملے میں عورت اور مرد میں کوئی فرق نہیں ہونا چاہیے کیونکہ راہزنی کے بنیادی عناصر غلبہ اور جبر جو بالعموم مردوں کے اندر پائے جاتے ہیں۔ یہ ضروری نیں کہ عورت کے اندر نہ پائے جاتے ہیوں۔ خصوصاً جدید دور میں جب عورت بھی اسلحہ استعمال کرسکتی ہے اور اس کے نتیجے میں اس جرم کا ارتکاب آسانی سے کرسکتی ہے۔

3۔ **حربی اور مستامن:** راہزنی کے نفاذِ حد کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ متاثرہ شخص مسلمان یا ذمی ہو۔ حربی اور مستامن نہ ہو احناف کے نزدیک حربی یا مستامن کا مال لوٹنے والے راہزن پر حد جاری نہ ہوگی بلکہ انہیں تعزیری سزا دی جائے گی۔ حنفی عالم سرخسی اپنی مشہور تالیف ''المبسوط'' میں رقم طراز ہیں: اگر راہزنی کا ارتکاب کسی ایسے شخص یا اشخاص کے خلاف ہوا جو حربی ہوں اور دارالسلام میں مستامن ہو (یعنی ویزا لے کر) آئے ہوں تو ایسے مجرموں پر حد کی سزا کا اجراء نہ ہوگا کیونکہ ایسے اخاص کے اموال کے مباح ہونے کا حقیقی سبب یعنی ان کا حربی ہونا تو بہر حال موجود ہے۔ یہ اباحت اگرچہ ان کے دارالحرب کے اندر واپس ہو جانے تک موقوف اور موخر ہے لیکن حربی اور مستامن کے خلاف راہزنی کرنے والوں کو مال کا تاوان دینا ہوگا اور جو افراد قتل ہوئے ہیں ان کی دیت ادا کرنی ہوگی کیونکہ مستامن کے خون مین بھی شبہ موجود ہے وہ دارالحرب میں جا سکتا ہے لہذا اس شبہ کی وجہ سے تقل کی سزا تو ساقط ہو جائے گی۔ البتہ مجرمین کو مالی تاوان دینا ہوگا کیونکہ مالی تاوان شبہ کی صورت میں واجب ہوتا ہے تاکہ لوگوں کے مال محفوظ رہیں۔ البتہ انہیں اس لیے دردناک تعزیری سزا دینا ضروری ہے کہ انھوں نے راہزنی کے ذریعے لوگوں کو حراساں کیا۔ اگر متاثرہ افراد ایک سے زائد ہوں وہ سب کے سب مستامن حربی ہوں یا ان کے ساتھ مسلمان شریک سفر ہوں ان سب کے خلاف مجرم کا ارتکاب کیا گیا ہو تو دونوں صورتیں میں تعزیری سزا دی جائے گی۔

4۔ **مال کا قبضہ درست نہ ہو:** راہزنی کی سزا کے اجراء کے لیے ضروری ہے کہ متعلقہ مال جائز طور پر متاثرہ شخص کے قبضے میں ہو اگر راہزنی کی زد میں آنے والا مال ایسا ہو جس پر متاثرہ شخص کا قبضہ درست نہ ہو تو بھی مجرموں کو حد کی سزا نہ دی جائے گی مثلاً اس شخص نے چوری، ڈکیتی وغیرہ کے ذریعے مال حاصل کیا ہو۔

5۔ **راہزن کا محرمات میں سے ہونا:** اگر راہزنوں میں کوئی ایک شخص متاثرین میں سے کسی ایک کے محرم رشتہ داروں میں سے ہو تو بھی اس صورت میں انہیں تعزیری سزا دی جائے گی۔ اس رشتہ دار پر سے تو حد اس لیے ساقط ہوگی کہ راہزنی کی زد میں آنے والے مال میں شبہ ملکیت موجود ہے۔ اور دوسرے مجرم اس لیے سزائے حد سے بچ نکلیں گے کہ انہوں نے جس جرم میں شرکت کی ہے کم از کم اس کے ایک مجرم کے حق میں شبہ پیدا ہو گیا ہے، چونکہ سب کا جرم ایک ہے اور سب کے لیے ایک ہی حکم ہے اس لیے ایک کا شبہ کے حق میں شبہ شمار ہوگا۔

6۔ **مال کی شرائط:** اجرائے حد کے لیے محل جرم یعنی مال کا معصوم ہونا بھی شرط ہے معصوم مال ہوتا ہے جس کو لینے کا کسی کو نہ ہونا اور نہ کوئی شخص اس مال کو لینے کے لیے کوئی تاویل کرسکتا ہو۔ اگر مال نہ ہو تو حد نافذ نہ ہوگی اسی طرح جب مال کسی کی ملکیت ہی میں نہ ہو یا راہزن اس میں شریک ہو یا اس کے لیے ملکیت کی تاویل کی گنجائش ہو یا شبہ ملکیت ہو یا مال محفوظ نہ ہو۔ مال محفوظ ہونے کی مثال یہ ہے کہ قافلہ محوِ سفر ہے اور دوران سفر خود اس قافلے کے کچھ لوگ دوسروں کے خلاف راہزنی کا ارتکاب کر ڈالیں اس طرح محفوظ جگہ اور حفاظت کی شرط مفقود ہو جائے گی کیونکہ یہاں تو ''حرز'' قافلہ ہی ہے لیکن ان تمام صورتوں میں حد کا نفاذ نہ ہوگا۔ البتہ تعزیری سزا ضروری جائے گی۔ کیونکہ معصیت کا ارتکاب ہوا ہے لیکن اس میں قطع طریق کی حد کا اجراء کسی جوہ سے نہ ہوسکا۔ یہ رئاے احناف شوافع اور حنابلہ کی ہے، اس کے برعکس امام مالک رحمہ اللہ راہزنی میں مال کی محفوظیت کو شرط قرار نہیں دیتے۔ ان کے نزدیک راہزنی کی زد میں اگر غیر محفوظ اور متروک مال بھی آجاتا ہے تو بھی راہزنوں پر حد جاری کی جائے گی۔ علاوہ ازیں امام مالک رحمۃ اللہ کے نزدیک راہزنی میں اجرائے سزا کے لیے نصاب شرط نہیں ہے فقہ مالکی کی مشہور کتاب ''المدونۃ الکبریٰ'' میں ہے: ''اگر راہزن نصاب قطع ید سے بھی کم قیمت کا مال لیں تو راہزنوں پر حد جاری ہوگی۔ راہزن کم مال حاصل کریں یا زیادہ اس کا ایک ہی حکم ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ مجرم اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے خلاف بغاوت میں ملوث ہے امن وامان کو خراب کیا ہے نیز زمین میں فساد پھیلا ہے۔ اس لیے اس کا جرم قرآنی آیت کے عمومی مفہوم میں داخل ہے۔

7۔ **ارتکاب جرم شہر میں ہو:** ایک شرط یہ بھی ہے جرم کا ارتکاب شہری آبادی میں نہ ہوا ہو بلکہ آبادی سے دور صحرا یا جنگل میں ہوا گر جرم کا ارتکاب شہری آبادی میں ہوا ہو، رات کو یا دن کو ہتھیاروں سے ہو یا بغیر ہتھیاروں کے تو مجرموں پر حد نہیں بلکہ تعزیری سزا دی جائے گی۔ یہ رائے احناف میں امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کی ہے لیکن امام یوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ ہر صورت میں حد واجب ہے۔ جمہور فقہاء عدم حد کو استحسان سمجھتے ہیں جب کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ علیہ قیاس حد کو واجب قرار دیتے ہیں۔ قیاس کی وجہ سے ہے کہ حد کا سبب راہزنی ہے جو شہر کے اندر اور شہر کے باہر دونوں جگہ موجود ہے اس لیے حد واجب ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک استحسان اس لیے ہے کہ راہزنی سطع طریق حقیقتاً آبادی سے دور ممکن ہے یعنی ایسے راستے میں سفر کرنا جہاں پر اگر راہگیر پر حملہ کیا جائے تو وہ نہ خود دفاع کرسکے اور نہ ہی کسی کو اپنی مدد کے لیے بلا سکے۔ جب کہ شہروں اور آبادیوں میں جہاں اپنے دفاع کے ساتھ کسی کو اپنی مدد کے لیے بلایا جاسکتا ہے، وہاں ڈکیتی ممکن نہیں اس لیے حد واجب نہیں ہے۔

**سوال نمبر 25۔ فقہ اسلامی کی روشنی اخلاقی جرائم پر روشنی ڈالیں نیز اس کے ارتاب سے متعلق احکام بیان کریں۔**

**جواب: اخلاقی جرائم اور اس کی تعزیری سزائیں۔** شریعت اسلامیہ میں بعض انفرادی جرائم ایسے ہیں جن کی سزا مقرر نہیں ہے۔ لیکن ان سے نظام تمدن میں خلل

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 03345504551

پڑتا ہے، معاشرے کا سکون پامال ہوتا ہے اور افراد عدم تحفظ کا شکار ہو جاتے ہیں۔لہٰذا شریعت نے ایسے جرائم کی سزا حکام کی صوابدید پر چھوڑ دی ہے۔ایسے جرائم بے شمار اور مختلف النوع ہیں۔مسلمان فقہاء نے ایسے تمام جرائم سے بحث کی ہے اور ان کے مجرموں کے لیے تعزیری سزائیں تجویز کی ہیں۔ذیل میں ہم ان میں سے بعض کا ذکر کرتے ہیں۔

1- **جھوٹ شہادت:** جھوٹی شہادت بھی ان کبیرہ گناہوں میں داخل ہے جنہیں شریعت اسلامیہ نے حرام قرار دیا ہے۔قرآن وسنت میں اس کی حرمت اور مذمت آئی ہے۔

فاجتنبواالرجس من الا وثان وجتنبو قول الزور الحج۲۲:۳۰

یعنی تم بت پرستی کی آلودگی سے بچو اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جھوٹی بات کو بت پرستی کے زمرے میں رکھا ہے۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جھوٹی شہادت کو جرم عظیم قرار دیا گیا ہے نیز دوسری جگہ فرمایا:

یٰا یھا الذین ء امنو کونو قوٰمین بالقسط شھدآ ء للہ ولو علیٰ انفسکم اولوٰلدین والآقربین (ج) ان یکن غنیا اوفقیرافاللہ اولیٰ بھما(ط)فلاتتبعو ا الھویٓ ان تعدلو وان تلو او تعرضو فان اللہ کان بما تعملون خبیرا(۱۳۵)

اے مومنو!انصاف پر قائم رہو اور اللہ کے لیے سچی گواہی دو۔خواہ اس میں تمہارا یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں کا نقصان ہو،اگر کوئی امیر ہے یا فقیر اللہ ان کا خیر خواہ ہے تو تم خواہش نفس کے پیچھے چل کر عدل کو نہ چھوڑ دینا،اگر تم کجی کرو گے یا گواہی سے بچنا چاہو گے تو جان لو!اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں سے بخوبی واقف ہے۔(النساء،۴:۱۳۵)

مزید فرمایا:والذین لا یشھدون الزور اور وہ لوگ جو جھوٹ گواہی نہیں دیتے۔الفرقان،۲۵:۷۲

صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوبکرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الا انبئکم باکبر الکبائر کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں۔

صحابہ نے کہا''ہاں''یارسول اللہ۔آپ ﷺ نے فرمایا!اللہ سے شرک کرنا،والدین کی نافرمانی،آپ ﷺ نے خطبہ دیا اور تین دفعہ فرمایا:

الا وقول الزور وشھادۃ الزور

خبردار جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی اور بار بار آپ یہی فرماتے رہے۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے خطبہ دیا اور تین دفعہ فرمایا:ایھا الناس عدلت شھادۃ الزور اشراکا باللہ

اے لوگو!جھوٹی گواہی دینا اللہ کا شریک بنانے کے برابر ہے۔اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

فاجتنبو الرجس من الاوثان واجتنبو قول الزور الحج۲۲:۳۰

یعنی تم بت پرستی کی آلودگی سے بچو اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو۔

الغرض قرآن وحدیث میں جھوٹی گواہی کو گناہ کبیرہ قرار دیا گیا ہے اور اسے سخت حرام اور قابل مذمت ٹھہرایا گیا ہے۔وجہ ظاہر ہے کہ عموماً جھوٹی گواہی دینا معمولی بات سمجھا جاتا ہے اور اکثر لوگ اس میں مبتلا ہیں اس لیے گو شریعت نے جھوٹی گواہی کے لیے کوئی حد مقرر نہیں کی،تاہم فقہاء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اس کے مرتکب کو اصولاً تعزیری سزا دی جائے گی۔فقہاء جھوٹی شہادت کے جرم میں حالات کے مطابق مختلف تعزیری سزائیں تجویز کی ہیں۔

2- **جھوٹی اطلاع:** جھوٹی اطلاع بھی قابل تعزیر ہے اگر ایک شخص دوسرے پر کسی چیز کا دعویٰ کرے اور ثابت ہو جائے کہ وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا تھا نیز اس کے دعوے میں مدعی علیہ کو اذیت پہنچی ہو تو اس نے ایک ایسی معصیت کا ارتکاب کیا ہے جس میں گو کوئی مقرر شرعی حد نہی ہے۔تاہم اس پر اسے تعزیری سزا دی جا سکتی ہے۔ابن فرحون''تبصرہ الحکام''میں لکھتے ہیں:''جو شخص ناحق شکایت کرے تو اسے تادیبی سزا دی جائے گی،جو کم از کم سزائے قید ہو سکتی ہے تاکہ جھوٹے اور مقدمہ باز لوگوں کو ایسے کاموں سے روکا جا سکے۔صاحب کشاف،القناع عن متن الاقناع،میں رقم طراز ہیں:

اگر مدعی اپنے دعوی میں جھوٹا ثابت ہو جائے اور اس سے مدعی علیہ کو اذیت پہنچی ہو تو اسے جھوٹ اور اذیت دہی کی وجہ سے تعزیری سزا دی جائے گی۔نیز ناجائز دعویٰ کی وجہ سے مدعی علیہ کو جو نقصان پہنچا ہے،مدعی سے اس کا تاوان بھی لیا جائے گا۔

3- **حیوانات کو ضرررسانی:** شریعت نے پالتو حیوانات کو قتل اور ضرررسانی سے منع کیا ہے خواہ اس تکلیف کی نوعیت کیسی ہی کیوں نہ ہو۔مثلاً حیوان کو روکے رکھنا اور



0334 5504551
Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

اسے چارہ وغیرہ نہ کھلانا۔جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

**دخلت امراۃ النار فی ھرۃ ربطتھا فلم تطعمھا ولم تدعھا تاکل من خشا ش الا رض**

یعنی ایک بے رحم عورت اس لیے جہنم میں داخل کی گئی کہ اس نے ایک بلی کو باندھ کر بھوکا مار ڈالا نہ تو اسے خود کھانے کو دیا اور نہ اسے چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے سے اپنی غذا حاصل کر سکتی۔

رسول اللہ ﷺ صحابہ کو ہمیشہ تاکید فرماتے تھے: بار برداری کے مویشیوں کو تکلیف نہ دی جائے۔ایک دفعہ راستے میں ایک گدھا دیکھا جس کا چہرہ داغا گیا تھا، فرمایا جس نے اس کا چہرہ داغا ہے اس پر اللہ کی لعنت۔

عربوں میں بے رحمی کا ایک دستور یہ بھی تھا کہ کسی جانور کو باندھ کر اس کا نشانہ بناتے تھے اور تیز اندازی کی مشق کیا کرتے تھے۔آپ ﷺ نے اس سنگدلی کی بھی ممانعت فرمائی۔جدید دنیا نے انسداد بے رحمی، ذمہ داری کو اب سمجھا ہے لیکن رحمت العالمین نے آج سے چودہ سو سال قبل دنیا کو یہ تعلیم دی تھی۔

4-**املاک کی بے حرمتی**: ہر ایسا فعل جس سے دوسرے کی املاک کی بے حرمتی ہوتی ہو قابل مذمت اور احیاناً قابل تعزیر ہے۔مثلاً ایسی غیر مقولہ جائیداد میں داخل ہو کر جو کسی دوسرے کے قبضے میں ہو یا اس مکان میں داخل ہو جس میں کوئی سکونت پذیر ہو، یا اسے سکونت کے لیے تیار کیا گیا ہو اور اس کا ارادہ یہ ہو کہ اس کو قبضے کی طاقت سے روکے یا وہاں کسی جرم کا ارتکاب کرے یا کسی جرم کا ارتکاب کرنا چاہتا ہے۔قرآن کریم میں بلا اجازت دوسرے کے مکان میں داخلہ سے منع کیا گیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: **یا ایھاالذین ء امنو ا لا تدخلو ا بیوتا غیر بیوتکم حتیٰ تستانسو ا وتسلمو ا علیٰ اھلھا ذالکم خیر لکم لعلکم تذکرون (۲۸)فان لم تجدو افیھآ احد فلا تدخلو ھا حتی یوذن لکم (صلے) وان قیل لکم ارجعو فارجعو ا(صلے)ھوا از کیٰ لکم (ج) واللہ بم تعملون علیم (۲۸)**

اے مومنو! اپنے گھر کے سوا دوسرے لوگوں کے گھروں میں اہل خانہ کی اجازت لیے اور ان کو سلام کیے بغیر داخل نہ ہو جاؤ۔یہ تمہارے حق میں بہتر ہے تاکہ تم یاد رکھو۔ اگر تم وہاں کسی کو نہ پاؤ تو پھر بھی اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے۔اور اگر تم سے کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو واپس ہو جاؤ، یہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔ النور،۲۴:۲۷۔۲۸

اس ضمن میں فقہاء نے بعض ایسی صورتوں کا ذکر کیا ہے جن میں وہ تعزیر کو واجب خیال کرتے ہیں۔مثلاً کوئی شخص بغیر کسی کے علم اور اجازت کے کسی کے گھر میں پایا جائے جب کہ مکان کے اندر داخل ہونے کا مقصد بھی واضح نہ ہو۔چنانچہ اس مثال میں بغیر اجازت دوسرے گھر میں محض داخل ہونے پر تعزیری سزا دی جائے گی تو اگر کوئی کسی کے گھر کسی جرم کے ارتکاب کیلئے داخل ہو تو اس پر بطریق اولیٰ تعزیر سزا کا اطلاق ہوگا۔

الغرض اسلامی قانون کا یہ نظریہ اس کے اصول ومبادی کے عین مطابق ہے۔اسلام لوگوں کی رہائش گاہوں کے تقدس کو بڑی اہمیت دیتا ہے اور ان کی ہر قسم کی بے حرمتی قابل تعزیر جرم ہے۔

**قومی واجتماعی جرائم**: شریعت اسلامیہ نے ان تمام افعال کو ممنوع قرار دیا ہے جو عوامی مفاد اور مصلحت عامہ کے خلاف کیے جاتے ہیں۔یہ افعال اور جرائم ایسے ہیں کہ جن سے اکثر کی زد افراد کے مفاد پر پڑتی ہے۔ایسے تمام اجتماعی افعال اور قومی جرائم کا احاطہ تو ممکن نہیں ہے لیکن ہم ان میں سے بعض اجتماعی جرائم کا ذکر کرتے ہیں، جو قومی سلامتی اور ملکی امن کے خلاف ہے۔

1-**قومی سلامتی کے خلاف خارجی جرائم**: ہر وہ کام قابل مذمت اور جرم ہے جو ملکی امن اور قومی سلامتی کے خلاف ہو یا جس سے مملکت کے دشمنوں کو فائدہ پہنچتا ہو۔اسلامی قانون اس کے مرتکب کو سزا دیتا ہے تاکہ مملکت کو بچایا جا سکے۔ملک کو مستحکم کیا جا سکے، نیز ان تمام امور کا سد باب کیا جا سکے جو ملک وقوم کے لیے نقصان دہ ہیں ذیل میں ہم ایسے بعض جرائم کا تذکرہ کرتے ہیں۔

2-**جاسوسی**: اسلام میں ملک کے خلاف دشمن کے لیے جاسوسی بھی جرم ہے خواہ اس کی نوعیت کیسی ہی ہو، نیز جاسوسی کے لیے خواہ کوئی بھی ذریعہ استعمال کیا جائے۔

ارشاد خداوندی ہے: **ولا تجسسو** اور جاسوسی نہ کرو۔الحجرات،۴۹:۱۲

جاسوسی ممنوع ہے اگر کوئی جاسوسی کا ارتکاب کرے تو وہ معصیت کا مرتکب ہوگا پھر چونکہ شریعت نے اس معصیت پر کوئی حد مقرر نہیں کی لہٰذا اس کے مرتکب کو تعزیری سزا دی جائے گی۔مشہور حنفی امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الخراج'' میں لکھتے ہیں: جاسوس اگر دشمن ملک سے ہو یا یہود ونصاریٰ اور مجوسی میں سے اہل ذمہ ہوں تو ان کی گردن اڑا دیجئے اگر وہ معروف اہل اسلام میں سے ہوں تو انہیں دردناک جسمانی سزا دی جائے گی۔اور اس کے ساتھ انہیں ایک طویل عرصے تک

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

03454551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام، بی ایڈ، بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اختیاری مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

قید میں رکھا جائے یہاں تک کہ وہ تائب ہو جائیں۔

دیگر جرائم: اس سلسلے کے چند جرائم یہ ہیں:

1) حکومت کے خلاف ہتھیار اٹھانا۔

2) دشمن کو مملکت میں داخل ہونے کی سہولت فراہم کرنا۔

3) دشمن کی ایسی مسلح افواج سے وابستہ ہونا جو حکومت کے خلاف برسر پیکار ہوں۔

4) کوئی قلعہ یا کوئی مورچہ دشمن کے حوالے کرنا نیز اسے ایسی چیزیں فراہم کرنا جسے مملکت کی مدافعت میں استعمال ہونا ہو۔

5) جنگ کے دوران دشمن ملک کے ساتھ کوئی معاملہ کرنا۔

الغرض یہ تمام جرائم از روئے اسلامی قانون حرام اور قابل تعزیر سزائیں ہیں۔ لہٰذا ان کے مرتکبین کو تعزیری سزا دینا ضروری ہے۔

**سوال نمبر 26۔ قومی جرائم اور انکی سزاؤں پر جامع نوٹ تحریر کریں۔**

**جواب۔**

**قومی و اجتماعی جرائم:** شریعت اسلامیہ نے ان تمام افعال کو ممنوع قرار دیا ہے جو عوامی مفاد اور مصلحت عامہ کے خلاف کیے جاتے ہیں۔ یہ افعال اور جرائم ایسے ہیں کہ جن سے اکثر کی زد افراد کے مفاد پر پڑتی ہے۔ ایسے تمام اجتماعی افعال اور قومی جرائم کا احاطہ تو ممکن نہیں ہے لیکن ہم ان میں سے بعض اجتماعی جرائم کا ذکر کرتے ہیں، جو قومی سلامتی اور ملکی امن کے خلاف ہے۔

**1- قومی سلامتی کے خلاف خارجی جرائم:** ہر وہ کام قابل مذمت اور جرم ہے جو ملکی امن اور قومی سلامتی کے خلاف ہو یا جس سے مملکت کے دشمنوں کو فائدہ پہنچتا ہو۔ اسلامی قانون اس کے مرتکب کو سزا دیتا ہے تا کہ مملکت کو بچایا جا سکے۔ ملک کو مستحکم کیا جا سکے، نیز ان تمام امور کا سد باب کیا جا سکے جو ملک و قوم کے لیے نقصان دہ ہیں ذیل میں ہم ایسے بعض جرائم کا تذکرہ کرتے ہیں۔

**2- جاسوسی:** اسلام میں ملک کے خلاف دشمن کے لیے جاسوسی بھی جرم ہے خواہ اس کی نوعیت کیسی ہی ہو، نیز جاسوسی کے لیے خواہ کوئی بھی ذریعہ استعمال کیا جائے۔

ارشاد خداوندی ہے: ولا تجسسو اور جاسوسی نہ کرو۔ الحجرات ۴۹:۱۲

جاسوسی ممنوع ہے اگر کوئی جاسوسی کا ارتکاب کرے تو وہ معصیت کا مرتکب ہوگا پھر چونکہ شریعت نے اس معصیت پر کوئی حد مقرر نہیں کی لہٰذا اس کے مرتکب کو تعزیری سزا دی جائے گی۔ مشہور حنفی امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الخراج'' میں لکھتے ہیں: جاسوس اگر دشمن ملک سے ہو یا یہود و نصاریٰ اور مجوسی میں سے اہل ذمہ ہوں تو ان کی گردن اڑا دیجئے اگر وہ معروف اہل اسلام میں سے ہوں تو انہیں دردناک جسمانی سزا دی جائے گی۔ اور اس کے ساتھ انہیں ایک طویل عرصے تک قید میں رکھا جائے یہاں تک کہ وہ تائب ہو جائیں۔

دیگر جرائم: اس سلسلے کے چند جرائم یہ ہیں:

1) حکومت کے خلاف ہتھیار اٹھانا۔

2) دشمن کو مملکت میں داخل ہونے کی سہولت فراہم کرنا۔

3) دشمن کی ایسی مسلح افواج سے وابستہ ہونا جو حکومت کے خلاف برسر پیکار ہوں۔

4) کوئی قلعہ یا کوئی مورچہ دشمن کے حوالے کرنا نیز اسے ایسی چیزیں فراہم کرنا جسے مملکت کی مدافعت میں استعمال ہونا ہو۔

5) جنگ کے دوران دشمن ملک کے ساتھ کوئی معاملہ کرنا۔

الغرض یہ تمام جرائم از روئے اسلامی قانون حرام اور قابل تعزیر سزائیں ہیں۔ لہٰذا ان کے مرتکبین کو تعزیری سزا دینا ضروری ہے۔

**4- قومی سلامتی اور ملکی امن کے خلاف داخلی جرائم:** حکومت کے داخلی امن و سلامتی سے تعلق رکھنے والے اہم جرائم میں بغاوت سرفہرست جرم ہے۔ اس جرم کا ارتکاب کرنے والے مجرمین کو باغی کہا جاتا ہے۔ اور ان پر باغیوں کے لیے مقررہ سزاؤں کا اجراء ہوتا ہے، باغیوں اور ان کے لیے متعین سزا پر بحث سرقہ اور راہزنی کے جرائم کے ذیل میں آتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص ایک فوج اور جنگی قوت حاصل ہونے کی تمنا اس لیے کرے کہ وہ موجودہ حکومت کی نافرمانی کر سکے، اگر ایسے شخص کی یہ خواہش ثابت ہو جائے تو وہ تعزیر سزا کا مستحق ہوگا۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اشتقاقی مشقوں کے لیے آئیڈی کے نمبر پر رابطہ کریں

**5-رشوت**: رشوت سنگین معاشرتی جرم ہے جس سے عدل وانصاف کی ترازو ڈانواڈول ہوجاتی ہے، اس سے ظالم کی حوصلہ افزائی اور مظلوم کی رسوائی ہوتی ہے۔اس لیے اسلام اس معاشرتی ناسور کوتعزیری جرم قرار دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **ولا تاکلو اامو الکم بینکم بالبطل وتدلو بھا الی الحکم لتاکلو ا فریقامن اموال الناس بالا ثم وانتم تعلمون**" اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور اس کو راشی حکام کے پاس پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال ناجائز طور پر نہ کھا جاؤ اور اسے تم جانتے بھی ہو۔البقرہ،۲:۱۸۸

رشوت ستانی کے عام ہونے سے انصاف کا خون ہوتا ہے، عدالتی نظام پامال ہوتا ہے اور متعدد برائیاں جنم لیتی ہیں۔مثلاً قاضی یا حاکم مجرموں سے کچھ اپنے لیے حاصل کریں کہ ان پر حدود کو موقوف کریں یا نہیں الزام سے بری کرنے کی خاطر ان سے کوئی چیز لیں۔اس قسم کی رشوت میں دو عظیم مفاسد ہیں۔ایک یہ کہ اللہ کی حد معطل ہوگئی، دوسرے یہ کہ لینے والے نے حرام خوری کی۔اس طرح ایک تو ترک واجب ہے اور دوسرا ارتکاب جرم۔

نیز جو قاضی رشوت خوری کرتا ہے، وہ اس کے ساتھ کسی دوسرے مفاسد میں بھی مبتلا ہوجاتا ہے مثلاً وہ جھوٹی شہادت سننے پر مجبور ہوتا ہے۔نیز رشوت ستانی اس مقصد کے بھی منافی ہے جس کے لیے اسے جج مقرر کیا گیا ہے کیونکہ اسے حاکم بنانے کا مقصد یہ تھا کہ وہ معروف کا حکم دے اور منکر سے روکے، لیکن وہ اس سے رشوت لے کر منکر کی حوصلہ افزائی کر رہا ہے۔لہٰذا اسے تعزیری سزا دینا واجب ہوگا جس میں اس کا اپنے عہدے سے معزول کیا جانا بھی شامل ہے کیونکہ جس کام کے لیے وہ مقرر کیا گیا تھا وہ اس کا اہل نہیں رہا۔

**6-ملازمین کا اپنے اختیارات سے تجاوز**: اگر کوئی ملازم اپنے حدود اختیارات سے تجاوز کرے یا اپنے فرائض میں کوتاہی کا مرتکب ہو تو اس کا یہ فعل اسلامی قانون میں قابل تعزیر جرم ہوگا۔ایسے ملازمین کو سزا دی جائے تاکہ وہ عوام کے ساتھ اپنے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دیں اور حکومتی مشینری ٹھیک طور سے کام کرے اور ان کا رویہ خادمانہ ہونا چاہیئے۔عوام کو ان سے پورا پورا فائدہ پہنچے جن کی خدمت کے لیے انہیں ملازم رکھا گیا ہے۔ مثلاً

**(الف) جج کا فیصلہ نہ دینا**: اگر مدعی تمام قانونی تقاضے اور لوازمات پورے کردے اور اس کے بعد بھی جج یا قاضی فیصلہ دینے میں توقف کرے تو اسے اپنے منصب اور عہدہ سے معزول کر دیا جائے گا۔علاوہ ازیں اسے تعزیری سزا بھی دی جائے گی۔نیز اگر وہ بلاوجہ فیصلہ دینے میں تاخیر کرے تو بھی تعزیری سزا کا مستحق ہوگا اور اسے اپنے منصب سے معزول کیا جائے گا۔

اگر آج اس اسلامی قانون کو نافذ کر دیا جائے تو اس کے مفید اثرات مرتب ہوں گے ججوں کا طرز عمل بہتر ہوجائے گا وہ مقدمات کا فیصلہ جلد کریں گے، رشوت کے چور دروازے بند ہوجائیں گے اور جرائم میں کمی آجائے گی۔

**(ب) جج کی ناانصافی**: اگر جج کا قاضی فیصلہ دیتے وقت عمداً ناانصافی سے کام لے تو اس کا یہ جرم قبیح اور معصیت شمار ہوگا اور اسے اس بناء پر معزول کر دیا جائے گا کیونکہ اس نے اپنے منصب میں خیانت کا ارتکاب کیا، نیز فیصلے میں جانبداری اور ناانصافی کا مرتکب ہوا جس کی وجہ سے اس نے اپنے آپ کو منصب قضاء کیلئے نااہل ثابت کر دیا ہے۔سرخسی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "المبسوط" میں لکھا ہے: جب قاضی کسی مقرر سزا یا قصاص یا کسی مالی تاوان کا فیصلہ کرے تو وہ متاثرہ شخص کے مالی نقصان کا ضامن ہوگا اور اسے اس منصب سے معزول کیا جائے گا، نیز اسے تعزیری سزا دی جائے گی کیونکہ وہ ظلم اور خیانت کا مرتکب ہوا ہے۔یہ حکم تب ہوگا جب قاضی جانتے ہوئے ناانصافی کرے گا، لیکن اگر وہ جرم کا ارتکاب بطور خطاء کرے تو اس پر اس فیصلے کے نتیجے میں ہونے والے نقصان کا تاوان نہ ہوگا۔کیونکہ کوئی جج بھی غلطی سے معلوم نہیں ہوتا اور خطاء نسیان از روئے شریعت قابل سزا نہیں۔

**7-فرائض منصبی کی عدم ادائیگی**: ہر وہ سرگرمی جو حکومت کی مشینری کو مفلوج کردے، نظم وضبط میں رکاوٹ کا باعث ہو اور نظام حکومت کو معطل کردے، اسلامی شریعت اسے قابل تعزیر جرم گردانتی ہے۔اس سزا کا مقصود یہ ہے کہ سرکاری ملازمین کا کام احسن طریقے سے انجام پائے تاکہ حکومت اپنے فرائض کو مستعدی اور مکمل نظم وضبط سے سرانجام دے۔اسی طرح اگر ملازمین کا ایک گروہ اپنا کام چھوڑ دے یا عمداً اپنے فرائض میں سے کسی فریضے کو ادا کرنے سے انکار کر دے اور اس کے سب افراد اس کے ذریعے کوئی مشترکہ مقصد حاصل کرنا چاہتے ہوں تو انہیں اس جرم پر تعزیری سزا دی جائے گی۔کیونکہ اس جرم میں کوئی متعین سزا نہیں ہے۔

**8-ملازمین کی عوام سے بدسلوکی**: جو سرکاری ملازم یا وہ شخص جو کسی شخص سے بدسلوکی کرے، مثلاً وہ بغیر قانونی جواز کے کسی شخص پر سختی کرے یا اس کے گھر میں داخل ہوجائے یا اس کے علاوہ کوئی اور بدسلوکی کرے تو ایسے ملازم کو ایک ایسے جرم کا مرتکب سمجھا جائے گا جس میں شارع کی طرف سے کوئی سزا متعین نہیں۔لہٰذا اسے تعزیری سزا دی جائے گی۔

**9-ملازمین حکومت سے بدسلوکی**: اسلام عدل وانصاف کا دین ہے، ایک طرف اس نے ملازمین کے لیے حدود کار متعین کر دیے ہیں اور حدود سے تجاوز کرنے

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 03455045

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

والے ملازمین پر گرفت کی تا کہ نظام حکومت پر عوام کا اعتماد بحال رہے اور عوام حکام کی زیادتیوں سے محفوظ رہیں دوسری طرف اسلامی قانون حکومت کے ملازمین کو تحفظ دیتا ہے اوران کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے تا کہ عام لوگ اس پر دست درازی نہ کرسکیں اور وہ اعتماد اور سکون سے اپنے فرائض منصبی ادا کرسکیں۔ دست اندازی اور بدسلوکی کرنے والوں کے لئے اسلام نے تعزیری سزا روا رکھی ہے۔

کاشان اکیڈمی
0334-5504551
Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔